غایۃ الامکان فی درایۃ المکان

(حقیقتِ زمان و مکان پر بصیرت افروز رسالہ)

تصنیف
عین القضاۃ ہمدانی
(م ۵۲۵ھ)

تسویہ و ترجمہ
لطیف اللہ

مکتبۂ ندیم
۲۸/۹ - ڈی - ۳ - ناظم آباد - کراچی

اشاعت ——— اوّل
تعداد ——— ایک ہزار
ناشر ——— مکتبۂ ندیم کراچی
طابع ——— احمد برادرس پریس۔ ناظم آباد، کراچی
{ ناظم آباد نمبر ۲ کراچی

پتہ
مکتبۂ ندیم ۲۸/۹ ۔ ڈی ۔ ۳ ۔ ناظم آباد کراچی

انتساب

میں اس تالیف کو حضرت اقدس مرشدی و مولائی مولانا ڈاکٹر غلام محمد دامت فیوضہم و برکاتہم کی ذات والاصفات سے معنون کرتا ہوں کہ یہ جو کچھ ہے حضرت والا کے فیض صحبت ہی کا ثمر ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔

ہیچ کارہ
لطیف اللہ
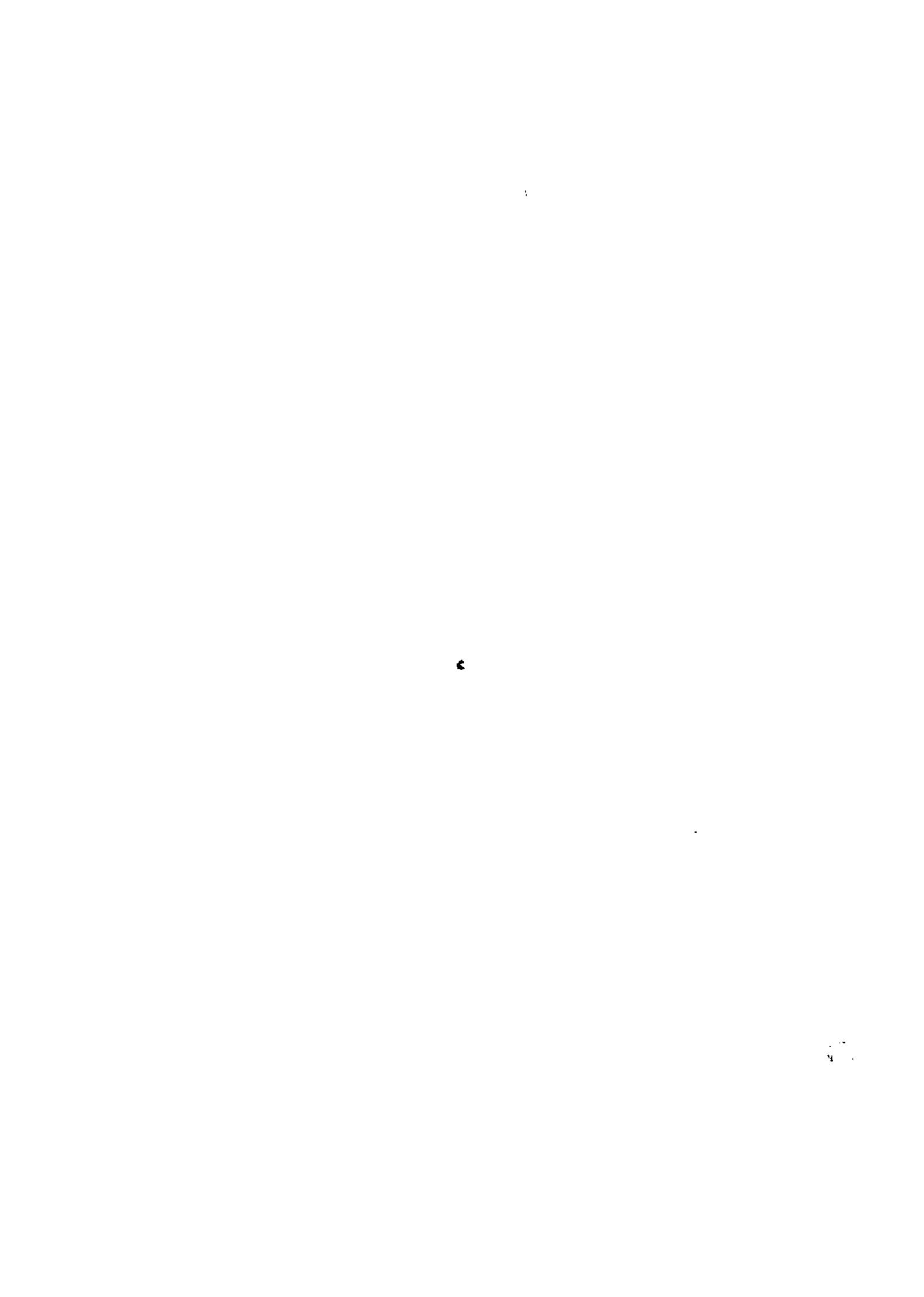
بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

ازمحترم ڈاکٹر رضی الدین صدیقی سابق وائس چانسلر قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد
و حال سکریٹری جنرل پاکستان اکیڈمی آف سائینسز اسلام آباد

اسلام کی ابتدائی صدیوں میں مسلم علمانے علم و حکمت کے جن اہم اور مہتم بالشان مسئلوں پر اظہار خیال کیا اور تفصیلی رسالے اور کتابچے تحریر کئے ان میں زمان و مکان کا مسئلہ بھی شامل ہے - اس سوال کی اہمیت کے متعلق علامہ اقبال اپنے خطبات میں ارشاد فرماتے ہیں -

" اسلامی تہذیب کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خالص ذہنی مسائل ہوں یا مذہبی نفسیات یعنی تصوف کے مسائل ہوں، سب کا نصب العین اور مقصود یہی ہے کہ لامحدود کو محدود کے اندر سمولیا جائے - ظاہر ہے کہ جس تہذیب کا یہ مطمح نظر ہو اس میں زمان و مکان کا سوال درحقیقت زندگی اور موت کا سوال ہے "

(خطبات ص ۱۸۴)

انہی علمی تحریروں میں پیش نظر رسالہ بھی ہے جو زمان و مکان سے متعلق

ہے اور جس کو جناب محمد لطیف اللہ صاحب نے ترتیب دے کر اپنے مقدمہ اور کتاب کے ترجمہ کے ساتھ بغرض اشاعت تیار کیا ہے۔ ساتھ ہی اس سلسلہ میں ایک بڑی دلچسپ حقیقت یہ سامنے آئی ہے کہ یہ کتاب جو تقریباً ۹۰۰ سال قبل لکھی گئی تھی حال حال تک اس کے نام اور مصنف کے متعلق علمی دنیا بڑی غلط فہمی کا شکار رہی۔ کہا جاتا تھا کہ اس کا نام "غایتہ الامکان فی معرفتہ الزمان والمکان" اور اس کے مصنف کا نام کسی نے تاج الدین محمود بن خداداد اشنوی بتایا اور کسی نے اس کو مشہور صوفی شاعر فخر الدین عراقی کی تصنیف کہا۔ لیکن ابھی چند سال قبل انکشاف ہوا ہے کہ کتاب کا اصل نام

"غایتہ الامکان فی درایتہ المکان"

ہے اور اس کے مصنف عین القضاۃ ابوالمعالی عبداللہ بن محمد المیانجی ہمدانی ہیں جناب لطیف اللہ صاحب نے اپنے مقدمہ میں کتاب اور مصنف دونوں کے نام سے متعلق خارجی اور داخلی شہادتیں بڑی تفصیل سے فراہم کی ہیں جن سے ان کے وسیع اور عمیق مطالعہ کا پتہ چلتا ہے اور جو ان کا قابل قدر کارنامہ ہے۔

ان چند ابتدائی کلمات کے بعد اب میں اصل کتاب کے متعلق کچھ عرض کروں گا زمان و مکان کے الفاظ سن کر عام طور پر یہ خیال ہو سکتا ہے کہ شاید اس کتاب میں مظاہر فطرت کے متعلق کچھ بحث ہو لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ پوری گفتگو حق تعالیٰ کی ذات اور صفات سے متعلق ہے کہ ان کی بابتہ زمان و مکان کی تشبیہ و توجیہہ سے کیا مراد ہوتی ہے کیونکہ " اس سرالاسرار کی شناخت ہی معرفت کے خزانوں کی کنجی ہے اور مالک الملوک کی بارگاہ تک رسائی کا ذریعہ ہے" مصنف نے بیان کیا ہے کہ اگرچہ معرفت کے یہ اسرار بیان میں

نہیں آسکتے لیکن اس کے متعلق اس کتاب کی وجہ تصنیف یہ ہوئی کہ " ایک دفعہ برسبیل تذکرہ جب گفتگو زوروں پر تھی ہماری زبان سے نکل گیا کہ لفظ مکان احادیث میں آیا ہے اس کا انکار نہ کرنا چاہیئے لیکن ہر چیز کا مکاں پہچاننا چاہیئے تاکہ تشبیہہ کا گمان باقی نہ رہے "۔ مصنف کہتے ہیں کہ اس بات کو مخالفین نے بہانہ بنایا اور ان پر تشبیہہ کا الزام لگا کر کفر کا فتویٰ دے دیا اس لئے انہوں نے مجبوراً اپنی برأت کے لئے تفصیل کے ساتھ اس نکتہ کی تشریح کا بیڑا اٹھایا ۔ ایسے ہی موقعوں کے لئے غالب نے کہا تھا ؎

" ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادۂ و ساغر کہے بغیر "

سب سے پہلے مصنف توحید الٰہی کی حقیقت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ " وحدت ذات کے تقدس کی بلندیاں اس سے عظیم ہیں کہ اہل حال اس کے حال تک پہنچ سکیں چہ جائیکہ اہل فکر اس حقیقت کو پا سکیں ۔ البتہ ایک توحید اور ہے جسے 'توحید الطف' کہتے ہیں جس کو حق تعالیٰ نے کمال رحمت سے انسانوں کے لئے قابلِ فہم بنایا ہے اور وہ تین قسم کی ہے ۔ اوّل توحید قولی ہے جو عام مسلمانوں کی توحید ہے دوسرے توحید علمی ہے جو خواص کی توحید ہے اور تیسرے توحید عملی ہے جو خاص اخص الخواص حضرات کی توحید ہے ۔"

توحید علمی زمان و مکان کی معرفت اور ان کی حقیقت کے علم پر موقوف ہے ۔ جب تک کوئی شخص زمان و مکاں کی حقیقت سے آشنا نہیں ہوتا وہ وحدانیت الطف سے بھی واقف نہیں ہو سکتا اور جس نے زمان و مکاں کو نہیں جانا اس کے لئے یہ حقیقت جاننا بھی ناممکن ہے کہ حق عز و جل کسی شے کے ساتھ نہیں رہتے اور کوئی شے کسی طرح بھی ان کے ساتھ نہیں رہتی ۔ اور وہ

شخص جو زمان و مکاں سے واقف نہیں اس کے لئے یہ جاننا بھی ممکن نہیں
کہ حق تعالیٰ نہ عالم کے اندر ہیں نہ باہر، نہ عالم سے متصل ہیں نہ منفصل
دراں حالیکہ ہر ذرۂ کائنات ان کے بغیر اوران سے دور نہیں ۔

اسی طرح حق تعالیٰ کی اولیت و آخریت، ظاہریت و باطنیت کا جاننا
بھی ممکن نہیں اور یہ کہ حق تعالیٰ بہ یک علم تمام لامتناہی معلومات کا علم
رکھتے ہیں اور بہ یک قدرت تمام لامتناہی مقدورات کو وجود عطا فرما
سکتے ہیں اور بہ یک سماعت تمام لامتناہی مسموعات کو سن سکتے ہیں
اور بہ یک نگاہ ازل سے ابد تک تمام مرئیات کو دیکھ سکتے ہیں ان تمام
رموز کا علم و معرفت بغیر حق تعالیٰ کے زمان و مکان کے علم و معرفت کے
ممکن نہیں ۔

مصنف بیان کرتے ہیں کہ مکان و زمان کی معرفت اور اس کا
عرفان دراصل حق تعالیٰ کی ذات وصفات کی وسعتوں کی معرفت ہے اور
جس کسی کو مکان و زمان کا عرفان حاصل ہے وہ حق تعالیٰ کی ذات وصفات
کی معرفت سے زیادہ بہرہ مند ہے ۔ پھر اس نکتہ کی تشریح کے لئے کہ حق تعالیٰ
کا مکان ہے ،" قرآن مجید کی آیات جو معرفت کے شواہد ہیں اور صحیح احادیث
و آثار جو سنت و جماعت کی بنیاد ہیں اور اُمت کے اجماع کی دلیلیں جو ملت
کے امور کے قواعد ہیں" بیان کرتے ہیں ۔ اسی کے ساتھ وہ بھی کہتے ہیں کہ" وہ
مکان جو حق تعالیٰ کی ذات مقدس کے لائق ہے ، معنی اور حقیقت دونوں
اعتبار سے جسمانیات اور روحانیت دونوں سے علیحدہ اور دور ہے اور
وہ مکاں ایسا ہے جس میں نہ طول ہے نہ عرض ، نہ گہرائی ہے نہ بُعد اور نہ
مُسافت ہے بلکہ تمام قرب ہی قرب ہے ۔ اور عقلاً ، وہماً ، امکاناً اور وقوعاً

محال ہے کہ کوئی وہم اس تک پہنچ سکے یا کوئی فہم اس کو پا سکے یا کوئی عقل اسکے بارے میں "کتنا ہے" اور "کیسا ہے" معلوم کر سکے" اسلامی ادب میں ایسے ہی مکاں کے لئے اصطلاح "لامکاں" مستعمل ہے۔

اس نکتہ کی وضاحت کے لئے وہ بتاتے ہیں کہ مکان کی تین قسمیں ہیں، پہلی قسم مادی اشیاء کے مکاں کی ہے، جس کے پھر تین درجے ہیں۔ پہلے درجہ میں وزن دار اشیاء کا مکاں ہے۔ دوسرے درجہ میں ہوا اور اسی نوعیت کی ہلکی چیزوں کا مکاں ہے اور تیسرے درجہ میں نور یا روشنی کا مکاں ہے، یہ تینوں مکاں ایک دوسرے کے اس قدر قریب واقع ہیں کہ سوائے ذہنی تحلیل اور روحانی واردات کے ان میں اور کسی ذریعہ سے امتیاز نہیں کیا جا سکتا اس مکان میں فاصلے کا مفہوم معین ہوتا ہے۔

مکاں کی دوسری قسم غیر مادی ہستیوں یعنی ملائکہ وغیرہ کے مکاں پر مشتمل ہے اس مکاں میں بھی فاصلہ کا ایک مفہوم موجود ہے کیونکہ اگرچہ غیر مادی ہستیاں پتھر کی دیواروں میں سے گذر سکتی ہیں تاہم وہ حرکت سے بالکل بے نیاز نہیں ہیں اور حرکت کے ساتھ فاصلہ کا مفہوم لازماً پایا جاتا ہے مکاں سے آزادی اور بے نیازی کا بلند ترین درجہ انسانی روح کو عطا ہوا ہے۔ مصنف کے نزدیک یہ تمام امور دلائل عقلی سے ثابت ہیں لیکن چونکہ عقل کا شیوہ معرفت نہیں ہے اس لئے انہوں نے اس بحث کو ترک کر دیا ہے درحقیقت عقلی دلائل کی تو اس شخص کو ضرورت ہوتی ہے جو قلبی مکاشفات، باطنی مشاہدات اور روحی معائنات سے محروم ہو کیونکہ جب معرفت کا آفتاب طلوع ہوتا ہے تو عقل کے چراغ کی روشنی باقی نہیں رہتی۔

مکان کی تیسری قسم ربانی یا الٰہی مکان کی ہے جس تک ہم مکان کے تمام

لامحدود اقسام سے گذر کر پہنچتے ہیں یہ مکاں ابعاد اور فاصلوں کی تمام قیود اور بندشوں سے آزاد ہے اور اس پر تمام لامتناہیاں آکر مرتکز ہوجاتی ہیں اس مکاں کا نہ طول ہے نہ عرض، نہ گہرائی ہے نہ بعد و مسافت، نہ بلندی ہے نہ پستی، وہ نہ دائیں طرف ہے نہ بائیں طرف، نہ پیچھے ہے نہ آگے۔ یہ ربانی مکان غایت درجہ بلند مکاں ہے۔ کسی مخلوق کو حق تعالیٰ کے ساتھ مکاں میں یا اس کے علاوہ کسی طرح بھی شرکت کا امکان نہیں ہے۔

اسی طرح مصنف نے زماں کا ایک اضافی تصور لیا ہے۔ مختلف ہستیوں کے لئے جو خالص مادیت سے لے کر خالص روحانیت تک مختلف مدارج رکھتی ہیں زماں کی نوعیت مختلف ہے۔ مادی اشیاء کے لئے وقت آسمانوں کی گردش سے پیدا ہوتا ہے اور اس کو ماضی حال اور مستقبل میں تقسیم کیا جاسکتا ہے اس وقت کی نوعیت اس قسم کی ہے کہ جب تک ایک دن ختم نہیں ہوجاتا دوسرا دن شروع نہیں ہوتا۔ غیر مادی ہستیوں کے لئے یہی ترتیب اور تسلسل موجود ہے لیکن وقت کا بہاؤ ایسا ہے کہ جو مدت مادی ہستی کے لئے ایک سال کی ہے وہ غیر مادی ہستی کے لئے ایک دن سے زیادہ نہیں۔

غیر مادی ہستیوں کے نچلے طبقوں کو درجہ بدرجہ طے کرکے آخر میں ہم ربانی یا الٰہی وقت پر پہنچتے ہیں جو گذرنے یا بہاؤ کی خاصیت سے بالکل مبرا ہے اور اس لئے اس میں نہ تقسیم ہے نہ ترتیب اور تغیر۔ یہ دوام سے بھی بالاتر ہے۔ اور اس کا نہ آغاز ہے نہ انجام۔ یہی وہ وقت ہے جس کو قرآن کریم نے " ام الکتاب" کا لقب دیا ہے اور جس میں ساری تاریخ عالم علت و معلول کے سلسلہ سے آزاد ہوکر ایک مافوق الدوام " اب " میں سما جاتی ہے۔

اس طرح مصنف نے حق تعالےٰ کے متعلق زمان و مکان کی اصطلاحوں کے استعمال کا مفہوم واضح کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کے لئے متعدد مثالیں اور دلائل پیش کیے ہیں جو منطقی سے زیادہ صوفیانہ نوعیت کی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ربانی زمان و مکاں کے مسائل عالم شہادت یا طبیعی کائنات سے نہیں بلکہ عالم غیب سے متعلق ہیں اور ان پر انسانی عقل و خرد کے اصول پر بحث نہیں کی جا سکتی بلکہ وحی الٰہی کی روشنی میں معرفت حاصل کی جا سکتی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے :

"قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ۔" (۲۷ ، ۶۵)

بہر حال جناب مترجم لطیف اللہ صاحب قابلِ تحسین و ستائش ہیں ، انہوں نے اسلامی علوم کے ایک اہم ماخذ کو اردو زبان میں ترجمہ کرکے اصل فارسی متن کے ساتھ شائع کیا ہے جس سے اردو داں طبقہ بھی کما حقہٗ فیضیاب ہو سکتا ہے۔ حق تعالیٰ ان کی مساعی کو مشکور فرمائیں۔

محمد رضی الدین صدیقی
۲۶ رجنوری ۱۹۸۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم نذر صابری صاحب نے زمان و مکان کے موضوع پر ایک رسالہ بہ عنوان "غایۃ الامکان فی معرفۃ الزمان والمکان" مجلس نوادرات علمیہ اٹک کیمبل پور سے شائع کیا ہے۔ موصوف نے اس رسالے کے آغاز میں ایک مقدمہ انتہائی تحقیق اور محنت سے تحریر فرمایا ہے اور فی الوقت رسالہ مذکور کے جتنے خطی اور مطبوعہ نسخے دستیاب ہیں ان کی تفصیل مہیا کی ہے نیز رسالے کے اصل نام اور حقیقی مصنف پر دلائل کے ساتھ اظہارِ خیال فرمایا ہے صابری صاحب کی تحقیق کے مطابق رسالے کا نام "غایۃ الامکان فی معرفۃ الزمان والمکان" اور اس کے حقیقی مصنف شیخ تاج الدین محمود بن خداداد اشنوی ہیں جو ساتویں صدی کے اکابر صوفیا میں تھے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا نذر صابری صاحب نے مذکورہ رسالے کی اشاعت کے سلسلے میں بڑی جانفشانی اور عرق ریزی کی ہے تاہم رسالے کے نام اور حقیقی مصنف کے سلسلے میں جس تنقیح اور کاوش کی ضرورت تھی وہ بوجوہ پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکی بنا بریں اس خصوص میں مزید تحقیق، غور و فکر اور مطالعہ کی ضرورت باقی رہتی ہے اس ضمن میں احقر نے جو طریقۂ کار اختیار کیا ہے اس کا اجمال یہ ہے۔

۱۔ پاکستان میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے رسالہ مذکور کی دریافت کا پس منظر بیان کیا جائے۔

۲۔ جناب نذر صابری کے نقطۂ نظر کو ان کے تحریر کردہ پیش لفظ اور مقدمے کے ... ت میں پیش کیا جائے۔

اقتباسات کی صور ... ت میں اپنی گزارشات پیش کر دی جائیں۔

۳۔ صابری صاحب سے اختلاف کی ...

۴۔ ممکنہ حد تک رسالے کا صحیح متن شائع کیا جائے اور ان حضرات کے لئے جو فارسی زبان سے کماحقہ واقف نہیں ہیں سادہ اور عام فہم زبان میں ترجمہ کر دیا جائے۔

۵۔ ضمیمے کے طور پر حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی اور حضرت خواجہ محمد پارسا رحہم اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس سلسلے میں فرمایا ہے اسے بھی پیش کر دیا جائے تاکہ جو صاحب اس موضوع پر مزید تحقیق کرنا چاہیں ان کے لئے بھی یہ صورت کسی درجے میں مفید ہو سکے۔

اس سلسلے میں یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ آئندہ صفحات میں بعض امور کی وضاحت وصراحت سے متعلق طویل اقتباسات بطور شواہد پیش کئے جائیں گے، ہرچند کہ طویل اقتباسات کا مطالعہ بعض قارئین کے لئے باعثِ زحمت ہو لیکن اس زحمت سے غرض وغایت یہ ہے کہ زیر بحث مسئلہ سے متعلق امور تشنۂ تشریح نہ رہیں اور جو نقطۂ نظر پیش کیا جا رہا ہے اس کی تفہیم زیادہ وضاحت اور زیادہ صراحت سے ہو سکے۔

پس منظر۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو زمان و مکان کے مسئلے سے جو شغف اور تعلق رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ ان کے فارسی اور اردو کلام میں جگہ جگہ اس مسئلے کے اخلاقی، روحانی اور مابعد الطبیعاتی پہلوؤں کی نشاندہی ہوتی ہے، فرماتے ہیں

توکہ از اصلِ زماں آگہ نۂ — از حیاتِ جاوداں آگہ نۂ
زندگی از دہر و دہر از زندگی ست — لاتسبوا الدہر فرمان نبی ست
عشق سلطان است و برہانِ مبیں — ہر دو عالم عشق را زیر نگیں
لازمان و دوش و فردائے ازو — لامکان و زیر و بالائے ازو
لی مع اللہ ہر کرا در دل نشست — آں جواں مردے طلسم من شکست
گر تو می خواہی نباشم درمیاں — لی مع اللہ باز خواں از عین جاں
زمانہ ایک حیات ایک کائنات بھی ایک — حدیثِ کم نظری قصۂ قدیم وجدید

نہ ہے زماں نہ مکاں لاإلٰہ الّا اللّٰہ — خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زنّاری
کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں — اسی روز و شب میں اُلجھ کر نہ رہ جا

اس مسئلے سے غیر معمولی دلچسپی اور انہماک کے سبب علّامہ مرحوم نے اپنے عہد کے اکابر علماء اور صوفیاء سے مکاتبت کا سلسلہ قائم کیا۔ بشیر احمد ڈار صاحب کی تحقیق کے مطابق علّامہ مرحوم نے حضرت علّامہ سیّد سلیمان ندویؒ حضرت علّامہ انور شاہ کشمیری اور حضرت مہر علی شاہ گولڑوی رحمہم اللّٰہ تعالیٰ علیہم سے اس باب میں رہنمائی چاہی[1]۔ چنانچہ مولانا برکات احمد ٹونکی رحمۃ اللّٰہ علیہ کا رسالہ "اتقان فی ماہیۃ الزمان" سید سلیمان ندوی قدس سرہٗ کے توسط سے اور زیرِ نظر رسالہ علّامہ انور شاہ رحمۃ اللّٰہ علیہ کے ذریعے علامہ اقبالؒ کو حاصل ہوا۔ لیکن بعض تسامح کی بناء پر علامہ اقبال رحمۃ اللّٰہ علیہ نے زیرِ نظر رسالے کو مشہور صوفی اور شاعر فخر الدین عراقی رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفی ۶۸۸ھ کی تصنیف خیال کیا بلکہ اورینٹل کالج لاہور کے سالانہ اجلاس ۱۹۲۸ء کے صدارتی خطبے میں اس کا اظہار بھی کیا[2]۔ تقریباً بیالیس[3] سال تک علّامہ مرحوم کا پیدا کردہ یہ تسامح جاری رہا اور ان کے حوالے سے جب بھی اس رسالے کا ذکر ہوا تو یہی کہا گیا کہ رسالۂ مذکور عراقی رحمۃ اللّٰہ علیہ کی تصنیف ہے۔ تا آنکہ ۱۹۷۰ء میں بشیر احمد ڈار مرحوم نے اپنے مضمون "اقبال اور مسئلہ زمان و مکان" میں اس التباس کی تردید کی اور رسالے کے مطبوعہ نسخے کی نشاندہی کی ڈار صاحب فرماتے ہیں۔

"اقبال نے لفظ عراقی سے یہ قیاس کیا کہ اس رسالے کا مصنف مشہور صوفی فخر الدین عراقی ہوگا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جناب داؤد رہبر نے اس مقالے کا اردو ترجمہ کرتے وقت بہت کوشش کی، اس مخطوطے کا سراغ معلوم ہو انہوں نے اقبال کی کتابوں اور کاغذات کو چھانا، دار العلوم دیوبند کے

---

[1] بشیر احمد ڈار [illegible] اقبال اور مسئلہ زمان و مکان ماہ نو اقبال نمبر [illegible] [illegible]
[2] ایضاً [illegible]
[3] ایضاً [illegible]

کتب خانے میں تلاش کروایا جو مجلسِ علمی ڈابھیل کو بطور عطیہ دیا گیا تھا لیکن وہ انہیں نہ مل سکا مگر خدا کا شکر ہے کہ اب یہ نسخہ اقبال اکیڈمی نے حاصل کر لیا ہے۔ یہ نسخہ مخطوطہ نہیں بلکہ مطبوعہ ہے۔ یہ عراقی کی تصنیف نہیں بلکہ عین القضاۃ ابو المعالی عبداللہ بن محمد المیانجی الہمدانی کی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
اس کتاب کا مصنف "عین القضاۃ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا اصل نام عبداللہ بن محمد ہے۔ وہ ہمدان کا رہنے والا تھا۔ قیاس ہے کہ وہ ۴۹۲ھ مطابق ۱۰۹۸ء میں پیدا ہوا۔ مذہباً وہ اہل سنت اور شافعی تھا لیکن تصوف میں مغلوب الحال ہونے کے باعث معتوب رہا اس پر کفر کے فتوے لگے اور آخر کار اسی وجہ سے اسے پھانسی دے دی گئی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
طریقت میں وہ شیخ احمد غزالی (برادر حجۃ الاسلام امام غزالی) کا مرید تھا۔"[1]

نذر صابری صاحب کے پیش لفظ اور مقدمے کے مندرجات سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ ۱۹۲۸ء میں رسالۂ مذکور سے پہلی مرتبہ اس وقت متعارف ہوئے جب وہ کتب خانہ مولانا محمد علی مکھڈی کی فہرست سازی کا کام سرانجام دے رہے تھے۔ اس کے بعد ۱۹۷۳ء میں جب وہ دوبارہ آستانۂ عالیہ مکھڈ حاضر ہوئے تو رسالہ مذکور کا مخطوطہ وہاں سے حاصل کیا اور کئی سال تحقیق و جستجو میں صرف کر کے بالآخر ۱۲ دسمبر ۱۹۷۸ء کو اس کام سے عہدہ برآ ہوئے۔[2] یہ ان واقعات و حالات کا اجمالی خاکہ ہے جو مذکورہ رسالے کی دریافت سے متعلق برصغیر پاک و ہند میں ۱۹۲۸ء تا ۱۹۷۸ء پیش آتے رہے اور بقول نذر صابری وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسالے کو اس کے صحیح تناظر میں شائع کیا ہے۔[3] آئندہ صفحات

---

[1] اقبال اور مسئلہ زمان و مکان — ماہ نو اقبال نمبر اپریل ۱۹۷۷ء ص ۱۸۱
[2] غایت الامکان فی معرفت الزمان والمکان شائع کردہ نذر صابری پیش لفظ ص ۲، مقدمہ صفحہ آخری
[3] ایضاً — پیش لفظ ص ۲

میں صابری صاحب کے اسی دعوے کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

صابری صاحب کے نقطۂ نظر کی تحقیق۔ نذر صابری صاحب پیش لفظ میں فرماتے ہیں:

"آج سے کوئی دس سال قبل کتب خانہ مولانا محمد علی مکھڈی کی فہرست سازی کے دوران ایک خطی نسخہ سامنے آیا اور جا اینجاست کہتا ہوا دامنِ دل کھینچنے لگا۔ ۱۰ × ۶ کی تقطیع پر باریک خط نستعلیق میں ۳۲ صفحات کا یہ مخطوطہ جس پر کاتب کا نام اور سِنِ کتابت درج نہیں اور آثار سے تین سو سال سے کم نظر نہیں آتا۔ مسئلہ زمان و مکان سے متعلق تھا۔ ترقیمہ نگار نے اس کا نام المکانیہ والزمانیہ لکھا اور عین القضاۃ ہمدانی کی تصنیف ظاہر کیا تھا مگر تلاش بسیار کے باوجود نہ تو سید علی ہمدانی کے ہاں اس موضوع پر کسی رسالے کا پتہ چلا اور نہ ہی عین القضاۃ ہمدانی کی تصانیف میں کوئی نام و نشان ملا[1]۔"

"شروع شروع میں ہمارا خیال تھا کہ رسالہ ابھی تک شائع نہیں ہوا، اور ہم اسے پہلی بار شائع کرنے کا فخر حاصل کر رہے ہیں مگر مطالعہ آگے بڑھا تو معلوم ہوا کہ رسالہ دو بار طہران سے شائع ہو چکا ہے پہلی بار ۱۳۱۱ ھ ش میں رسائل شاہ نعمت اللہ ولی اور دوسری بار ۱۳۴۱ ھ ش میں ۶ احوال و آثار عین القضاۃ میں تو گویا نا شریں میں ہم تیسرے نمبر پر ہیں مگر اس اعتبار سے کہ ہم رسالے کو پہلی مرتبہ بالاستقلال اپنے صحیح تناظر میں شائع کر رہے ہیں للہ الحمد کہ ہمارا فخر موجود اب بھی اپنی جگہ قائم ہے[2]۔"

مذکورہ اقتباسات سے مترشح ہوتا ہے کہ رسالے کی اشاعت سے قبل و طباعت

---

[1] غایت الامکان فی معرفت الزمان والمکان شائع کردہ نذر صابری ۱۹۸۲ء صفحہ ۱
[2] ایضاً ایضاً صفحہ ۲

کے دوران صابری صاحب کے علم میں یہ بات آچکی تھی کہ جس رسالے کو وہ شائع کررہے ہیں اس کی تصنیفی نسبت عین القضاۃ ہمدانی سے بھی بیان کی گئی ہے لیکن انہوں نے اس پہلو کو زیادہ قابل توجہ خیال نہیں کیا بلکہ رسالے سے متعلق خطی نسخوں پر مبنی ان معلومات کو زیادہ اہمیت دی جو اس ضمن میں مختلف کتب خانوں نے فراہم کی ہیں اور جن کے فہرست نگاروں میں بلاشبہ احمد منزوی اور امتیاز علی عرشی جیسے بلند پایہ حضرات شامل ہیں لیکن غلطی اور سہو تو ہر انسان سے ممکن ہے علاوہ ازیں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ کتب خانوں کے فہرست نگار دستیاب معلومات کو درج کرنے کے مکلّف ہوتے ہیں تفصیلی تحقیق ان کے دائرۂ کار سے خارج ہوتی ہے لہٰذا کتب خانوں کی فراہم کردہ معلومات پر کلّی اعتماد کی زیادہ گنجائش نہیں ہوتی بالخصوص اس صورت میں جب کہ کوئی مسئلہ ژولیدہ اور پریشان کُن ہو۔

یہ بات یقیناً قابلِ تحسین ہے کہ صابری صاحب نے خطی نسخوں سے متعلق فراہم کردہ معلومات پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ نفحات الانس، کشف الظنون، شدالازار، مجمل فصیحی اور تاریخ نظم ونثر در ایران کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ جن کا ذکر مناسب موقع پر کیا جائیگا۔ لیکن اس تمام عمل میں جو بات قابل توجہ تھی وہ مسلسل نظر انداز ہوتی رہی یا کر دی گئی اور وہ یہ تھی کہ حضرت تاج الدین محمود اور عین القضاۃ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کی دیگر تصانیف کا بھی مطالعہ کیا جاتا اور اُن تصانیف کے موضوعات، اسالیب، تخلیقی رویے اور شخصی رجحانات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اصل حقیقت تک رسائی حاصل کی جاتی۔ ان تمام امور کو مدنظر رکھنے کے باوصف یہ تو کہا ہی نہیں جاسکتا کہ نقص و خامی کے تمام امکانات معدوم ہوجاتے ہیں البتہ تحقیق کرنے والا حق و صداقت کے زیادہ قریب ہوجاتا ہے، بہرحال اس نوع کے مطالعے کی جو سعی و کوشش کی گئی ہے اسے قارئین آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

صابری صاحب نے مصنف رسالہ سے متعلق بحث کا آغاز ان الفاظ میں کیا ہے :-

"صاحب رسالہ نے متن میں اپنے نام یا دیگر متعلقات کا کسی جگہ بھی ذکر نہیں کیا اور نہ ہی رسالے کے زمان و مکان سے کہیں پردہ اٹھایا ہے ۔ اس بارے میں کچھ جو معلوم ہوتا ہے سو اتنا ہے کہ یہ رسالہ شیخ ابوالحسن خرقانی م ۴۲۵ ھ کے زمانہ مابعد کی تصنیف ہے ۔ رسالے کے متن سے مصنف کی اس درجہ کنارہ گزینی اور خود نگہداری سے بعض کم نظر کاتبوں کو کھل کھیلنے کا موقع ملا اور وہ اپنے ہی خیالات کی پرچھائیوں کے پیچھے بھاگتے نظر آنے لگے ۔ انہوں نے نہ صرف ترقیموں ہی میں گل کھلائے بلکہ تجاوزات سے تقدیس متن کو بھی داغدار کیا جس کے نتیجہ میں ان نسخوں پر انحصار کرنے والے اچھے اچھے ارباب تحقیق و تنقید بھی مغالطوں کا شکار ہوئے بغیر نہ رہ سکے ۔ ہم یہاں بقدر ہمت و بصیرت ان مغالطوں کا فرداً فرداً مختصر مگر جامع تجزیاتی مطالعہ پیش کریں گے تاکہ ایک تو ہمارا یہ دعویٰ بے دلیل نہ رہے اور دوسرے رسالہ جب منظر عام پر اصل مصنف سے ہمکنار ہو تو اس کے گرد و پیش سے غلط نسبتوں کے تمام دھندلکے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو چکے ہوں"[1]

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ اگر صابری صاحب کے پیش نظر عین القضاۃ ہمدانی کی وہ تصانیف ہوتیں جو ایران کے ارباب علم و تحقیق نے بڑی محنت اور تلاش کے بعد شائع کی ہیں تو انہیں معلوم ہوتا کہ اپنے نام کے اظہار سے استغنا، اور اپنی ذات سے کنارہ گزینی عین القضاۃ ہمدانی کی ہر تصنیف میں نمایاں ہے لیکن جب وہ تکفیر، بے دینی اور ضلالت

---

[1] غایت الامکان فی معرفت الزمان والمکان شائع کردہ نذر صابری مقدمہ ص

کی تہمتوں سے متہم کئے گئے اور قوام الدین ناصر بن علی ابوالقاسم درگزینی کے حسد کا نشانہ بنے[1] تو قید خانے میں اپنی آخری کتاب "شکوی الغریب عن الاوطان الی علماء بلدان" اپنی برأت کے سلسلے میں تحریر کی اور اسی میں اپنی ان تصانیف کا ذکر کیا جو اس وقت اور اس حالت کرب و محن میں ان کے حافظے میں آئیں اگر ایسا نہ ہوتا اور وہ ایک عام آدمی کے مانند فطری موت سے ہمکنار ہوتے تو شاید ان کی اکثر تصانیف سے ہم سب ناآشنا ہوتے اور وہ تصانیف بھی امتداد زمانہ کے ہاتھوں دوسرے اشخاص سے منسوب ہوتیں۔ ڈاکٹر بہمن کریمی رسالہ یزداں شناخت کے دیباچے میں تحریر کرتے ہیں:

"معروف ترین مصنفات
عین القضاۃ کتاب زبدۃ الحقائق
است کہ بہ تمہیدات معروف
گردید و دیگر شکوی الغریب
کہ در حبس نگاشتہ و از آں یاد کردیم
و ہمچنیں رسالات فارسی دیگری
است از آں جملہ رسالہ یزداں
شناخت[2]"۔

عین القضاۃ کی تصانیف میں
معروف ترین تصنیف
زبدۃ الحقائق ہے جو (کسی وجہ سے)
تمہیدات کے نام سے معروف
ہوئی اور دوسری تصنیف
شکوی الغریب ہے جو قید خانے
میں لکھی گئی اسی سے ہم نے ذکر کیا
ہے اور اسی طرح کے دوسرے
فارسی رسالے (عین القضاۃ کی
تصنیف) ہیں انہیں میں سے
ایک رسالہ یزداں شناخت ہے

---

[1] رحیم فرمنش ڈاکٹر احوال و آثار عین القضاۃ ابوالمعالی عبداللہ بن محمد المیانجی الہمدانی تہران ۱۳۳۸ ش ص۱۶

[2] بہمن کریمی دیباچہ رسالہ یزداں شناخت تہران ۱۳۲۷ ش

ذیل میں عین القضاۃ ہمدانی کی اُن تصانیف کے نام دیئے جاتے ہیں جو ایران کے ارباب علم وتحقیق نے شائع کی ہیں اور جو معمولی کوشش کے بعد مطالعے کیلئے دستیاب ہو سکتی ہیں۔

۱۔ رسالہ یزداں شناخت ۔ ڈاکٹر بہمن کریمی نے ۱۳۲۷ش میں تہران سے شائع کیا۔

۲۔ رسالہ لوائح ۔ ڈاکٹر رحیم فرمنشن نے ۱۳۳۸ش میں تہران سے شائع کیا۔

۳۔ تمہیدات[۱] ۔ احمد بن محمد کریم التبریزی نے ۱۳۳۲ش میں شیراز سے شائع کیا۔

۴۔ شکوی الغریب عن الاوطان الی علماء بلدان ۔ محمد بن عبد الجلیل نے مجلّہ آریاتیک میں ۱۹۳۰ء میں شائع کیا۔

قارئین کے مطالعے کے لئے مذکورہ تصانیف اور دیگر تصانیف سے متعلقہ اقتباسات اس وقت پیش کئے جائیں گے جب عین القضاۃ ہمدانی کی تصانیف کے موضوعات، ان کے اسلوب، تخلیقی روّیے اور شخصی رجحانات کے بارے میں عرض کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ فی الوقت یہی عرض کرنا مقصود تھا کہ وجوہ کچھ بھی ہوں عین القضاۃ ہمدانی اپنی تصانیف میں اپنا نام اور شخصیت نمایاں کرنے کی جانب طبعاً مائل نہ تھے اور محض اسی ذاتی اور شخصی روّیے کے باعث یہ مسئلہ پیدا ہوا۔[۲]

[۱] تمہیدات میں عین القضاۃ نے اپنا پورا نام ظاہر کیا ہے ملاحظہ فرمائیں احوال و آثار عین القضاۃ ص ۱۲۵

[۲] حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ متوفی ۴۶۵ھ نے کشف المحجوب میں یہ لطیفہ بیان فرمایا ہے کہ اپنا نام ثبت نہ کرنے کے باعث ایک صاحب نے ان کا دیوان اشعار چھپا لیا اور دوسرے صاحب نے ان کی تصنیف منہاج الدین کو خود سے منسوب کر لیا تھا بنا بریں کشف المحجوب میں انھوں نے اپنا نام تحریر کر دیا تاکہ اس قسم کے فتنے کا سدباب ہو جائے ملاحظہ فرمائیں کشف المحجوب فارسی ص ۲ لاہور ۱۹۶۷ء

جس صورت حال سے دوچار اور جس روحانی اور ذہنی کرب میں مبتلا کر دیے گئے تھے اس میں حافظے کا ساتھ نہ دینا ایک فطری امر ہے، مستبعد ہرگز نہیں۔

نذر صابری صاحب کے نزدیک رسالہ غایۃ الامکان عین القضاۃ کی تصنیف نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ :

"بیہقی سے آربری تک کسی معتبر تذکرہ نگار نے بھی رسالے کو ان کی تصانیف میں شمار نہیں کیا"[1]

ممکن ہے کہ صابری صاحب کا یہ دعویٰ کسی حد تک درست ہو اور ان کی تحقیق میں یہ امر ثابت ہوا ہو کہ کسی معتبر تذکرہ نگار نے رسالۂ مذکور کو عین القضاۃ ہمدانی سے منسوب نہیں کیا لیکن ایک انتہائی معتبر اور موثق شہادت حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۳۳ھ کی ضرور دستیاب ہے جنہوں نے رسالے کا مطالعہ کیا اور اپنی تصنیف "تکمیل الاذہان" میں اس کا ذکر اجمالی طور پر کیا ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں :۔

والصوفیۃ شاھدوا فی کل موطن	صوفیہ نے غیب و شہادت کے
من الغیب والشہادت زماناً	ہر مقام پر زمان و مکان کا دہ
ومکاناً غیرما فی موطن آخر فصلہ	مشاہدہ کیا جو دوسرے مقام کے
عین القضاۃ فی الرسالۃ	خلاف تھا اس کی تفصیل
الزمانیۃ والمکانیۃ وسکت عند	عین القضاۃ نے رسالہ زمانیہ
اذ الغرض مجرد التمثیل لا القصد	ومکانیہ میں کی ہے اور میں اس
الی تحقیق امرہ"[2]	سے خاموش رہا کیونکہ مقصد محض
	تمثیل ہے معاملے کی تحقیق کا ارادہ

---

[1] مقدمہ ص ع

[2] رفیع الدین دہلوی شاہ تکمیل الاذہان ص ۱۵۲ گوجرانوالہ ۱۳۸۳ھ

نہیں ہے۔

حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس شہادت کے بعد صابری صاحب کی مذکورہ بالا دلیل میں کوئی وزن نہیں رہتا۔ جہاں تک رسالے کے نام کا تعلق ہے کہ شاہ صاحب نے اس کا نام زمانیہ و مکانیہ تحریر کیا ہے شاید نام لکھنا شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا مقصود نہ ہو بلکہ ان کے پیش نظر موضوع اور فن کی نشاندہی ہو یعنی اس موضوع اور فن پر عین القضاۃ کا رسالہ بھی ہے اور اس کی یہ خصوصیت ہے بہرحال حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی علیہ الرحمۃ کی شہادت کی کسی طرح تعبیر و تاویل کی جائے یہ دعویٰ یقیناً بے جان ہو جاتا ہے کہ بیہقی سے آربری تک کوئی شہادت عین القضاۃ ہمدانی کے حق میں نہیں ملتی۔

مذکورہ بالا سطور میں صابری صاحب کے اس دعوے کا جواب بھی مل جاتا ہے جو انہوں نے شیخ تاج الدین محمود اشنوی کے حق میں دلیل آخر کے طور پر پیش کیا ہے۔

"اور (جب تک) تذکروں میں مولانا جامی سے وقیع تر شہادت ہاتھ نہیں آتی پاسداران روایات تحقیق اور گوہر شناسان آثار عتیق رسالہ غایۃ امکان کو بلا خوف تردید شیخ محمود اشنوی کی تصانیف میں شمار کرتے رہیں گے"۔[1]

شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت دستیاب ہونے کے بعد جسے کسی صورت غیر معتبر قرار نہیں دیا جا سکتا بہرحال "پاسداران روایات تحقیق" اور "گوہر شناسان آثار عتیق" کے لئے ایک لمحۂ فکریہ تو ضرور پیدا ہو جاتا ہے۔

عین القضاۃ ہمدانی کے سلسلے میں صابری صاحب نے ایراد کا ایک اور پہلو بھی پیش کیا ہے اس ایراد کے اصل مورد ڈاکٹر رحیم فرمنش اور ان کا تحقیقی مقالہ "احوال و آثار عین القضاۃ ہمدانی"۔ ہیں سوئے ظن ویسے بھی ایک اخلاقی عیب ہے اور اس کا کوئی

---

[1] ـ معدمہ صک

محل بھی نہیں ہے لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صابری صاحب نے ڈاکٹر رحیم فرمنش کے اس مقالے کا مطالعہ نہیں فرمایا ہے کیونکہ ان کے مقدمے میں اس مقالے کے مندرجات کا کوئی حوالہ موجود نہیں ہے بہرحال اس سلسلے میں وہ فرماتے ہیں :

"احمد منزوی نے اپنی فہرست میں غایۃ الامکان کا مجمل تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ رسالہ عین القضاۃ سے بھی منتسب ہے۔ ان کا اشارہ غالباً "ڈاکٹر رحیم فرمنش کی کتاب" احوال و آثار عین القضاۃ" کی جانب ہے جس میں موصوف نے غایۃ الامکان کو نویں صدی ہجری کے ایک نسخے کی بنیاد پر عین القضاۃ کی تصانیف میں شامل کر دیا ہے[1]"۔

"لیکن ڈاکٹر فرمنش کو اگر ایران ہی میں موجود اس کے دوسرے نسخوں کا علم ہوتا تو وہ کبھی رسالے کو عین القضاۃ کے دامن سے وابستہ نہ کرتے[2]"

"وہ افسانہ پر چلنے والوں کی داستان ختم ہوئی۔ سابق الذکر ۲۶ نسخوں میں سے صرف ۵ نسخے، جیسا کہ تفصیلاً مذکور ہوا، خواجہ روزبہان شیخ عین القضاۃ اور سید علی ہمدانی کی جانب غلط انتساب کا شکار ہوئے ہیں۔ باقی ماندہ ۲۱ میں سے ۱۲ خود کو شیخ اشنوی کی تصنیف قرار دیتے ہیں اور ۸ ایسے ہیں جو اپنے مصنف کے بارے میں خاموش ہیں (نسخہ ترنگ زئی سے متعلق بجز عنوان کچھ معلوم نہیں) اشنوی کو اپنا مصنف ظاہر کرنے والے نسخے نہ صرف تعداد میں زیادہ ہیں بلکہ تمام قدیم اور معتبر نسخوں کا تعلق بھی اسی گروہ سے ہے[3]۔"

---

[1] غایت الامکان شائع کردہ نذیر صابری مقدمہ ص ع
[2] ایضاً ایضاً ایضاً
[3] ایضاً ایضاً ایضاً

صابری صاحب نے جو معیار کسی تصنیف کے اصل مصنف کی دریافت کے سلسلے میں قائم کیا ہے ہوسکتا ہے ڈاکٹر رحیم فرمنش کے پیش نظر نہ وہ عیار ہو اور نہ معیار ہو، ویسے بھی صابری صاحب نے غایۃ الامکان کے خطی نسخوں کی کثرت کا جن میں اسکی تصنیف کی نسبت شیخ اشنوی سے دی گئی ہے جو معیار قائم کیا ہے وہ معیار بذات خود اصل مصنف کی دریافت کے لئے ناکافی ہے۔ ایسی صورت میں جب کسی تصنیف کے مصنف کے سلسلے میں متضاد بیانات ہوں تو محقق خطی نسخوں کی تعداد کی کثرت و قلت پر فیصلے صادر نہیں کرتے بلکہ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ ان مصنفین نے متنازعہ تصنیف کے علاوہ کچھ اور تصانیف بھی تحریر کی ہیں ان تصانیف کو سامنے رکھ کر ہی اسلوب، شیوۂ بیان، روش اظہار، مخصوص لب ولہجہ اور آہنگ تحریر پر غور کیا جاتا ہے اور محقق ان تمام امور میں یکسانیت اور ہم آہنگی دریافت کرنے کے بعد اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں پھر اہل نظر اس کی توثیق یا تردید کرتے ہیں ڈاکٹر رحیم فرمنش خود اہل زبان ہیں۔ فارسی زبان وادب کے ارتقاء اور تغیرات سے آشنا ہیں نیز ذوقی اور وجدانی سطح پر فارسی نظم ونثر کے سبک کا شعور رکھتے ہیں اور انہوں نے اپنے تحقیقی مقالے میں عین القضاۃ کے خاص اسلوب اور سبک پر ایک باب بھی قائم کیا ہے[1] جس میں انہوں نے عین القضاۃ کے خاص اسلوب کی ۲۸ خصوصیات کا ذکر کیا ہے۔ عین ممکن ہے کہ غایۃ الامکان کے بارے میں یہی معیار ان کے فیصلے کی بنیاد ہو۔ تاہم ڈاکٹر فرمنش کو اپنی ترجیح کے اسباب پر ضرور روشنی ڈالنی چاہیئے تھی جو انہوں نے اپنے مطبوعہ رسالے کے دیباچے میں نظر انداز کردی ہے لیکن اس سہو کے باوصف ان کی تحقیق کی اہمیت اپنی جگہ قائم ہے۔ دوسری جانب صابری صاحب پر بھی لازم تھا کہ اس نوع کے

---

[1] احوال وآثار عین القضاۃ ابوالمعالی عبداللہ بن محمد المیانجی الہمدانی باب چہارم

تقابلی مطالعے کی کوئی نہج پیدا کرنے اور پھر کسی فیصلے کی جانب قدم اٹھانے محض قرعہ ڈالنے سے ایسے نازک امور طے نہیں ہو جاتے۔

صابری صاحب نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے:

"نیز نظریۂ مکانِ الٰہی جو بعد میں رسالے کا موضوع بنا، عین القضاۃ کے معاندین کی نگاہ کی خردہ گیری سے کیسے بچ سکتا تھا، خاص کر جب کہ اس کا فائل پہلے ہی ہدف تکفیر رہ چکا ہو۔ نیز ابن سفا بغدادی کے سانحۂ ارتداد کا ذکر اور رسالے کا واضح طور پر جداگانہ طرز نگارش وہ داخلی دلائل و شواہد ہیں جو شیخ عین القضاۃ ہمدانی کی طرف رسالے کے انتساب کی دائماً تردید کرتے رہیں گے"[1]

ان سطروں سے صابری صاحب کا نقطۂ نظر اور ما فی الضمیر واضح نہیں ہوتا۔ بہر حال جو کچھ سمجھ میں آیا ہے اس کی بنا پر عرض کیا جاتا ہے کہ صرف و محض رسالہ غایۃ الامکان کے حوالے سے عین القضاۃ ہمدانی مورد الزام قرار نہیں دیے گئے۔ اگرچہ خود ان کے قول کے مطابق شور بخت اور کور دل حاسد لفظ مکان پر بھی بھڑکے ہیں جو اثنائے گفتگو میں عین القضاۃ کی زبان پر آیا[2] جس کا مکمل اقتباس آئندہ پیش کیا جائے گا بلکہ بہ حیثیت مجموعی ان کی تصانیف میں جن خیالات، تصورات اور نفسی میلانات کا اظہار ہے حاسدین اس پر برافروختہ ہوتے ہیں اور شکوی الغریب اس کا بیّن ثبوت ہے۔

ابن السفا بغدادی کے ارتداد سے عین القضاۃ ہمدانی کی طرف رسالے کی دائماً تردید کا جو تعلق ہے اسے صابری صاحب نے واضح نہیں کیا اور نہ عبارت سے اس

---

[1] غایت الامکان، شائع کردہ نذر صابری، مقدمہ ص ۲
[2] غایت الامکان فی درایۃ المکان ص ۳، شائع کردہ اداره نشر فرہنگ تہران ۱۳۳۸ ش

کا مفہوم قاری کی گرفت میں آتا ہے، ہو سکتا ہے کہ ٹائپ میں چھپائی کا کوئی نقص ہو بہرحال یہ واقعہ تو بذات خود عین القضاۃ ہمدانی کی تائید میں جاتا ہے کیونکہ یہ واقعہ تو خود ان کی زندگی میں واقع ہوا ہے اور عین القضاۃ نے اپنے رسالے میں کہا بھی یہی ہے کہ:

"اگر یک دلیل از دلائل توحید برا روشن شدہ بودی ھما ناکہ ہرگز او راایں واقعہ نیفتادی"[۱]	اگر دلائل توحید میں سے ایک دلیل بھی اس پر (ابن السقاء بغدادی پر) روشن ہوتی تو اسے ہرگز یہ واقعہ پیش نہ آتا۔

اس واقعہ کی تفصیل ابن خلکان م ۶۸۱ھ نے وفیات الاعیان میں یوسف بن ایوب وَھَرہ الہمدانی کے ذکر میں دی ہے:

وقدم بغداد فی سنۃ خمس عشرۃ وخمسمائۃ وحدث بہا، وعقد بہا مجلس الوعظ بالمدرسۃ النظامیہ وصارف بہا قبولا عظیما" من الناس، قال ابو الفضل صافی بن عبد اللہ الصوفی الشیخ الصالح حضرت مجلس شیخنا یوسف الھمذانی فی النظامیہ وکان قد اجتمع العالم فقام فقیہ یعرف بابن السقاء	اور (یوسف بن وَھَرہ ہمدانی) ۵۱۵ھ میں بغداد آئے اور حدیثیں بیان کیں اور بغداد ہی میں مدرسہ نظامیہ میں مجلس وعظ منعقد کی اور لوگوں میں بڑی مقبولیت حاصل کی۔ ابو الفضل صافی ابن عبد اللہ صوفی شیخ صالح نے کہا ہے کہ میں اپنے شیخ یوسف ہمدانی کی مجلس میں نظامیہ میں حاضر تھا اور

[۱] غایت الامکان فی درایۃ المکان ص۔ شائع کردہ ڈاکٹر رحیم فرمنش تہران ۱۳۳۶ھ ش

واذاه ورسألہ عن مسألۃ فقال
لہ الامام یوسف: اجلس فانی
أجد من کلامک رائحۃ الکفر و
لعلک تموت علی غیر دین الاسلام
قال ابوالفضل فاتفق انہ بعد
ھذا القول بمدۃ قدم رسول نصرانی
من ملک الروم الی الخلیفۃ
فمضی الیہ ابن السقاء وسألہ
أن ینصحبہ وقال لہ یقع فی أن
أترک دین الاسلام وادخل فی
دینکم فقبلہ النصرانی وخرج معہ
الی القسطنطنیۃ والتحق بملک
الروم وتنصر ومات علی النصرانیۃ

وہاں ایک دنیا جمع ہوگئی تھی تو
ایک فقیہ کھڑا ہوا جو ابن السقاء
کے نام سے مشہور تھا اور اس نے
آپ کو ایذا دی اور ایک مسئلے
کے متعلق سوال کیا تو اس سے
امام یوسف نے کہا بیٹھ جاؤ میں
تمہارے کلام سے کفر کی بو محسوس
کرتا ہوں اور ہو سکتا ہے کہ تمہاری
موت دین اسلام کے علاوہ کسی
اور دین پر ہو ابوالفضل فرماتے
ہیں کہ ایسا اتفاق ہوا کہ اس واقعہ
کی کچھ مدت کے بعد شہنشاہ روم
کی طرف سے خلیفہ کے پاس
ایک نصرانی قاصد آیا تو ابن السقاء
اس کے پاس گیا اور اس سے
درخواست کی کہ اسے اپنے ساتھ
لے چلے اور اس نے اس سے کہا
کہ میرے دل میں یہ بات آرہی
ہے کہ میں دین اسلام چھوڑ دوں
اور تمہارے دین میں داخل ہو

لہ وفیات الاعیان ابن خلکان جلد ہفتم بیروت ۱۹۷۰ء

جاؤں۔ نصرانی نے اس کی بات
قبول کرلی اور وہ اس کے ساتھ
قسطنطنیہ چلا گیا شہنشاہ روم سے
وابستہ ہوگیا نصرانی بن گیا، اور
نصرانیت پر اسکی موت واقع ہوئی۔

اگر بالفرض محال یہ تسلیم کر لیا جائے کہ رسالہ غایتہ الامکان شیخ تاج الدین محمود اشنوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے تو یہ واقعہ نذر صابری صاحب کے قیاس کے مطابق کہ شیخ اشنوی چھٹی صدی ہجری کے اواسط میں پیدا ہوئے ہوں گے[1]۔ ان کی ولادت سے تیس چالیس سال قبل ہونا چاہیئے کیونکہ ابن خلکان نے واقعہ کا وقوع ۵۱۵ھ میں بیان کیا ہے۔ اس اعتبار سے کسی شخص نے شیخ اشنوی سے ابن السقاء بغدادی کا واقعہ بیان کیا ہوگا۔ اصولاً جیسا کہ ہمارے ہاں علم حدیث اور روایتِ حدیث کے زیرِ اثر طریقہ رہا ہے شیخ پر لازم تھا کہ وہ رسالے میں ماخذ علم کو ظاہر کرتے کیونکہ ان سے قبل اور ان کے بعد اکابر کی یہی روش رہی ہے اور حزم و احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے ابن خلکان کی بدیہی مثال موجود ہے انہوں نے اپنے راوی کا نام ظاہر کر دیا ہے۔ کون ہے جو شیخ اشنوی کے بارے میں یہ بدگمانی کرے کہ انہوں نے اکابر کی راہ سے روگردانی کی اور حزم و احتیاط سے کام نہیں لیا لیکن رسالے میں جس نہج سے اس واقعہ کو قلمبند کیا گیا ہے اس سے یہ حقیقت کہیں ظاہر نہیں ہوتی کہ صاحب رسالہ کی اطلاع کا ماخذ کیا ہے اور اس کا راوی کون ہے بلکہ عبارت کا طور اسی قسم کا ہے کہ لکھنے والا اس کا عینی شاہد ہے اور وہ سوائے عین القضاۃ ہمدانی کے کوئی دوسرا

---

[1] غایت الامکان شائع کردہ نذر صابری مقدمہ صہ

نہیں ہو سکتا کیونکہ وقوع واقعہ کے وقت ان کی عمر ۲۳ سال تھی[1]۔ وہ اور ابو الفضل صافی بن عبداللہ اس کے راوی ہیں لہٰذا عین القضاۃ کو دائماً تردید کے بجائے دائماً تائید حاصل ہوگئی کہ وہی رسالہ "غایۃ الامکان فی درایۃ المکان" کے حقیقی مصنف ہیں جس عبارت کا مذکورہ سطور میں ذکر کیا گیا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں تاکہ جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس کی توثیق ہو جائے۔

"و متکلم دلیل توحید می گوید و فرامی نماید کہ موقن است و اندرون بشک وشبہت آگندہ وابن السقاء بغدادی برکنار دجلہ ایستاد و صد دلیل بر توحید و وحدانیت حق بولا فرو خواند پس ترسا شد و سوگند یاد کرد کہ بعدہٗ ہر دلیلی کہ بر توحید گفتہ ام دلیلی بر ثالث ثلاثہ بگویم. اگر یک دلیل از دلائل توحید براو روشن شدہ بودی ھمانا کہ ہرگز اورا ایں واقعہ نیفتادی"[2]۔

اور متکلم توحید پر دلیل لاتا ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ وہ توحید پر یقین رکھتا ہے۔ لیکن اس کا باطن شک و شبہ میں آلودہ ہوتا اور ابن السقاء بغدادی نے ساحل دجلہ پر کھڑے ہو کر تقریر کی اور حق تعالیٰ کی توحید اور وحدانیت پر پے در پے سو دلائل دیے اس کے بعد مشرک ہوگیا اور قسم کھا کر کہا کہ اب ہر اس دلیل پر جو توحید کے بارے میں میں نے دی ہے تثلیث کے تیسرے پر دوں گا اگر دلائل توحید میں سے ایک دلیل بھی اس پر

---

[1] رحیم فرمنش، ڈاکٹر: احوال و آثار عین القضاۃ ص۶۵ تہران ۱۳۲۱ش
[2] غایۃ الامکان فی درایۃ المکان ص شائع کردہ ڈاکٹر رحیم فرمنش

روشن ہوتی تو اسے ہرگز یہ واقعہ
پیش نہ آتا۔

صابری صاحب نے طرزِ نگارش کی بات بھی ادھوری چھوڑ دی ہے طرزِ نگارش کی ایسی مثالیں جن سے عین القضاۃ ہمدانی کے صاحب رسالہ ہونے کی تردید ہو سکتی ہو پیش نہیں کی گئی ہیں بہرحال جب طرزِ نگارش کا پہلو زیر بحث آئے گا تو عین القضاۃ کی فارسی تصانیف کے اقتباسات جن کا گذشتہ صفحات میں وعدہ کیا گیا ہے پیش کئے جائیں گے، جن کے مطالعہ سے قارئین پر اُن تصانیف اور رسالہ مذکور کے طرزِ نگارش کی یکسانیت اور مماثلت واضح ہو جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ لیکن اس سے قبل مذکورہ رسالے سے ایک اور داخلی شہادت پیش کی جا رہی ہے جس سے یہ بات یقین کی حد تک ثابت ہو جاتی کہ رسالہ" غایۃ الامکان فی درایۃ المکان" کے مصنف عین القضاۃ ہمدانی ہی ہیں۔

غایۃ الامکان کی دوسری داخلی شہادت جو عین القضاۃ ہمدانی کے حق میں ہے اور کسی طرح شیخ تاج الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ پر منطبق نہیں ہوتی یہ ہے کہ شیخ تاج الدین محمود ابنائے زمانہ کے عناد اور حسد کے اس طرح ہدف نہیں بنے کہ ان کی تکفیر کی گئی ہو یا ان پر الحاد و زندقہ کی تہمت دھری گئی ہو۔ شد الازار اور نفحات الانس جن کا حوالہ صابری صاحب نے بھی اپنے مقدمہ میں دیا ہے اس نوعیت کے ذکر سے خالی ہیں جب کہ اکثر تذکرہ نگاروں نے اور حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۲۵ھ کے ملفوظات میں عین القضاۃ پر کئے گئے مظالم کی نشاندہی کی ہے۔
یہاں شد الازار، نفحات الانس، طرائق الحقائق اور فوائد الفواد کے اقتباسات پیش کرنے کے بعد غایۃ الامکان کی وہ عبارت جسے شہادت ثانیہ کہا گیا ہے پیش کی جاتی ہے شد الازار میں مندرجہ ذیل حالات بیان کئے گئے ہیں۔

"تاج الدّین اشنہی ۔ اطلاع
درست روشنی از احوال ایں
شخص درجای بدست نیاوردیم
ولی گمان میکنیم بظن بسیار قوی کہ
ایں شیخ تاج الدین الاشنہی
باید پدر شیخ صدرالدین محمد اشنہی
سابق الذکر در ص ۳۰۷ حاشیہ ۸
باشد کہ بنقل از وصّاف شمّۂ
از احوال او را در آنجا ذکر نمودیم
در کتاب "تحفۃ العرفان فی
ذکر سید الاقطاب روزبہان"
در فصل مشائخی کہ معاصر با شیخ
روزبہان بقلی (متوفی در ۶۰۶ھ
بودہ اند ولی با او ملاقات
نہ کردہ بودہ اند حکایتی ممتع راجع
بیکی از ایشاں موسوم بشیخ الاسلام
تاج الدین محمود اشنہی نقل می
کند بروایت از پسر او شیخ
صدرالدین محمد اشنہی کہ بواسطۂ
طول حکایت از نقل آں صرف
نظر گردید در مجمل فصیحی خوافی در

ہمیں کسی جگہ ان صاحب کے
حالات زندگی کے بارے صحیح
اور واضح معلومات حاصل
نہیں ہوئیں لیکن بہت ہی قوی
قیاس پر ہمارا خیال ہے کہ یہ
شیخ تاج الدین اشنہی شیخ
صدرالدین محمد اشنہی کے والد
ہوں گے جن کا ذکر اس کتاب
کے ص ۳۰۷ حاشیہ ۸ میں پہلے
ہی آچکا ہے اور وہاں ہم نے
ان کے بہت کم حالات وصّاف
سے نقل کئے ہیں۔ کتاب
"تحفۃ العرفان فی ذکر سید الاقطاب
روزبہان" کی اس فصل میں جس
میں شیخ روزبہان (متوفی ۶۰۶ھ)
کے ہم عصر ان مشائخ کا ذکر ہے
جن سے شیخ کی کبھی ملاقات
نہیں ہوئی ایک ممتع حکایت
ان میں سے ایک شیخ کے بارے
میں جو شیخ الاسلام تاج الدین
محمود اشنہی کے نام سے موسوم تھے

حوادث ۶۴۶ھ در ترجمہ احوال
شیخ سیف الدین باخرزی
متوفی در ۶۵۹ھ گوید کہ وی
خرقۂ تبرک از دست شیخ
تاج الدین محمود بن حداد الاشنہی
پوشیدہ است[1]"

ان کے فرزند صدر الدین محمد اشنہی
کی روایت سے نقل کی ہے،
جسے بہ سبب طوالت صرف نظر
کیا گیا ہے فصیحی خوافی مجمل
میں ۶۴۶ھ کے حالات کا ذکر
کرتے ہوئے شیخ سیف الدین
باخرزی متوفی ۶۵۹ھ کے احوال
کے تحت بیان کرتے ہیں کہ
انہوں نے شیخ تاج الدین محمود
بن حداد اشنہی سے خرقۂ تبرک
(یعنی خلافت) پہنا ہے۔

حضرت مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۸۹۸ھ نے سلطان مجد الدین
طالبہ رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں شیخ محمود اشنوی کے بارے میں تحریر فرمایا ہے۔

"چوں وی را وفات رسید در
اندرون شہر ہرات تلامذہ خشک
و فیروز آباد دفن کردند و شیخ محمود
اشنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کہ صاحب
رسالہ غایت الامکان فی معرفتہ
الزمان والمکان ست در گنبد
مقبرہ وی مدفونست و این

جب ان کی وفات ہو گئی تو
خشک اور فیروز آباد کے تلامذہ
نے انہیں اندرون شہر ہرات
دفن کر دیا اور شیخ محمود اشنوی
(اللہ ان پر رحم فرمائے) جو رسالہ
غایت الامکان فی معرفتہ الزمان
والمکان کے مصنف ہیں انہی

---

[1] ابوالقاسم معین الدین جنید شیرازی شد الازار مرتبہ علامہ محمد قزوینی ص ۲۵۲ حاشیہ ۴ طہران ۱۳۲۸ ش

شیخ محمود از اصحاب و تلامذہ
مولانا شمس الدین محمد بن
عبدالملک دیلمی است رحمہ اللہ
تعالیٰ کہ از اکابر مشائخ و محققان
ست و سخن در حقیقت زماں و
تحقیق آں چنانچہ در مصنفات
دیگراں کم یافت شود[1]"

کے مقبرہ میں دفن ہیں اور یہ
شیخ محمود مولانا شمس الدین محمد بن
عبدالملک کے (اللہ ان پر رحم
فرمائے) شاگرد ہیں مولانا شمس الدین
اکابر مشائخ اور محققین میں سے
ہیں اور ان کی تصانیف میں
زمان کی حقیقت اور اس کی
تحقیق سے متعلق جو باتیں بیان
ہوئی ہیں دوسروں کی مصنفات
میں کم ملتی ہیں۔

ڈاکٹر بہمن کریمی نے رسالہ یزداں شناخت کے دیباچے میں عین القضاۃ کے حالات میں تحریر کیا ہے:

"و ہمچنیں در طرائق الحقائق نقل
از تاریخ یافعی جزو حوادث سال
(۵۲۵ ہجری) آمدہ است در
ایں سال ابوالمعالی عین القضاۃ
عبداللہ بن محمد ہمدانی فقیہ علامہ
ادیب ذکی از کسانیکہ در ہوش
و ذکاء باو مثل زدہ میشد کشتہ
شد زیرا در سخنانش اشارت و

اور اسی طرح کا واقعہ تاریخ یافعی
سے (سال ۵۲۵ ہجری) کے
واقعات سے متعلق طرائق
الحقائق میں نقل ہوا ہے۔
اس سال ابوالمعالی عین القضاۃ
عبداللہ بن محمد ہمدانی فقیہ علامہ
ادیب جو ایسے لوگوں میں سے
تھے جن کی عقل اور ذکاوت

---

[1] جامی عبدالرحمٰن مولانا نفحات الانس من حضرات القدس صفحہ ۲۲۷ نول کشور لکھنؤ ۱۹۱۰ء

رموزی بود کہ مردم در نمی یافتند
و ادرا بکفر و زندقہ نسبت می
کردند[1]"

میں مثال دی جاتی ہے قتل
کر دیے گئے کیونکہ ان کے
اقوال میں ایسے اشارات اور
رموز تھے جنہیں لوگ نہیں سمجھ
سکے اور ان کی نسبت کفر و
زندقہ سے کرتے تھے۔

"بندہ عرض داشت کرد کہ
مکتوبات عین القضاۃ ہمدانی
ہم نیکو کتابیست ولی بتمامی
ضبط نمی شود فرمود آری کہ آں
را از سر حال بنشتہ است
از سر وقت کہ اورا بود بنشتہ
بعد ازاں بر لفظ مبارک راند کہ
او بست و پنج سالہ بود کہ ادرا
بسوختند۔ عجب کاری دراں
سن کہ غایت قوت جوانیست
و اورا چنداں شغل و تعلق بحق
بود بس عجب کاری بود آں[2]"

بندے نے عرض کیا کہ مکتوبات
عین القضاۃ ہمدانی بھی بڑی اچھی
کتاب ہے لیکن پوری طرح
گرفت میں نہیں آتی۔ فرمایا یہ
ٹھیک ہے انہوں نے اسے
ایک خاص حال میں لکھا ہے
اور ایک خاص وقت میں جو
ان پر آتا تھا اس میں اسے لکھا
ہے بعد ازاں آپ نے زبانِ
مبارک سے ارشاد فرمایا کہ وہ
پچیس برس کے تھے کہ انہیں
جلا دیا گیا اس عمر میں یہ عجیب
و غریب کارنامہ قوت جوانی

---

[1] رسالہ یزداں شناخت، دیباچہ ص ی
[2] حسن علاء سجزی، فوائد الفواد جلد اول مجلس سی و سوم ص ۱۴۲-۱۴۳ لاہور ۱۹۶۶ء

کی انتہا ہے۔ انہیں حق تعالیٰ
سے اس درجہ تعلق اور اس کی
ذات میں اتنا انہماک تھا یہ
ان کا عجیب وغریب کارنامہ
ہے[له]۔"

غایۃ الامکان کی تصنیف کا سبب بیان کرتے ہوئے صاحب رسالہ نے وہ حقیقت بھی ظاہر کردی ہے جو ان کے اور معاندین کے مابین باعث نزاع بنی اور اس رسالے کا موضوع بھی ہے:

"وقتی در اثنای سخن وحالتی گرم	ایک دفعہ بر سبیل تذکرہ جب
برزبان ما برفت کہ لفظ مکان	گفتگو زوروں پر تھی ہماری
در اخبار آمدہ است آں را	زبان سے نکل گیا کہ لفظ مکان
انکار نباید کرد ولیکن مکان ہر	چونکہ احادیث میں آیا ہے اس
چیزی بباید شناخت تا تشبیہ	کا انکار نہ کرنا چاہیئے لیکن ہر چیز
از راہ برخیزد، پس جماعتی	کے مکان کو جاننا پہچاننا چاہیئے
کوردلاں وشوربختاں از سر	تاکہ تشبیہ کا گمان باقی نہ رہے
تعصّب وحسد وعناد وجحود	بس یہ کہنا تھا کہ شوربختوں اور
ایں کلمہ را دست آویز کردند و	کوردلوں کی ایک جماعت نے
برنجانیدن ما میاں دربستند	تعصّب اور حسد، عناد اور
ورقم تشبیہ برما کشیدند وبتکفیر	انکار کی راہ سے اس بات کو

[له] یہ ترجمہ پروفیسر محمد سرور کے فوائد الفواد کے اردو ترجمہ سے نقل کیا گیا ہے ص ۱۰۶
لاہور ۱۹۷۳ء طبع دوم

ماحکم دادند و فتویٰ دادند "تا
ناچار از بہر اظہار برائت ساحت
خود از غبار تشبیہ ایں مخدرۂ
عذرا را بر آں عنیناں علم
طبیعت عرض بایست کرد
و ایں یوسف با جمال را بداں
کوردلاں جلوہ بایست داد"[1]

دستاویز بنایا اور ہمیں تکلیف
پہنچانے پر کمربستہ ہوگئے اور ہم
پر تشبیہ کا الزام اور کفر کا حکم
لگایا اور فتویٰ دے دیا۔ تب
مجبوراً اپنی ذات کی برائت
کے لئے اس پردہ نشین دوشیزہ
کو تشبیہ کے غبار سے نکال کر
ان نامرد طبع والوں پر ظاہر کرنا
پڑا اور اس یوسفِ پُر جمال
کا جلوہ ان کوردلوں کو دکھانا پڑا۔

جیسا کہ اس سے قبل عرض کیا جا چکا ہے اور اب پھر تسلسل مضمون کے خیال سے اعادہ کیا جاتا ہے شد الازار اور نفحات الانس کے بیان کے سے کہیں یہ بات ظاہر نہیں ہوتی کہ شیخ محمود اشنوی پر تکفیر کا حکم اور الحاد و زندقہ کا فتویٰ عائد کیا گیا ہو اگر ایسا ہوتا تو ابو القاسم معین الدین جنید شیرازی اور مولانا جامی علیہ الرحمتہ اس امر کی نشاندہی ضرور کرتے علاوہ ازیں کسی محقق نے بشمول سعید نفیسی شیخ محمود اشنوی پر کفر کے فتوے یا علمی نزع کا ذکر نہیں کیا ہے[2] ان حالات میں وہ شخص کون ہو سکتا ہے جس پر اس کے دینی معتقدات کی بنا پر کفر کا فتویٰ صادر کیا گیا ہو اور وہ اپنے معاندین کے بے جا الزامات کا ذکر کرکے اپنی برائت کے مسئلے کے مالہ و ماعلیہ پر ایک رسالہ تصنیف

---

[1] غایت الامکان فی درایۃ المکان ص۴۲ شائع کردہ ڈاکٹر رحیم فرمنش تہران ۱۳۳۹ھ ش
[2] ملاحظہ فرمائیں تاریخ نظم و نثر در ایران و در زبان فارسی جلد اول ص۲۸۱
جلد دوم ص۷۵۰ از سعید نفیسی طہران ۱۳۴۴ھ ش

کرے ،ظاہر ہے کہ وہ عین القضاۃ ہمدانی ہی ہوسکتے ہیں جو اپنی برملا گوئی اور حقیقت یابی کے جرم میں دار پر چڑھائے گئے اور پھر ان کے تن مردہ کو سپردِ آتش کر دیا گیا۔[1]

بنا کردند خوش رسمے بہ خاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

صابری صاحب نے شیخ محمود اشنوی کے صاحب رسالہ ہونے کے سلسلے میں ایک اور قیاس حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے ظاہر کیا ہے جس کی تنقیح کا فرض ادا کرنا بھی ضروری ہے صابری صاحب فرماتے ہیں:

"رسالہ کے اثرات کا اولین اظہار جو نوکِ قلم پر آیا خواجہ محبوب الٰہی دہلوی ۲۵، کے ہاں ملتا ہے۔ میر خورد نے سیر الاولیاء میں ان کی ایک تحریر نقل کی ہے جو دراصل اسی رسالے کا موجز و ملخص ہے لیکن اس میں کسی وجہ سے زمان و مکان الٰہی کے مباحث شامل نہیں ہیں۔ خیال ہے کہ یہ رسالہ آپ کو شیخ سمرقندی بدرالدین سے عاریتاً ملا ہو گا جو شیخ سیف الدین باخرزی کے خلیفہ اور برصغیر میں سلسلۂ فردوسیہ کے موسس اعلیٰ ہیں۔"[2]

الفاظ تحریر پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پہلو کی حیثیت ایک احتمال سے زیادہ نہیں۔ ساری بات فعل ماضی شکی پر ختم ہوئی ہے اور قوت یقین سے عاری ہے حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اور ملفوظات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے عین القضاۃ ہمدانی کی تین تصانیف کو بالیقین ملاحظہ فرمایا ہے جن میں سے مکتوبات عین القضاۃ کا ذکر گزشتہ سطور میں آچکا ہے: دوسری تصنیف ———

---

[1] رسالہ یزداں شناخت دیباچہ صہ
[2] غایت الامکان فی معرفت الزمان والمکان شائع کردہ نذر صابری مقدمہ صہ

غایۃ الامکان جس کا خلاصہ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریری یادداشتوں میں میرخورد کرمانی (متوفی ۷۷۰ھ) کو ملا اور جسے انہوں نے سیرالاولیاء میں بہ عنوان نکتہ فضیلت بر مکان بر مکان و زمان بر زمان و حقیقت زمان و مکان شامل کر دیا ہے[1] تیسری کتاب لوائح عین القضاۃ ہمدانی ہے اس کی شہادت بھی سیرالاولیاء میں موجود ہے۔ یہ فرمودات عشق کی خصوصیات اور اس کے ثمرات کے بارے میں ہیں۔ لوائح اور سیرالاولیاء کے اقتباسات بطور اثبات دلیل پیش کئے جاتے ہیں۔

ملفوظ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ	لوائح عین القضاۃ ہمدانی
"حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہٗ می فرمود العشق آخر درجات المحبت والمحبت اول درجات العشق و می فرمود کہ عشق از عشقہ اند۔ این عشقہ گیاہ است کہ در باغہا روید و بدرخت بر رود۔ اول بیخ خویش در زمین سخت کند پس شاخہا بر آرد و بر درخت پیچد ہمچنیں می رود تا جملہ درخت را فرا گیرد و چنانش در شکنجہ کشد کہ می درمیاں رگہائی درخت نماند ہر بادی کہ بواسطۂ	"آنچہ عشقہ بر شجرہ می پیچد تا اورا از بیخ بر می آرد و نداوست اورا در خود می آرد نہ از عداوتست و نہ از محبت، خود خاصیت اوآنست کہ با ہر شجرہ کہ دست در مکر آرد اورا از بیخ بر آورد ہمچنیں عشقہ عشق بر شجرۂ نہاد روح عاشق ازاں می پیچد تا اورا از بیخ ہستی بر آرد و لطافت اورا در خود آرد زیرا کہ خاصیت او آنست کہ با ہر کہ در آمیزد خون او بریزد۔ اورا با کس عداوت

---

[1] میرخورد کرمانی سیرالاولیاء ص ۵۷۷ لاہور ۱۹۷۸ء

نیست و محبت ہم نہ ۔ ہر اثر کہ
ظاہر کند بخاصیت وجود کند نہ
باختیار د آنک عاشق را در عشق
اختیار نمی ماند سر این معنی است[1]"

آب و ہوائی آں بداں درخت
می رسد تاراج کند تا آنگاہ کہ درخت
خشک شود و می فرمود چوں عشق
در آدمی پیچد از وی جدا نشود تا
انسانیت را باطل نکند چنانکہ
عشقہ بر درخت پیچد درخت
را خشک کند، عشق بر آدمی
ہماں کند کہ عشقہ بر درخت[2]"

حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تینوں تصانیف (مکتوبات ، غایۃ الامکان . . . . . اور لوائح) کس ذریعہ سے حاصل فرمائیں اس پر بغیر ثبوت محکم کے قیاس آرائی اور گمان سازی تحقیق کے نقطۂ نظر سے بے عیار ہے ۔ محض اس قیاس سے کہ شیخ بدرالدین سمرقندی متوفی ۶۹۸ھ سے رسالہ غایۃ الامکان محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے عاریتاً لیا ہوگا یہ رسالہ شیخ محمود اشنوی کی تصنیف کس طرح ثابت ہو سکتا ہے بلکہ اس سے تو دوسرے قیاس کو تقویت ملتی ہے کہ عین القضاۃ کی یہ تینوں تصانیف ایک جلد میں تھیں اور حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ایک ساتھ ملاحظہ فرمایا اور عین القضاۃ کے لئے کلمات خیر ادا فرمائے جو گزشتہ اقتباسات میں پیش کئے جا چکے ہیں لیکن یہ قیاس بھی کس لئے کیا جائے جبکہ دلائل سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ رسالہ غایۃ الامکان فی درایۃ المکان عین القضاۃ ہمدانی

---

[1] رسالہ لوائح عین القضاۃ ہمدانی ص ۱۲-۱۳ مشمولہ احوال و آثار عین القضاۃ شائع کردہ ڈاکٹر رحیم فرمنش تہران ۱۳۳۸ ش

[2] سیر الاولیاء ص ۲۷۰

کی تصنیف ہے شیخ تاج الدین محمود اشنوی سے بلا ثبوت منسوب کر دی گئی ہے ۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب

اب اس مسئلے کا وہ پہلو جسے دانستہ طور پر موخر کیا گیا ہے پیش کیا جا رہا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ سب سے پہلے عین القضاۃ ہمدانی کی تصانیف کے موضوعات بشمول غایتہ الامکان بیان کئے جائیں گے ، ان کے تخلیقی رویے کے بارے میں کچھ عرض کیا جائے گا بعد ازاں ان کے اسلوب ، لب ولہجہ اور طرز نگارش پر گفتگو ہو گی اور ان کی تصانیف سے ایسی مثالیں اور اقتباسات معہ غایتہ الامکان پیش کئے جائیں گے ، جو ان کی طرز خاص کا مظہر ہوں ساتھ ہی ساتھ یہ اعتراف بھی ضروری ہے احقر راقم السطور کو صاحب زبان یا زبان داں ہونے کا دعویٰ نہیں ہے مطالعہ کتب سے جو ذوق و شعور حاصل ہوا ہے اپنی علمی بے بضاعتی اور کم مائیگی کے احساس کے ساتھ اہلِ نظر کی خدمت میں پیش کئے دیتا ہوں ، ردّ و قبول کا فیصلہ بھی وہی فرمائیں ۔

سب کے جوہر نظر میں آئے دَرد
بے ہُنر تو نے کچھ ہُنر نہ کیا

عین القضاۃ ہمدانی کی تصنیفات کے موضوعات اگر مختصر لفظوں میں بیان کئے جائیں تو ایمانیات اور عشق و فنائیت ہیں ۔ یہ ایک اصل ہے باقی سب اس کی فرع ہیں ۔ ان کی تصنیفات میں بہت کم کتابیں یا رسالے شائع ہوئے ہیں اکثر تصانیف غیر شائع ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض نایاب ہو گئی ہوں بہر حال ڈاکٹر رحیم فرمنش نے مولفات عین القضاۃ میں جن تصنیفات سے استفادہ کیا ہے انہوں نے اپنے مقالے میں ان کا ذکر کر دیا ہے ، علاوہ ازیں انہوں نے شکوی الغریب میں درج شدہ تمام تصانیف کی فہرست بھی فراہم کر دی ہے[۱] ۔ یہاں ان تصانیف کی تفصیل پیش کی جاتی

---

[۱] احوال و آثار عین القضاۃ ص ۱۱۱-۱۱۶

ہے جن سے ڈاکٹر صاحب موصوف نے استفادہ کیا اور احقر راقم السطور نے بھی حسب استطاعت فائدہ حاصل کیا ہے :

۱۔ رسالہ یزداں شناخت فارسی — اس رسالے کا موضوع معرفت الٰہی ، صفات الٰہی معرفت نفس اور نبوات ومعجزات و کرامات میں ڈاکٹر بہمن کریمی نے ۱۳۲۷ھ ش میں اسے تہران سے شائع کر دیا ہے ۔

۲۔ رسالہ جمالی فارسی — یہ رسالہ حسب صراحت ڈاکٹر فرمنش مکتوبات میں شامل ہے اور تمہید سے مستنبط ہوتا ہے کہ سلف صالحین کا مذہب اس کا موضوع ہے۔[۲]

۳۔ رسالہ لوائح فارسی — اس رسالے کو عین القضاۃ نے خواجہ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۱۷ھ کی تصنیف " سوانح " کی پیروی میں تحریر کیا ہے اور عشق اور کیفیات عشق اس کا موضوع ہے۔[۳]

۴۔ تمہیدات فارسی — احمد بن محمد کریم التبریزی نے اس رسالے کو شیراز سے ۱۳۳۲ھ ش میں شائع کیا

---

[۱] احوال و آثار عین القضاۃ ص ۱۰۲

[۲] ایضاً ص ۱۱۲

[۳] ایضاً ص ۱۱۳

ہے اس کا موضوع حقیقت قرآن ۔
طالب اس کے شرائط نبوت ۔ ولایت
ایمان ۔ افعال باری تعالیٰ ۔ فرق اسلام
وایمان ۔حقیقت نماز ۔ زکوٰۃ ۔صوم و
حج ۔حقیقت عشق ۔حقیقتِ روح
بعض احادیث کی شرح ہے۔[1]

۵۔ مکتوبات فارسی — ان کی تعداد ۱۳۱ ہے ۔

۶۔ غایت الامکان فی درایت المکان فارسی۔ — حقیقتِ توحید، حقیقت زمان و مکان الہٰی اس کا موضوع ہے ، ڈاکٹر فرمنش نے ۱۳۳۸ھ ش میں تہران سے شائع کر دیا ہے ۔

۷۔ زبدۃ الحقائق عربی، — نسخۂ خطی مملوکہ ڈاکٹر مہدوی ۔ اس کا موضوع اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا علم حقیقت ایمان ، نبوت و قیامت ہے۔[2]

۸۔ شکوی الغریب عربی — اس رسالے کو محمد بن عبد الجلیل نے ۱۹۳۰ء میں مجلہ آریاتیک میں شائع کیا ۔ رسالے کے آخر میں مذہب سلف کے علاوہ اللہ تعالیٰ ایمان

---

[1] احوال و آثار عین القضاۃ ص۱۱۸
[2] ایضاً ص۱۰۷

اور اس کی صفات نیز ایمان بالنبوۃ
اور ایمان بالآخرۃ پر روشنی ڈالی ہے[1]۔

مذکورہ کتابوں کی تفصیل موضوعات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ غایۃ الامکان فی درایۃ المکان بھی برادر تصانیف میں شامل ہے، غیریت اور اجنبیت کے داغ ندامت سے شرمسار نہیں ہے اس میں بھی گہرائی اور گیرائی موجود ہے جو عین القضاۃ کی تصانیف کا طرۂ امتیاز ہے اور ان کے تخلیقی رویے کا پرتو بھی اسی شان اور انداز سے منعکس ہے جس طرح ان کی دیگر تصانیف سے عکس ریز ہے۔

عین القضاۃ کا تخلیقی رویہ کیا ہے؟ اس نکتے کو سمجھنے کے لئے یہ حقیقت مدِ نظر رہے کہ وہ علمی خانوادے کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے والد بعہدۂ قضا مامور تھے[2]۔ خود ان کا لقب عین القضاۃ علم و فضل پر دال ہے۔ علم ظاہر کی اس آراستگی کے ساتھ ساتھ علم باطن کی دولت سے بھی انہیں حصہ ملا۔ وہ اپنے عہد کے دو بڑے شیوخ محمد بن حمویہ متوفی سنہ ۵۳۰ھ اور خواجہ احمد غزالی متوفی سنہ ۵۱۷ھ رحمہما اللہ تعالیٰ کے صحبت یافتہ اور تربیت یافتہ تھے[3]۔ نیز خود اپنے قول کے مطابق سوائے طلب فنا انہیں کوئی شغل نہ تھا[4]۔ ایسا شخص جب ان تمام محاسن کے ساتھ تصنیف و تالیف کی جانب متوجہ ہو تو کیسے کیسے دل آویز و دل کش عکس اس کے نوک خامہ سے منعکس ہو سکتے ہیں اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔ عین القضاۃ کی تالیفات نہ محض علم خشک و تجربۂ خود کا پشتارہ ہیں اور نہ جذب عشق و دروں بینی کی ایسی پردازیں جو اہمال و ابہام پر منتج ہوں اور قاری سرگشتگی و توحش سے سراسیمہ ہو جائے بلکہ ان کی تحریروں میں مد و جزر کا ایسا حسین امتزاج ہے جو قاری کے لئے باعث کشش ہے وہ بنیادی طور پر ایک صوفی

---

[1] احوال و آثار عین القضاۃ ص ۱۶۴
[2] نفحات الانس ص ۲۶۶
[3] فوائد الفواد ص ۴۲
[4] نفحات الانس ص ۲۶۶

متکلم ہیں جن کا علم کلام معتزلہ کے مانند بے جا ورزش ذہنی نہیں ہے بلکہ ایسی روشنی ہے جسے اقبال نے دانش نورانی کہا ہے۔ ان کی تصانیف میں بشمول غایۃ الامکان ایسے حصّے آتے ہیں جہاں محسوس ہوتا ہے کہ ایک شعلۂ نور اعماق قلب سے نمودار ہوا ہے اور آن کی آن میں قاری کو استعجاب اور مسرتوں کی کیفیات سے ہمکنار کرتا ہوا دور بہت دور اپنی اصل سے واصل ہونے کے لئے فضائے بسیط میں گُم ہو جاتا ہے۔ یہ عین القضاۃ کے تخلیقی عمل کا انداز و رویّہ ہے۔ جس کے باعث صاحب طرز ادیب کہلائے جانے کے مستحق ہیں۔ غایۃ الامکان اور لوائح سے دو اقتباس ملاحظہ فرمائیں دونوں میں جذب باطن اور سوز دروں کی حد درجہ یکسانیت اور مماثلت ہے۔

غایت الامکان:۔ "آری جانا تا کی گرد عالم پوئی و از زیر و بالا سخن گوئی خلاصۂ وجود توئی و سرچشمۂ شہود توئی، در وجود خود نگر و فی انفسکم افلا تبصرون تا ہرچہ در کل عالم اثبات کردی در وجود خود عیاں بینی کہ فتوح و دولت تو اینجاست۔ بوفای مسلمانی بر تو کہ ایں فصل را مسلماں وار بنیوش و حلہ حرمت و حضور در پوش تا بدانی بل کہ بہ بینی کہ آنکہ ناگزیر تست درمیان جان و دل تست[1]۔"

رسالہ لوائح:۔ "عشق روی در خود آرد پس ہو شاہد است و ہو مشہود و عشق خود را شناسد پس ہو عارفست و ہو معروف، در ہوا خود پر دو شکار از عالم خود کند پس ہو شکارست و ہو صیاد، آنچہ بایدش در عالم خود یابد پس ہو طالبست و ہو مطلوب، نظر از خود برندارد و بر کسی نہ گمارد پس ہو قاصد است و ہو مقصود[2]۔"

---

[1] غایت الامکان فی درایت المکان ص ۳۱
[2] احوال و آثار عین القضاۃ ص ۱۷۲ لوائح ص ۳۵

اہلِ نظر اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ لب ولہجہ قطعی طور پر ذاتی اور شخصی ہوتا ہے۔ میرؔ نے اس شعر میں اسی حقیقت کو بیان کیا ہے ؎

ہم سے خوش زمزمہ کہاں یوں تو
لب ولہجہ ہزار رکھتے ہیں

انگریزی تنقید میں ایک قول بہت معروف ہے، ناقدینِ ادب نے اسے بار بار دہرایا ہے "اسلوب شخص کا لباس نہیں بلکہ خود شخص ہی ہوتا ہے"۔ نیز اہلِ نظر اس راز سے بھی آشنا ہیں کہ لب ولہجہ وہ واحد خوبی ہے جس میں کسی طرح کی آمیزش کی گنجائش نہیں ہوتی اگر کوشش کی جائے تو فاعل کے پھوہڑپن اور بدسلیقگی کا اظہار کسی نہ کسی طور ہو ہی جاتا ہے یہاں عین القضاۃ کے مخصوص اسلوب اور لب ولہجہ کی چند مثالیں، یزداں شناخت، مکتوبات، لوائح، تمہیدات اور غایۃ الامکان سے دی جاتی ہیں جن میں مکمل طور پر اسلوب کی ہم آہنگی اور لہجہ کا اشتراک نمایاں ہے۔

یزداں شناخت:۔ "و این جوہر علوی را کہ بدین بزرگی بتو دادہ اند، او را بعلم وعمل بدرجۂ فرشتگان مقرب میتواں رسانید و سعادت ابدی حضرت سرمدی حاصل می تواں کرد۔ چرا برضد آں کنی و او را بدرجۂ سگ وخوک و گاؤ وخر رسانی؟ و از بہر خوردنی و پوشیدنی و جائی کہ روزی چند بعاریت بنشینی بے چارہ را در ہلاک و شقاوت ابدی افگنی؟ کہ مرد بحقیقت آنست کہ مردانہ وار روی بکار آں جہاں آورد چنانک فردای روز قیامت او را ندامت نباشد و ایں حال روحانی بمعنی و یقیں او را حاصل آید فکشفنا عنک غطائک فبصرک الیوم حدید"[1]

مکتوبات:۔ "و این قدر کہ در این چند مکتوب نوشتم اگرچہ سخت کودکانہ

---

[1] یزداں شناخت ص ۴۲

است عالمی بگردی و از ہیچ کس یک کلمہ از این نشنوی و تجربہ از
این نیز میکن کہ زیانی ندارد و از معانی صفات ازل ہر کجا کہ دعوی بینی
چیزی میپرس و این نوشتہ ہا پیوستہ میخوان و چنان مکن کہ یکبار
فرو میخوانی سرسری و از دست بدھی و بترس از این مکتوبہا در دست
نامستعدان نہادن مگر دانی کہ او را از این گفتنی است و بترس از آنکہ
این مکتوبہا ہمہ دیگران را بود و ترا از آن ہیچ نصیب نباشد[له]،
رسالہ لوائح :۔ شہباز محبت از شجر عزت در پرید بعرش رسید عظمت
دید در گذشت، بکرسی رسید وسعت دید در گذشت بہشت رسید
نعمت دید در گذشت، بخاک رسید محنت دید بروی نشست۔
کرد بیان از عالم خود ندا کردند و گفتند ای وصف پادشاہی ترا با خاک
یکدرجہ آشنائی، خاک را از توجہ نسبت روشنائی۔ گفت او محنت من
دارد من محبت نقطۂ کہ او بزیر دارد و من در زیر دارم و عشق در محلی کہ
اثبات یابد مرا و را زیر و زبر کند[له]"

فصل :۔ دیدۂ عقل از ادراک حقیقت عشق محجوب است عقل را قوت دید نور
عشق نباشد زیرا کہ عشق در مرتبۂ ماوراء عقل است و خود در طوری دیگر عقل را قوت
ادراک او نتواند بود عشق دریست در صدف جان نہان و جان در دریای قضا
غوص کردہ، عقل بر ساحل دریای قضا متوقف می شود و از خوف نہنگان بلا قدم
پیش نتواند نہاد۔ ای درویش عقل استاد مکتب معاش و معاد است اگر قدم درین
مکتب نہد اطفال این مکتب بآموختن ابجد عشق در کارش آرند عزیزی گفتہ است :

له احوال و آثار عین القضاۃ ص۱۴۶
له لوائح ص۱۳۱، ص۹۰

ابجد عشقت چو بیاموختم | پیرہن محنت وغم دوختم
کار غمت ہم زغمت ساختم | دام غمت ہم زغمم اندوختم
حاصل عشقت سہ سخن بیش نیست | سوختم و ساختم و توختم

تمہیدات :- "اوّل ما خلق اللہ نوری، نور او را ابتدا و منشاء ہمہ اختلافہا و قسمتہا کردند کہ فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ایں باشد دانم کہ ترا در خاطر آید کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) را ثمرۂ شجرۂ الٰہی می خوانند ایں چگونہ باشد اگر خواہی کہ شکست برخیزد نیک گوش دار اگرچہ از برای ایں سخن خونم بخواہند ریختن اما ہم دریغ نخواہم داشتن و بترک خود بخواہم گفتن دیگراں چوں کہ در بند خود بودند یارا و زہرہ گفتن نداشتند"[1]

تمہیدات :- دریغا کلمات آں جہانی را با لوح و کاغذ کو دکاں آوردم آں کس کہ ہنوز حرف نشاسد خط مغلوبات را خواندن جہل بود و دانستن مغلوب از وی تمنا باشد"[2]

غایۃ الامکان :- خداوندا ایں مخدرۂ غیبی را کہ ہزاراں سالست تا بحجاب عزت محتجب است و بنقاب نور از دیدہ اغیار مستور، بردست مشاطہ ہدایت و توفیق بر طالبانِ آخر الزماں جلوہ کن و تشنگان آخر الزماں را کہ در بیدای حیرت سرگردانند بردست ساقی لطف شربتی شافی فرست، عمر عالم بآخر رسید آخر ایں ۷ وساں چوں ماہ از بہر کدام شاہاں نام زدند؟ پادشاہا! ایں سر اعظم را و ایں بدلازم را بہ بیانی روشن و بتی مبین و مبرہن مقرون گرداں تا بود کہ گم گشتگان تیہ اعتبار و افتادگان غرقاب انکار و بیش صوزناں کہ در دریدن پوستین بندگان گرگ صفت

[1] چوں دانا، علین قضاۃ ص ۱۲۱
[2] ایضاً

گشتہ اند وخرمن عمل ریزۂ خود را بآتش غیبت می سوزند و بباد بدگمانی بر می دہند بنور دلالت تو از دلالت جہالت برہند یا دلیل المتحیرین و یا ارحم الراحمین[1]"

روشِ تحریر اور طرز نگارش کی چند اور مثالیں ان تصانیف کے دیباچوں سے دی جاتی ہیں جن کی یکسانیت اور مماثلت اظہر من الشمس ہے۔

رسالہ جمالی :۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، بہترین چیز ہا شکر است مر خدایرا کہ دارندۂ دو جہانست و دانندۂ آشکار او نہانست۔ بس درود بر مصطفیٰ کہ سید ولد آدم ست و رحمت ایں عالم است و آں عالم۔ و بر اہل بنیش کہ نور شریعت محمد اند و از جہت خدای تعالیٰ منصور و موئد اند۔ اما بعد بدانکہ چوں اہل ضلالت بسیار کس اند واجب دیدیم عنایت نمودن در بیان مذہبی کہ سلف صالح برآں بودہ اند و خواص و عوام رابداں اقتدا فرمودہ اند و کتابی کردیم دریں معنی بتازی و رسالہ علائیش نام کردیم از بہر خزانہ مولانا تاج الدین علاء الدولہ وچوں از کتاب بپرداختم ایں رسالہ بپارسی بساختم از بہر پادشاہ زادہ جمال الدین شرف الدولہ و ایں کتاب را نام رسالہ جمالی کردیم و تفصیلش در سہ فصل یاد کنیم ان شاء اللہ[2]"

رسالہ یزداں شناخت :۔ الحمد للہ رب العالمین وصلوۃ علی خیر خلقہ محمد و آلہ الاجمعین ، چوں ایزد تعالیٰ از جناب قدسی ازلی و بہ پردۂ غیب قدم ، بندۂ از بندگانِ خویش برگزید و لباس سعادت و حلیت کرامت

---

[1] غایت الامکان فی درایۃ المکان ص ۲۲-۲۳
[2] احوال و آثار عین القضاۃ ص ۱۱۱

در دی پوشانند ورقم اصطفیناہ فی الدنیا بر ناصیۂ او کشید، ظاہر ترین دلائل ایں عنایت ولائح ترین وسائل ایں رعایت آں بود کہ در اوایل کار، متاع وطیبات آں عالم بروی عرضہ کنند، و او را از آں نصیبی کامل وحظی وافر شامل گردانند۔ پس آں گاہ در میان حطام دنیا وزخارف ایں عالم کون وفساد او را بیا گاہند و بفیض علوی وتایٔید سماوی تحریکی وتنبیہی کنند تا او را محقق شود ویقین بداند کہ سعادت وکرامت سرمدی، سعادت وکرامت آں جہانیست ونعیم ملک حقیقی نعیم ملک جاودانی ، نہ سعادت ملک مجازی ایں جہانی۔ پس چوں ایں ضیعف را از مجلس عالی ایں حال معلوم بود واستعداد او در تحصیل شرف نفس می دیدم و صدق رغبت او بدانستن ایں علم شریف دانستم، خواستم کہ تقربی نمایم بحضرت او وتحفہ سازم مجلس او را، وحقی گردانم کہ بالای ہمہ حق ہاست بلکہ قدرت بشری از رعایت ایں حق قاصر ماند۔ ایں رسالت را بپارسی ساختم وتا ایں (زماں) از محققان حکما از متقدمان ومتاخران مانند ایں نساختہ اند۔ وایں رسالہ را نام یزداں شناخت نہادم و بر سہ باب قسمت کردم[۱]"

تمہیدات :۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سپاس خدای را کہ آفرید عالم را نہ از اصلی ونہ بر مثالی واستعانت بکردگار معینی یعنی بیاری او ومراد وی از آفریدن عالم نہ آں بود تا خود را منفعتی ازاں حاصل کند یا مضرتی از خود دفع گرداند بلکہ بآفریدن پیدا کردن قدرت وظاہر کردن علت را تا عاقلاں توفیق وی راہ یابند وبدانند کہ او سبحانہ

---

[۱] رسالہ یزداں شناخت ص ۲۰۱

تعالیٰ حی است و قدیم است و مرید است و سمیع است و بصیر است و متکلم است و حکیم است و قادر است و باقی و یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید۔ ہر چہ خواست کرد و ہر چہ خواہد کند نہ از طاعت مطیعاں احدیت اورا کمالی و آرائشی نہ از معصیت عاصیاں صمدیت اورا نقصانی و آلائشی۔ ہر کہ طاعت کرد آں نثاری بود کہ بر سر خود کرد و ہر کہ معصیت کرد آں تبری بود کہ بر پای خود زد۔ از تکاپوی آب و خاک مقدس است جلال او از گفتگوی خلائق منزہ است کمال او لم یلد و لم یولد و لم یکن لہ کفواً احد۔ و صد ہزاراں صلاۃ و صلوات و تحیات مبارکات بہ کالبد شریف و روح لطیف و خاک پاک آں صدر نبوت و تاج فتوت و ختم رسالت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم باد و بر خلفای نامدار و فرزنداں دی کہ ہمہ سادات ملت و مہتران شریعت اند وسلم تسلیماً کثیرا۔ اما بعد ایں کتاب را تمہیدات نام نہادیم و بدہ تمہید قسمت کردیم برای عارفان و ارباب تحقیق و واقفان معنی تا دریں تاملی شافی کنند و تفکری صافی نمایند تا تذکری ایشاں را حاصل گردواں شاء اللہ تعالیٰ[1]

غایۃ الامکان :۔" اعلم احسن اللہ تعلیمک و تفہیمک کہ چوں پادشاہ عالم تعالیٰ و تقدس بہ بندہ خیری خواہد اورا بخود آشنا گرداند و بقرب خودش بینا کند تا پیوستہ از قرب او اندیشد و ہموارہ اورا با خود و خود را با او بیند لاجرم حرمت و تعظیم صفت او گردد و اورا ہردم راحت و انس می افزاید و دولتی از نو حاصل می شود و ہر شقاوت و حرماں کہ بر در در آں

---

[1] احوال و آثار عین القضاۃ ص ۱۲۲-۱۲۳

راہ یافت از آں یافت کہ خود را بوہم وخطا وخیال فاسد از حضرت
مقدس او دور شمردند و بحجب غفلت از نواخت حضرت محجوب گشتند
وصفت قرب بوہم کثر ایشاں باطل نشود لیکن ایشاں از دولت قرب
وفوائد آں محروم ماندند و بسبب توہم بعد از آں حضرت ہزاراں بی ادبی
و لبوالعجبی از نہاد ایشاں سر برزد و مستوجب عذاب گشتند والعیاذ باللہ
.. .. نومید نیستم کہ صاحب دولتی از سر
درد و طلب دریں نوشتہ نگاہ کند و ازیں گنج معرفت برخوردار شود و ما
را بدعای خیر یاد دارد اکنوں پیش از شروع در غوص ایں رسالہ فصلی در
توحید بنویسیم تا عاقل منصف را معلوم شود کہ تشبیہ خود راہ روندگان
امکان ندارد چہ در چشم شہود ایشاں جز حق تعالیٰ ہیچ چیز را خود وجود
نیست و نتواند بود پس حق تعالیٰ را بچہ تشبیہ کنند چوں یا او خود ہیچ
چیز نیست و ایں مجموعہ را غایۃ الامکان فی درایۃ المکان نام کردیم
حق تعالیٰ ایں کتاب شریف را سبب زیادتیٔ ایمان و معرفت خوانندہ
وشنوندہ کناد و مارا فتنۂ خلق وخلق را فتنۂ ما مگرداناد بلطفہ و کرمہ
وسعتہ[1]"

عین القضاۃ کے اسلوب کی ایک خصوصیت مخاطبت و محاورہ ہے یہاں
تمہیدات مکتوبات اور غایۃ الامکان سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ یہ کہا جا سکتا
ہے کہ بہت سے ادیبوں نے پسندیدہ طرز کی تقلید کی ہے لیکن یہ مسئلہ تقلید کا نہیں اسلوب
اور لب ولہجہ کا ہے۔ صاحب طرز کا اسلوب ہمیشہ منفرد رہتا ہے اور جانا پہچانا جاتا ہے
غالب کی مثال موجود ہے ان کی طرز میں جعلی غزلیں اور خطوط لکھے گئے لیکن اہل نظر

[1] غایت الامکان فی درایۃ المکان ص ۱-۲-۳

نے اپنے ذوق کامل کی بنا پر اصل اور نقل کا فرق محسوس کر لیا۔ غایۃ الامکان اور تمہیدات سے جو مثالیں دی جا رہی ہیں ان میں بنیادی عنصر لب ولہجہ ہے جس میں نقل یا تقلید کا امکان پیدا ہی نہیں ہو سکتا چند جملوں ہی میں بات بگڑ جاتی ہے چہ جا ئیکہ پوری تصنیف کسی طرز اور لب ولہجہ کی تقلید ہو۔ اس اصول کے عرض کرنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ اگر شیخ محمود اشنوی نے غایۃ الامکان عین القضاۃ کے لب ولہجہ اور طرز کی پیروی میں تصنیف کی ہے تو یہ امکان محالات عقلی سے ہے بہر حال درج ذیل اقتباسات سے تمام امور واضح ہو جائیں گے:

تمہیدات:۔ "ای دوست دین وطالب کلمات حق الیقین بدان کہ از سوالات تو جواب خواہم گفتن یکی اللہ نور السموٰت والارض و دیگر اول ما خلق اللہ نوری سیم المومن مرآۃ المومن[۱]"

"ای دوست اگر خواہی کہ سعادت ابدی ترا میسر شود یک ساعت صحبت یک حلولی را در یاب تا بدانی کہ حلولی کیست[۲]؟"

"ای دوست اگر تو خواہی کہ اشکال تمام حل شود بداں ہر مذہبی کہ ہست آنگہ مقرر وثابت بود کہ قالب وبشریت بر جا بود و حکم و خطاب وتکلیف بر قالب است مادام کہ بشریت بر جا باشد[۳]"

"کامل الدولہ نوشتہ بود کہ در شہر میگویند کہ عین القضاۃ دعوی خدائی میکند وبقتل من فتوی میدادند۔ ای دوست اگر از تو نیز فتوی خواہند تو نیز فتوی بدہ من ہمہ را ایں وصیت می کنم کہ فتوی ایں آیہ

---

[۱] احوال و آثار عین القضاۃ ص ۱۲۴
[۲] ایضاً ص ۴۳
[۳] ایضاً ص ۵۱

نویسند وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوبہا وذروالذین یلحدون فی
اسمائہ من خود ایں قتل در سماع بدعانی خواہم"[۱]

مکتوبات :۔ "جواں مرداتاکی ؟ درخدمت شرف شاہ چرا خدمت خدای
تعالیٰ نکنی کہ ترا وشرفِ شاہ را از قطرہٴ بیافرید"[۲]

"ای عزیز اگر گویم شب و روز جز بمعصیت مشغول نیستی برنجی"[۳]

غایۃ الامکان :۔ "ای جواں مردی داں کہ ایں بیان کہ نوشتہ آمد کلید
گنجِ معرفت ست کہ بدست تو دادم بل کہ در خزانہٴ اسرار بکر ست
کہ بر تو کشادم"[۴]

"ای جوانمرد اگر تو کلمہٴ ندانی شنود بسبب تنگ حوصلگی علم تو
بود و چوں براں انکار کنی و گوئی ایں خود نیست پس مجال علم تنگ گشت
وبارگیِ ہنر لنگ شد"[۵]

"ای جوانمرد انصاف نمی دہی آخر اسرارِ صمدیت در مسائل
سلم و رہن و شفعہ و اجارت چگونہ محصور گشت و دانستن آں بر
اہل آں از چہ سبب روا نیست و چگونہ مقصور شد ای عجب"[۶]

تمام داخلی اور خارجی شواہد سے یہ ثابت ہوا کہ رسالے کا اصل نام "غایۃ
الامکان فی درایۃ المکان" ہے اور اس کے حقیقی مصنف عین القضاۃ ابوالمعالی
عبداللہ ابن محمد المیانجی الہمدانی ہیں۔ اس رسالے کے علاوہ انھوں نے چھوٹی بڑی
بیس[۲۰] کتابیں اور بھی تصنیف کی ہیں۔ دستیاب تصانیف کے مطابق ان کی تالیفات

۱؎ احوال و آثار عین القضاۃ ص۱۲۵ ۲؎ ایضاً ص۲۰ ۳؎ ایضاً ص۴۴
۴؎ غایۃ الامکان فی درایۃ المکان ص۱۱ ۵؎ ایضاً ص۵۲ ۶؎ ایضاً ص۵۴

کا موضوع ایمانیات، معرفت نفس، معرفت روح اور عشق ہیں۔ وہ ۴۹۸ھ میں
پیدا ہوئے اور ۵۲۵ھ میں قوام الدین ناصر بن علی ابوالقاسم درگزینی کے حسد و
عناد کا نشانہ بنے تختہ دار پر آویزاں کرنے کے بعد ان کے تن مردہ کو سپرد آتش
کر دیا گیا۔ غالباً کسی کاتب یا کسی شخص کی غلطی پر رسالہ غایۃ الامکان شیخ تاج الدین
محمود ابن خداداد رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب ہوگیا اور پھر مرور ایام کے سبب چند
دیگر بزرگوں کے نام سے بھی رسالہ مذکور کو نسبت دی گئی۔ بالآخر ڈاکٹر رحیم فرمنش
نے جب اپنا تحقیقی مقالہ" احوال و آثار عین القضاۃ" مکمل کیا تو یہ رسالہ بھی دریافت
ہوا اور انھوں نے اپنے تحقیقی مقالے کے ساتھ اس کو طبع کرا دیا اس رسالے سے متعلق
دیگر تفصیلات احقر راقم السطور کے دیباچے یا مقدمے میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اس مقدمے کی تکمیل کے سلسلے میں جناب فضل اللہ فاروقی صاحب نے
جو آجکل ہمدرد دواخانہ (وقف) کے کتب خانے میں ہیں بے حد تعاون کیا اور
ذاتی توجہ سے نوازتے رہے ان کا بہت ممنون ہوں۔ لیاقت نیشنل لائبریری
کے عملے نے احقر سے ہمیشہ تعاون کیا میں ان حضرات کے نام سے آشنا نہیں ان
کا بھی سپاس گزار ہوں۔ کراچی یونیورسٹی لائبریری میں اس رسالے کے ایک
مخطوطے کی فلم موجود ہے ان کے انچارج صاحب کا بھی شکر گزار ہوں کہ اس
فلم سے نقل کرنے کے سلسلے میں کوئی دقت پیش نہ آئی جناب حکیم محمود احمد برکاتی صاحب
جو اس احقر پر بہت زیادہ مہربان ہیں اور شفقت فرماتے ہیں ان کی سپاس گزاری
کے لئے الفاظ کہاں سے لاؤں اس مقدمہ کی تکمیل میں حکیم صاحب موصوف نے
استعانت فرمائی۔ میں عربی سے قطعاً نابلد ہوں جناب مولانا عمر احمد عثمانی سابق پروفیسر
اسلامیات گورنمنٹ کالج ناظم آباد نے میرے لئے عربی عبارتوں کے ترجمے کئے ان کے
لئے بے حد ممنون ہوں۔ محترم محمد بشیر قریشی مالک قریشی آرٹ پریس ناظم آباد کراچی

نے کامل اخلاص اور ہر طرح کی مالی منفعت سے بے نیاز ہو کر اس تالیف کی طباعت کا ذمہ لیا اللہ تعالیٰ انہیں اس حسن نیت کی جزائے خیر عطا فرمائے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں دست بدعا ہوں بار الہا اگر یہ تحریر حسنِ نیت اور دیانت علم کے ساتھ لکھی گئی ہے اور اس سے لوگوں کو کچھ فوائد بھی حاصل ہوں تو اس ناچیز تحریر کو قبول فرمائیں اور اگر اس تحریر کے کچھ نقصانات ہوں تو آپ اپنے فضل و کرم سے اسے رفع فرما دیں اور اپنے اس عاصی و خاطی بندے پر رحم فرمائیں اور اس کی خطا معاف فرما دیں۔ آمین

پنجشنبہ ۲۴ شوال ۱۴۰۲ھ	احقر
مطابق ۳ اگست ۱۹۸۲ء	لطیف اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وبہ نستعین رب تمم ۔ الحمد للہ الذی لا آخر لا ولیته ولا اول لاخریته ولا بطون لظاهریته ولاظهور لباطنیته ولا کیف لذاته ولا وصف لصفاته ولا مزاج لفوقیته ولاعلاج لصفته ولا این لمکانه ولاحین لزمانه ولا کنه لشأنه ولاحیث حیث هو ولا این این هو ولا متی حین هو هو کیف هو وهو کما ولا هو الا هو ولا هو بلا هو، ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ[1] وصلّی اللہ علیٰ محمّد سیّد الوریٰ ونبیه المصطفیٰ واله مصابیح الدجیٰ وسلم علیهم تسلیمًا کثیرًا ، قال اللہ تعالیٰ واذا سالك عبادی عنی فانی قریب اُجیب دعوة الداعِ[2] وقال تعالیٰ ونحن اَقربُ الیهِ مِن حبْلِ الورید[3] ۔ اعلم احسن اللہ تعلیمك وتفهیمك کہ چوں پادشاہ عالم تعالیٰ تقدس بہ بندہ خیری خواهد

---

1 سورۂ ۶ آیۂ ۱۰۲ 2 سورۂ ۲ آیه ۱۸۶ 3 سورۂ ۵۰ آیۂ ۱۶

اللہ کے نام سے شروع (کرتا ہوں) جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا (ہے)
اور ہم اسی کی مدد کے خواستگار ہیں اے رب (اسے) پورا فرما دے
ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے، جس کی اوّلیت کا آخر نہیں اور
جس کی آخریت کا اوّل نہیں اور جس کے ظاہر کا بطون نہیں اور جس کے بطون
کا ظہور نہیں اور نہ اس کی ذات کی کوئی کیفیت ہے اور نہ اس کی صفات کی
کوئی شرح ہے اور نہ اس کے فوق ہونے کی کوئی کیفیت ہے اور نہ اس کی صفت
میں کوئی نقص ہے اور نہ اس کے مکان کا کوئی ٹھکانا ہے اور نہ اس کے زمان کی کوئی
گھڑی ہے۔ وہ ہے جیسا بھی ہے۔ وہ ہے جہاں بھی ہے اور وہ نہیں ہے بجز اپنے
آپ اور وہ نہیں ہے بغیر اپنی ذات .... ذالکم اللہ
ربکم لا الٰہ الاّ ہو (یہ ہے اللہ تمہارا رب اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں) اور
محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم پر جو دنیا کے سردار، عالی رتبہ اور برگزیدہ ہیں اور ان کی آل
پر جو اندھیری رات کے چراغ ہیں، اللہ تعالیٰ کا درود ہو اور ان پر بہت بہت
سلامتی ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے' واذا سالک عبادی عنّی فانی قریب اجیب
دعوۃ الداع (اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں
تو قریب ہی ہوں منظور کر لیتا ہوں عرضی درخواست کرنے والے کی) اور اللہ
تعالیٰ کا ارشاد ہے' نحن اقرب الیہ من حبل الورید (اور ہم انسان کے اس قدر
قریب ہیں کہ اس کی رگِ گردن سے بھی زیادہ) اللہ تعالیٰ تم کو علم صحیح اور فہم درست
عطا فرمائیں جان لو کہ بادشاہِ عالم تعالیٰ وتقدّس، بندے کی بھلائی چاہتے ہیں

او را بخود آشنا گرداند و بقرب خودش بینا کند تا پیوسته از قرب او باندیشد و همواره او را باخود و خود را با و بیند، لاجرم حرمت و تعظیم صفت او گردد، و او را هر دم راحت و انس می افزاید و دولتی از نو حاصل می شود و هر شقاوت و حرمان که بمرور در آن راه یافت از آن یافت که خود را بوهم خطا و خیال فاسد از حضرت مقدس او دور شمردند و بحجب غفلت از نواخت حضرت محجوب گشتند و صفت قرب بوهم کژ ایشان باطل نشود لیکن ایشان از دولت قرب و فواید آن محروم ماندند و بسبب توهم بعد از آن حضرت هزاران بی ادبی و بد العجبی از نهاد ایشان سر برزد و مستوجب عذاب گشتند والعیاذ بالله.

سؤال : اگر گوئی که ذات مقدس از همهٔ صفات و سمات حدوث منزه است و مماسه و مقابله و محاذات اجسام و حلول در اجسام براد جایز نیست و حرکت و سکون و انتقال و تغیر و تقدر و تبعیض را بذات او راه نیست و نه بصفات او، قرب با نزهت و قدس او از همهٔ عوارض حدثان چگونه فهم کنیم.

جواب : گوئیم هرچه وهم بدان رسد و عقل آن را صورت کند و خیال آن را برانگیزد و فهم آن را دریابد ذات و صفات رب العالمین،

تو اس کو اپنے آپ سے آشنا کرتے ہیں اور اپنے قرب سے بینا کرتے ہیں تاکہ وہ بندہ مسلسل اس کے قرب کے خیال میں رہے اور مسلسل اللہ تعالیٰ کو اپنے ساتھ اور خود کو اس کے ساتھ مشاہدہ کرتا رہے (اس طرح) یقیناً حرمت و تعظیم اس کی صفت ہو جائے گی اور ہر دم اس کو راحت و اُنس میں ترقی حاصل ہوگی اور (اسے) از سرِ نو (یقین کی) دولت حاصل ہوگی، اور ہر بدبختی اور محرومی جو گزرتے وقت کے ساتھ بندوں میں راہ پاتی ہے اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے غلط وہم اور فاسد خیال کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ سے خود کو دور سمجھا اور غفلت کا پردہ پڑ جانے کی وجہ سے وہ بارگاہِ الٰہی کی نوازشوں سے محروم ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ کی صفتِ قرب ان کی کج وہمی سے باطل نہیں ہو سکتی البتہ وہ دولتِ قرب اور اس کے فوائد سے ضرور بے نصیب رہے چنانچہ اسی توہم کے سبب ان کے باطن سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں ہزارہا بے ادبی اور بوالعجبی نے سر اُٹھایا اور وہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے، العیاذ باللہ۔

سوال: اگر تم کہو کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مقدس تمام صفات اور حدوث (چیز کا موجود ہونا جو پہلے نہ تھی) کے نشانات سے منزّہ ہے اور اجسام کی خصوصیات کہ وہ ایک دوسرے سے متصل آمنے سامنے اور مقابل ہوتے ہیں یا اجسام کا ایک دوسرے میں حلول کرنا اس کی ذات پر جائز نہیں ہے اور حرکت و سکون اور انتقال تغیّر اور اندازہ اور حصّوں میں تقسیم اس کی ذات و صفات پر منطبق نہیں ہو سکتے تو اللہ تعالیٰ کے قرب کو اس نزہت اور پاکی کے ساتھ تمام عوارض سے [illegible] ہوئے کس طرح سمجھ سکتے ہیں۔

جواب: ہم کہتے ہیں، جہاں تک وہم کی رسائی ہے اور عقل ادراک کرتی ہے اور خیال اسے گرفت میں لاتا ہے اور فہم اس کو پاتی ہے، رب العالمین کی ذات ان تمام

از آں ہمہ منزہ مقدس و متعالی است و با این ہمہ از رگ جان تو بتو نزدیک تر است و از گویائی زبان تو بتو و از شنوائی گوش تو بتو و از بینائی چشم تو بتو و از دانائی دل تو بتو ، زیراکہ قرب مخلوقات بیک دیگر جز بمجاز نتواند بود چہ بعد در قرب مجازی گنج دارد یا بصورت یا بہ معنی یا بوہم ، و قرب حقیقی جز قرب حق تعالیٰ نیست زیراکہ قرب صفت اوست و صفت او جز حقیقت نباشد و قرب حقیقی آں باشد کہ بہ ہیچ وجہ قابل بعد نباشد نہ بصورت و نہ بہ معنی و نہ بوہم و نہ بہ خیال ، و فہم کردن قرب بدین کمال با تنزہ تقدس ذات حق تعالیٰ از ہمہ عوارض حدثان و سمات نقصان بہ غایت غامض و باریک است و این سر عزیز را فہم نتواں کرد جز بہ معرفت امکنۂ جسمانیات و روحانیات و ازمنۂ ایشاں تا معرفت قرب حق تعالیٰ برآں بنا افتد باکمال تقدس و تنزہ و نفی حلول و اتحاد و تشبیہ و شناخت این سر الاسرار کلید کنوز معرفتست و سبب رسیدن بہ حضرت مالک الملوک ، بایستی کہ ما این اسرار عزیز بزرگوار را در صمیم جان و سویدای دل مخزون و مکنون داشتیمی نہ از راہ بخل بلکہ از راہ عزت و نفاست و لیکن عذر در جلوہ کردن این مخدرہ آنست کہ وقتی در اثنای سخن و حالتی گرم بر زبان ما برفت کہ لفظ مکان در اخبار آمدہ است آنرا انکار نباید کرد و لیکن مکان ہر چیزی بباید شناخت

سے منزّہ، پاک اور بلند ہے اور ان تمام کے باوصف وہ تمہاری شہ رگ تمہاری زبان کی گویائی، تمہارے کان کی سماعت، تمہاری آنکھ کی بینائی اور تمہارے دل کی دانائی سے زیادہ نزدیک ہے کیونکہ مخلوقات کا ایک دوسرے سے قربِ مجازی ہی ہو سکتا ہے۔ قربِ مجازی میں دوری بھی شامل ہے خواہ یہ دوری صورت یا معنی یا وہم کسی حیثیت میں ہو۔ اور قربِ حقیقی کا اطلاق سوائے حق تعالیٰ کے نہیں ہوتا کیونکہ قرب اس کی صفت ہے اور اس کی صفت بجز حقیقت اور کچھ نہیں ہوتی اور قرب حقیقی وہ ہوتا ہے جو کسی سبب سے کبھی قابلِ بعد نہیں ہوتا۔ نہ صورت و معنی کی حیثیت سے نہ وہم و خیال کی حیثیت سے، اور ذاتِ حق تعالیٰ کی اس کمال تنزیہہ اور تقدس کے ساتھ اس کے قرب کو تمام عوارض اور نشانات کے نقص کے پیشِ نظر سمجھ لینا بہت ہی گہرا اور نازک معاملہ ہے۔ اور اس گرامی راز کو جسمانیات و روحانیات کے زمان و مکان کی معرفت کے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا۔ جب یہ بات سمجھ آجائیگی تو حق تعالیٰ کے قرب کی حقیقت کمال تنزیہہ و تقدس کے اثبات کے ساتھ اور حلول، اتحاد اور تشبیہ کی نفی کے ساتھ سمجھ میں آسکتی ہے۔ اس سرّالاسرار کی شناخت ہی معرفت کے خزانوں کی کنجی ہے اور مالک الملوک کی بارگاہ تک رسائی کا ذریعہ ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ ہم اس گرامی و بزرگ راز کو اپنے جان و دل کی گہرائیوں میں چھپا کر رکھتے، بخل کے سبب سے نہیں بلکہ اس راز کی نفاست و آبرو کے خیال سے لیکن کیا کریں، اس پردہ نشین کو جلوۂ عام پر لانے کی یہ وجہ ہوئی کہ ایک دفعہ برسبیلِ تذکرہ جب گفتگو زوروں پر تھی، ہماری زبان سے نکل گیا کہ لفظ مکان چونکہ احادیث میں آیا ہے[1]، اس کا انکار نہ کرنا چاہیئے لیکن ہر چیز کا مکان پہچاننا چاہیئے تاکہ تشبیہ

---

[1] مثلاً حدیث قدسی میں "وارتفاع مکانی"، اور ایک حدیث میں "لا یخلو منہ مکان" اس کی تفصیل آئندہ باب میں آئی ہے۔

تا تشبیہ از راہ برخیزد پس جماعتی کور دلان و شوربختان از سر تعصب وحسد وعناد وجحود این کلمہ را دست آویز کردند و برنجا نیدن ما میان دربستند و رقم تشبیہ برما کشیدند و بہ تکفیر ما حکم کردند و فتویٰ دادند ناچار از بہر اظہار برائت ساحت خود از غبار تشبیہ این مخدرۂ عذرا را بر آن عنینان علم طبیعت عرض بایست کرد و این یوسف با جمال را بد ان کور دلان جلوہ بایست داد اگرچہ معلوم بود کہ درد تعصب وحسد درمان نپذیرد و آب باران کہ مادۂ حیاتست مردار را جز تباہی نیفزاید، قال اللہ تعالیٰ : اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْہِمْ کَلِمٰتُ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ وَلَوْ جَآءَتْہُمْ کُلُّ اٰیَۃٍ حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ[1] لیکن نومید نیستم کہ صاحب دولتی از سر درد وطلب درین نوشتہ نگاہ کند واز این گنج معرفت برخوردار شود و مارا بدعای خیر یاد دارد اکنون بیش از شروع در غوص این رسالہ فصلی در توحید بنویسیم تا عاقل منصف را معلوم شود کہ تشبیہ خود در راہ روندگان امکان ندارد چہ در چشم شہود ایشان جز حق تعالیٰ ہیچ چیز را خود وجود نیست ونتواند بود پس حق تعالیٰ را بہ چہ تشبیہ کنند چون با او خود ہیچ چیز نیست و این مجموعہ را غایۃ الامکان فی درایۃ المکان نام کردیم حق تعالیٰ این کتاب شریف را سبب زیادتی ایمان ومعرفت خوانندہ و شنوندہ گناد و مارا فتنۂ خلق وخلق را فتنۂ ما مگرداناد بہ لطفہ وکرمہ وسعتہ

۱- سورۂ ۱۰ آیۂ ۹۶و۹۷

سا گمان باقی نہ رہے۔ بس یہ کہنا تھا کہ شور بختوں اور کور دلوں کی ایک جماعت نے تعصب اور حسد، عناد اور انکار کی راہ سے اس بات کو بہانہ بنا لیا، اور ہمیں تکلیف پہنچانے پر کمر بستہ ہو گئے اور ہم پر تشبیہ کا الزام اور کفر کا حکم لگایا اور فتویٰ دے دیا، تب مجبوراً اپنی ذات کی برائت کے خیال سے اس پردہ نشیں دوشیزہ کو تشبیہ کے غبار سے نکال کر ان نامرد طبعی علم والوں پر ظاہر کرنا پڑا۔ اور اس یوسف پُر جمال کا جلوہ ان دل کے اندھوں کو دکھانا پڑا اگرچہ معلوم تھا کہ تعصب وحسد کا مرض علاج قبول نہیں کرتا اور بارش کا پانی کہ مادۂ حیات ہے، مُردار کو مزید گلا سڑا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد ہے، ان الذین حقت علیہم کلمت ربک لا یومنون ولو جاتہم کل آیۃ حتیٰ یرو العذاب الالیم (یقیناً جن لوگوں کے حق میں آپ کے رب کی (یہ ازلی) بات (کہ ایمان نہ لاویں گے) ثابت ہو چکی ہے وہ کبھی ایمان نہ لاویں گے گو ان کے پاس تمام دلائل (ثبوتِ حق کے) پہنچ جاویں جب تک کہ عذابِ دردناک نہ دیکھ لیں (مگر اسوقت ایمان نافع نہیں ہوتا)) میں ناامید نہیں ہوں شاید کوئی دولت (عشق) رکھنے والا دردمندی اور طلب کے خیال سے اس تحریر پر نگاہ ڈالے اور معرفت کے اس خزانے سے بہرہ مند ہو، اور ہمیں دعائے خیر میں یاد رکھے۔ اب اس رسالے کے معنیٰ کی حقیقت تک پہنچنے سے قبل ابتداءً ایک فصل (حقیقت) توحید پر لکھتا ہوں تاکہ منصف مزاج عقلمند کو معلوم ہو جائے کہ سالکین کی راہ میں تشبیہ کا بذاتِ خود کوئی امکان نہیں ہوتا کیونکہ ان کی چشمِ شہود میں حق تعالیٰ کے سوا کوئی شئے اپنا وجود نہیں رکھتی اور نہ ایسا ہو سکتا ہے، پس حق تعالیٰ کو کس شئے سے تشبیہ دیتے ہیں جب وہ خود کوئی شئے نہیں ہے اور اس مجموعہ کا نام " غایۃ الامکان فی درایۃ المکان" رکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ اس کتاب شریف کو پڑھنے والے اور سننے والے کے ایمان و معرفت کی ترقی کا سبب بنائیں اور ہم کو خلق کے فتنہ کا اور خلق کو ہمارے فتنے کا باعث نہ بنائیں بلطفہٖ وکرمہٖ وسعتہٖ۔

فصل فی التوحید

قال اللہ تعالیٰ : وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ[1] روندگان طریقت گفتہ اند : ما وصل الیہ واصل وما وحد اللہ غیر اللہ ـ و در مناجات حسین منصور است رحمۃ اللہ علیہ : انزهك عما وحدك الموحدون : و شیخ الاسلام عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ ایں معنی را نظم کردہ است شعر :

ما وحد الواحد من واحد	اذ کل من وحدہ جاهد
توحیدہ ایاہ توحیدہ	ونعت من ینعتہ لاحد
توحید من ینطق عن وصفه	عاریة یبطلها الواحد

و مصنف راست رحمۃ اللہ علیہ در ایں معنی شعر :

جلت معالی قدس وحدة ذاته	عن ان تطور بہ زو والا طوار
هیهات ان تصطاد عنقاء البقا	بلعابهن عناکب الافکار

۱- سورۃ ۲ آیت ۱۶۳

فصل توحید کے بارے میں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے والٰهکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم (اور (ایسا معبود) جو تم سب کا معبود بننے کا مستحق ہے وہ تو ایک ہی معبود (حقیقی) ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں (وہی) رحمٰن ہے رحیم ہے)

سالکانِ طریقت کا قول ہے جو اس تک پہنچ گیا وہ کبھی نہیں پہنچا اور اللہ کی وحدانیت اللہ کے سوا کسی نے ثابت نہیں کی اور حسین منصور رحمۃ اللہ علیہ[1] کی مناجات میں ہے "میں تجھ کو اس سے منزہ کرتا ہوں جو موحدوں نے تیری توحید کے لئے کہا ہے" اور شیخ الاسلام عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ[2] نے اس مفہوم کو نظم میں بیان فرمایا ہے:" اس کی توحید کوئی ایک بھی بیان نہیں کر سکا اور جن لوگوں نے بیان کی ہے وہ محض کوشش کی ہے، اللہ کی وحدانیت کا بیان اسی کی توحید ہے اور جو اس کا وصف بیان کرے اس کی توصیف الحاد ہی الحاد ہے، اور جو اللہ تعالیٰ کی توصیف بیان کرتا ہے وہ ایک استعارہ ہے جس کو اللہ کی ذاتِ یکتا جھٹلا دیتی ہے۔"

اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مفہوم میں عرض کیا ہے" اس کی وحدت ذات کے تقدس کی بلندیاں اس سے عظیم ہیں کہ اہلِ حال اس کے حال تک پہنچ سکیں، ناممکن ہے کہ افکار کی مکڑیاں اپنے لعاب سے بقا کے عنقا کا شکار کر سکیں۔"

---

[1] ابوالمغیث حسین بن منصور حلاج بیضاوی مقتول سنہ ۳۰۹ھ سرچشمہ تصوف در ایران ص۱۹۶ طہران سنہ ۱۳۴۳ش

[2] ابو اسمٰعیل عبداللہ بن ابو منصور محمد انصاری ہروی متوفی سنہ ۴۸۱ھ ایضاً ص۲۰۲

هرچه وصمت اثنینیت وسمت خلقیت دارد از توحید اعظم جز پندار ندارد وحق جل جلاله متفردست با دراک کنه وحدانیت عظمی و متأثرست باسمی که از آن وحدانیت مبنی باشد اسم واحد واحد واحد وفرد وجواد واجود وآنچه بدین ماند بر وحدانیت عظمی هیچ دلالت ندارد زیراکه این اسامی عدد وقلت وانتفاع ضمایم وقراین اقتضاکند وساحت قدس احدیت از این همه منزه ومقدس است و نصیبهٔ خلقیت از طلب این واحدنیت جز نظارگی این جمال وجلال بودن نیست، نه حرکت وهم درا وگنجد ونه عبارتی از ودست دهد و نه اشارتی بدو ممکن گردد بیت :

عاشقانرا چه روی با توجزآنک　　　　لب بدوزند ودر تو می نگرند
بردز تومقیم نتوان بود　　　　حلقه میزنند و می گزرند

الا آنکه توحیدی دیگر هست که آنرا توحید الطف گویند وآن خلعت خاکیانست از حضرت لطف رحمانیت وعطف رحیمیت و آن سه نوعست : اوّل توحید قولیست وآن توحید عامهٔ مومنان راست و دوم توحید علمی وآن توحید خواص است سیم توحید عملی وآن توحید اخص خواص است، اماتوحید تولی است که بگوید بشرط موافقت دل، قول : اشهد ان لا اله الاّ الله وحدهٗ لاَ شریک لهٗ، و این قالب وصورت توحیدست ونجات یافتن از شرک جلی بدو منوط

جو شخص دوئی کے عیب میں مبتلا ہے اور آفرینش کے حدود میں محصور ہے وہ توحیدِ اعظم کے بارے میں بجز گمان کے کچھ نہیں رکھتا۔ حق جلّ جلالہٗ وحدانیتِ عظمیٰ کی حقیقت کے ادراک کے ساتھ متفرد ہے اور ایسے اسم کے ساتھ مستاثر ہے جس سے وحدانیت کا اظہار ہوتا ہے (حقیقت میں) اسم واحدؔ احدؔ احدؔ وحدؔ فردؔ جواد اور اجود اور جو (اسم) اسی طرح کے ہیں، کوئی وحدانیت عظمیٰ پر دلالت نہیں رکھتے کیونکہ یہ اسماء تعداد، قلّت، دوری، مجموعہ اور قرائن کے مقتضی ہیں اور قدس احدیت کی وسعت ان تمام باتوں سے منزّہ اور مقدّس ہے اور اس وحدانیت کی طلب سے مخلوق کے حصے میں سوائے اس کے جمال و جلال کی نظارگی کے اور کچھ نہیں ہے، نہ حرکت وہم کی اس میں سمائی ہے نہ عبارت کا اس میں دخل ہے اور نہ اشارت سے وہ بات سمجھ میں آسکتی ہے۔ بیت:-

عاشقوں کی کیا مجال ہے سوائے اس کے کہ اپنے ہونٹ سی لیں اور تیری ذات (جمال و جلال) کو تکتے رہیں۔ تیرے آستانے پر مقیم نہیں ہو سکتے بس (کچھ دیر کے لئے) حلقہ ڈالتے ہیں اور وہاں سے گزر جاتے ہیں۔

البتہ ایک توحید اور ہے، اسے توحید الطف کہتے ہیں اور وہ انسانوں کی خلعت ہے جو بارگاہِ رحمانیت کے لطف اور رحیمیت کی مہربانی سے عطا ہوئی ہے اور وہ تین قسم کی ہے۔ اوّل توحیدِ قولی ہے وہ عام مسلمانوں کی توحید ہے، دوسرے توحید علمی ہے جو خواص کی توحید ہے، تیسرے توحید عملی ہے جو خواص میں سے خاص حضرات کی توحید ہے

توحید قولی وہ ہے کہ موافقتِ دل کی شرط کے ساتھ کہے اشہد ان لآالٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہٗ (میں گواہی دیتا ہوں بیشک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں) یہ توحید کا قالب اور اس کی صورت ہے اور شرکِ جلی سے نجات حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے اور نفس و مال کے

وعصمت دما و اموال بدو مربوط وسبب جریانِ جملۂ احکام اسلامست ورستن از خلود در دوزخ و رسیدن بنعیم مقیم ثمرۂ اوست و این توحید از زوال و تزلزل دور ترست و بسلامت وثبات نزدیکتر از توحید - کسانی که بعقل تاریک شده بد و دغفلت، و اسیر مانده دربند شهوت، ومحجوب گشته در حجب فضول، قصد سرا پردۂ عزت توحید کنند زیراکه با آلت وعدت عقل صافی از غفلات و مجرد از شهوات بتوحید رسیدن هم محالست تا بعقل تاریک مختصر چه رسد، شکرۂ عقل چون در عالم توحید پرواز کند شکار او جز شبهت وشکوک نباشد ومتکلم دلیل توحید میگوید و فرامینماید که موقن است در اندرون بشک و شبهت آگنده، وابن السقاء بغدادی برکنار دجله باستاد و صد دلیل بر توحید و وحدانیت حق بولا فرو خواند پس ترسا شد وسوگند یاد کرد که بعد ده هر دلیلی که بر توحید گفته ام دلیلی بر ثالث ثلاثہ بگویم، اگر یک دلیل از دلایل توحید برا و روشن شده بودی همانا که هرگز او را این واقعه نیفتادی -

اما توحید علمی موقوفست بمعرفت مکان و زمان و دانستن، حقیقت آن، و هرگز نه تواند که کسی را بر وحدانیت الطف

سبب گناہ سے حفاظت اسی سے مربوط ہے اور اسلام کے تمام احکام کے نفاذ کی یہی بنیاد ہے اور عذابِ دوزخ سے رستگاری اور جنّت کی نعمتوں تک رسائی اس کا ثمرہ ہے۔ یہ توحید زوال و انحطاط سے پاک ہے اور سلامتی و ثبات سے نزدیک تر ہے۔ وہ لوگ جو غفلت کے دھویں سے عقل کے ساتھ سیاہ ہو گئے اور قید شہوت میں گرفتار رہے، اور جن پر فضول (باتوں کے) پردے پڑ گئے، وہ کس طرح عزّتِ توحید کا سراپردہ اٹھانے کا ارادہ کر سکتے ہیں جبکہ عقل صافی جو غفلتوں اور شہوتوں سے مجرد ہو چکی ہو اس کے ذریعے سے توحید تک رسائی محال ہے تو تاریک و محدود عقل کے ذریعے توحید تک پہنچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا عقل کا شکرہ جب عالم توحید میں پرواز کرتا ہے تو شکوک و شبہات کے سوا کوئی شکار اسے نہیں ملتا اور متکلّم توحید پر دلیل لاتا ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ وہ توحید پر یقین رکھتا ہے، لیکن (درحقیقت) اس کا باطن شک و شبہ میں آلودہ ہوتا ہے۔ ابن السقا بغدادی نے ساحل دجلہ پر کھڑے ہو کر تقریر کی اور حق تعالیٰ کی توحید اور وحدانیت پر پے در پے سو دلائل دیئے، اس کے بعد مشرک ہو گیا اور قسم کھا کر کہا کہ اب ہر اس دلیل پر جو توحید پر میں نے دی ہے تین میں سے تیسرے[1] پر دوں گا۔ اگر دلائل توحید میں سے ایک دلیل بھی اس پر روشن ہوتی تو اسے یہ واقعہ ہرگز پیش نہ آتا۔

لیکن توحید علمی زمان و مکان کی معرفت اور ان کی حقیقت کے علم پر موقوف ہے۔ جب تک کوئی شخص مکان اور زمان کی حقیقت سے آشنا نہیں ہوتا وہ وحدانیت الطف

[1] عیسائیوں کا بنیادی عقیدہ اقانیم ثلٰثہ ہے یعنی باپ، بیٹا، روح القدس۔ یہاں مراد ہے حضرت عیسیٰ علیہ سلام کی الوہیت کا ثبوت۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اس واقعہ کے بعد ابن السقا بغدادی نے نصرانیت اختیار کر لی تھی ملاحظہ فرمائیں وفیات الاعیان جلد ہفتم ص۴۷ بیروت ۱۹۶۸ء

اطلاع انتد حقیقت مکان و زمان ناشناخته ، و ہرگز نتواند بود کہ کسی بداند بحقیقت کہ حق عزوجل ہیچ چیز نماند و ہیچ چیز از ہیچ وجہ بدد نماند مکان و زمان ناشناختہ' و ہرگز نتواند بود کہ کسی بداند کہ حق تعالیٰ نہ درون عالمست و نہ بیرون و نہ متصلست بعالم و نہ منفصل از عالم با آنکہ یک ذرہ در کل عالم از او خالی و دور نیست مکان و زمان ناشناختہ ، و ہرگز نتواند بود دانستن ایجاد کن فیکون و دانستن استحالت خاموشی برحق تعالیٰ و دانستن آنکہ او متکلم است ازلاً و ابداً با آنکہ سخن او یکیست بی تعدد و تبعض ، و تغیر و تکرر نپذیرد و دانستن آنکہ صد و چہار دہ کتاب کہ بہ پیامبران فرستادہ یکی چون تواند بود و دانستن آنکہ حق تعالیٰ بی وجود موسیٰ (ع) و بیش از وجود کوہ طور با موسیٰ چون گفت کہ : فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ وچرا او این سخن بعبرانی شنید و بی عیسیٰ چون سخن گفت و او چرا بسریانی شنید و بی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم با او چون سخن گفت و او چرا بتازی شنید با آنکہ سخن قدیم او ازین ہمہ مقدس و منزہ و مطہر است و دانستن اولیت و آخریت و ظاہریت و باطنیت حق تعالیٰ و دانستن آنکہ حق تعالیٰ بیک علم ہمہ معلومات نامتناہی را میداند و بیک قدرت ہمہ مقدورات نامتناہی را می تواند و بیک شنوائی ہمہ مسموعات نامتناہی را می شنود و بیک بینائی ہمہ مرئیات را من الازل الی الابد بدفعۂ واحدہ می بیند و بیک ارادت قدیم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

سے واقف نہیں ہو سکتا' اور جس نے مکان و زمان کو نہیں جانا' اس کے لئے یہ حقیقت جاننا بھی ناممکن ہے کہ حق عزّ و جلّ کسی شے کے ساتھ نہیں رہتے اور کوئی شے کسی طرح بھی ان کے ساتھ نہیں رہتی، اور وہ شخص جو زمان و مکان سے واقف نہیں ہے اس کے لئے یہ جاننا بھی ناممکن ہے کہ حق تعالیٰ نہ عالم کے اندر ہیں اور نہ باہر، اور نہ عالم سے متصل ہیں نہ منفصل، دراں حالیکہ ہر ذرّۂ کائنات ان کے بغیر اور ان سے دور نہیں، اور کُن فیکون کی ایجاد کا جاننا بھی ناممکن ہے اور حق تعالیٰ کے لئے خاموشی کا محال ہونا بھی سمجھ میں نہیں آسکتا' اور اس بات کا جاننا بھی ممکن نہیں ہے کہ حق تعالیٰ ازلاً اور ابداً متکلم ہیں اور یہ کہ ان کا کلام تعدد اور تقسیم کے بغیر ایک ہے۔ اس میں تغیر و تکرار واقع نہیں ہوتے، اور اس کا علم بھی نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر جو ایک سو چودہ کتابیں نازل فرمائیں وہ ایک کس طرح ہو سکتی ہیں۔ اور اس (حقیقت) کا علم بھی ناممکن ہے کہ حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السّلام کے وجود میں آنے بغیر اور کوہِ طور کی پیدائش سے قبل یہ کس طرح فرمایا فاخلع نعلیک (پس تم اپنی جوتیاں اتار ڈالو) اور موسیٰ علیہ السّلام نے اس کلام کو عبرانی میں کیوں سُنا اور عیسیٰ علیہ السّلام کے (وجود میں آنے) بغیر عیسیٰ علیہ السلام سے کیوں کلام کیا اور انہوں نے اسے سریانی میں کیوں سنا اور مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے (دنیا میں تشریف لاتے) بغیر آپ سے کلام کیا اور آپؐ نے اس کلام کو عربی میں کیوں سُنا' حالانکہ حق تعالیٰ کا کلام قدیم ان تمام باتوں سے مقدس، منزّہ اور پاک ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ کی اوّلیت و آخریت، ظاہریت و باطنیت کا جاننا بھی ممکن نہیں ہے اور یہ کہ حق تعالیٰ بیک علم تمام نامتناہی معلومات کا علم رکھتے ہیں اور بیک قدرت تمام نامتناہی مقدورات کو (وجود) عطا فرما سکتے ہیں اور بیک سماعت تمام نامتناہی مسموعات کو سُن سکتے ہیں اور بیک نگاہ ازل سے ابد تک تمام مرئیات کو ایک ہی دفعہ میں دیکھ سکتے ہیں اور بیک ارادۂ قدیم تمام

همهٔ مرادات را می‌خواهد دانستن وشناختن
این همه ممکن نیست جز بشناختن ودانستن زمان ومکان حق تعالی، وعلی الجمله شناختن معظم صفات وذات قدیم او ودانستن سبعی یا بیشتر از قرآن مجید که درین معنی منزلست و دانستن قدم قرآن ودیگر کتب موقوف است بدانستن مکان وزمان حق تعالی، وما درعقب این فصل هر دو را شرحی وکافی بنویسیم چنان که عاقل منصف را درو مجال انکار نماند واگر کور دلی از سر جهل مفرط وعقل مختلط در ورطهٔ عناد وجحود افتد واز قبول لفظ زمان ومکان نفور شود وبر تفریع وتشنیع اصرار نماید هیچ باک نباشد شعر :

علی نحت القوافی من معادنها وما علی اذا لم یفهم البقر

در فارسی گفته اند بیت :

ثرف دریا کز وگهر زاید بدهان سگی نیالاید

اما توحید عملی بر سه درجه است : درجهٔ اول آنست که نفحهٔ از نفحات قدم وجذبهٔ از جذبات کرم وبرقی از بروق عدم وبر وجه قبول باستقبال اقبال قدم رونده آید وسبل جهل وغشاوهٔ غفلت از چشم حقیقت بین او بردارد، فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ[1] مرید صادق زیرک دوربین در پرتو آن برق تیز بنگرد خویشتن را بعد از دعوی توحید وحسبان وصول برمیان زنار یابد ونفس خود را مشاهده کند

۱ــ سورهٔ ۵۰ آیهٔ ۲۲

مرادات کو چاہتے ہیں۔ ان تمام (امور) کا علم و معرفت بغیر حق تعالیٰ کے زمان و مکان کے علم و معرفت کے ممکن نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کی قدیم ذات اور اس کی عظیم صفات کی معرفت اور سات یا اس سے زائد صفات جو قرآن مجید میں وارد ہیں ان کا علم اور قرآن اور دیگر کتبِ سماوی کے قِدم کا علم حق تعالیٰ کے مکان وزمان کے علم پر موقوف ہے اور ہم اس فصل کے بعد ان باتوں کو شافی وکافی شرح کے ساتھ لکھیں گے کہ منصف مزاج عاقل کو اس میں انکار کی مجال نہ ہوگی اور اگر کوئی دل کا اندھا حد سے زیادہ جہالت اور عقل کی کجی کی بنا پر، عناد و انکار کے گڑھے میں گرتا ہے اور لفظِ زمان و مکان کے قبول کرنے سے گریز کرتا ہے اور مسئلہ کو اس کی اصل سے ہٹانے اور بدگوئی پر اصرار کرتا ہے تو ہمیں اس کی کچھ پرواہ نہیں۔

شعر:۔ میرے ذمے تو قافیوں کو ان کے معادن سے سنوارنا ہے اور مجھ پر کوئی ملامت نہیں جبکہ خرد ماغ اسے نہ سمجھ سکے۔ اور فارسی میں کہا گیا ہے۔ بیت

ایسے دریا جن کی تہہ میں موتی پیدا ہوتے ہیں، ان کا پانی کتّے کے منہ سے ناپاک نہیں ہوتا۔

لیکن توحید عملی کے تین درجے ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ قِدم کی خوشبو کی مہکوں میں سے ایک مہک کرم کے جذبات میں سے ایک جذبہ اور عدم کی تجلیوں میں سے ایک تجلی مقبولیت کے سبب سالک کے اقبالِ قدم کے استقبال کے لئے آتے ہیں اور نادانی کی راہیں اور غفلت کا پردہ اس کی حقیقت بیں نظر سے اٹھا دیتے ہیں۔ فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید (سو اب ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ (غفلت کا) ہٹا دیا سو آج (تو) تیری نگاہ بہت تیز ہے)۔ مرید صادق ہوشمند درمیں اس برقِ تیز کے پرتو میں دیکھتا ہے، اور توحید کے دعویٰ اور ہیبت وبلا کے وصول کے بعد اپنی کمر میں زنار پاتا ہے اور اپنے نفس کا مشاہدہ کرتا ہے کہ ہزار

که در پیش هزار صنم سجود می کند آتش غیرت که سوزندهٔ غیرت در سینهٔ او زبانه زدن گیرد و آب حسرت از دیدهٔ او دویدن گیرد مدتی بدرد بنالد و در طلب شفاء آں درد با هر چیزی بسگالد تا آنگه که او را روشن شود که راحت هم از آں کارگا تواند آمد که جراحت آمد وَظَنُّوا اَنْ لَّا مَلْجَا مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ [1] روی نیاز بحضرت بنده نواز آورد و راز با آں کارساز گوید و غم دل خود بحضرت علام الغیوب و کشاف الکروب عرضه دهد چوں اضطرارش بغایت رسد و بنهایت انجامد وعدهٔ : اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْءَ [2] بانجاز پیوندد، ندای در سر او در دهند که ای سلیم القلب ندانستی که معبود تو آنست که مقصود تست، اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ [3] تو غیر ما می خواهی غیر ما می پرستی، هر چه دلبند تست خداوند تست، و هر چه هوای تست خدای تست، گفتن و دانستن که الله یکیست چه سود، چو تو در پیش هزار بت سجود می کنی، علم بی عمل وبالست و قول بی فعل نکال، اگر می خواهی که توحید تو مسجل شود دل یکتا کن و از غیر ما تبرا جوی، تا فعل تو مصدق قول تو گردد، پس مرید مجاهدهٔ نو آغاز کند و بقطع علایق و عوایق مشغول گردد و در جد و تشمیر تقصیر نکند

۱- سورهٔ ۹ آیه ۱۱۸ ۲- سورهٔ ۲۷ آیهٔ ۶۲

۳- سورهٔ ۴۵ آیهٔ ۲۳

بتوں کے آگے سجدہ ریز ہے۔ غیرت کی آگ جو غیر کو جلانے والی ہے، اس کے سینے
میں بھڑکنے لگتی ہے اور اشک حسرت اس کی آنکھوں سے بہنے لگتے ہیں۔ مدتوں اس
درد سے نالہ انگیز رہتا ہے اور اس درد سے شفا کی طلب میں ہر چیز سے الگ ہو جاتا ہے
حتیٰ کہ اس پر یہ حقیقت روشن ہوتی ہے کہ راحت بھی اسی کارگاہ سے حاصل ہو سکتی
ہے جس سے جراحت ملی ہے وظنوا ان لا ملجا من اللہ الا الیہ (اور انہوں نے سمجھ لیا کہ خدا
کی گرفت) سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جاوے)
اپنا روئے نیاز درگاہِ بندہ نواز کی طرف کرتا ہے اور اپنا راز اس کارساز سے عرض
کرتا ہے اور دل کے غم کو علام الغیوب اور رنج کی گرہوں کو کھولنے والے کی خدمت
میں پیش کرتا ہے اور جب اس کی بیقراری غایت درجے تک پہنچ جاتی ہے تو وعدہ (الٰہی)
امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء (یا وہ ذات جو بیقرار آدمی کی سنتا ہے جب
وہ اسے پکارتا ہے اور (اس کی) مصیبت کو دور کرتا ہے) وفا ہو جاتا ہے اس کے
باطن میں آواز آتی ہے کہ اے سلیم القلب تو نہیں جانتا جو تیرا مقصود ہے وہی تیرا معبود
ہے افرایت من اتخذ الٰہہ ھواہ (سو کیا آپ نے اس شخص کی حالت دیکھی جس نے اپنا خدا
اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے) تو ہمارے غیر کو چاہتا اور ہمارے غیر کی پرستش کرتا
ہے، سو جو تیرا محبوب ہے وہی تیرا خداوند ہے اور جو تیری خواہش ہے سو وہی تیرا خدا ہے۔
یہ کہنا اور جاننا کہ اللہ ایک ہے اس کا کیا حاصل ہے جبکہ ہزاروں بتوں کے آگے سجدے
میں پڑا رہتا ہے۔ ایسا علم جو بغیر عمل کے ہو، وبال ہے، اور ایسا قول جو بغیر فعل کے ہو
رسوائی ہے۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا ایمان بالتوحید مستند ہو جائے، تو اپنے دل میں ایک کو
جگہ دے اور ہمارے غیر سے لاتعلق ہونے کی کوشش کر، تاکہ تیرا فعل تیرے قول کی تصدیق
کر دے۔ چنانچہ مرید از سرِ نو مجاہدے کا آغاز کرتا ہے اور علائق و موانعات کو دور کرنے
میں مشغول ہو جاتا ہے اور اپنی کوشش اور عزم میں کوتاہی نہیں کرتا اور نہ ٹال مٹول کو

وتاخیر روا ندارد تا بمدد عنایت وحسن کفایت غیب ہمہ آرزو ہا از او فرو ریزد و التفات بما سوی اللہ نکند و دل او مجرد و یکتا گردد و مدح و ذم و رد و قبول خلق نزد او یکساں شود و ملجا و مفزع او در کل احوال حضرت مالک الملوک بود، چوں رونده بدیں صفت گردد بدرجہ اول از توحید علمی رسیده بود،

درجہ دوم آنست کہ چنداں نور ظہور حق برجان رونده آشکارا گردد ہمہ اجزای وجود پیش چشم شہود او در اشراق آں نور ذره وار روی در نقاب تواری کشد بر مثال تواری ذره ہای ہوا در اشراق نور آفتاب ذره را در نور آفتاب نتواں دید، نہ از آں کہ ذره نیست شد بل از آں کہ با ظہور نور آفتاب ذره را جز تواری وتلاشی روی نیست ، اذا تجلی اللہ لشئ خشع لہ ، چوں سلطان نور ظہور بظہور نور صفت مشرق شود ذره ہای اکوان را جز تواری روی نباشد، نہ آنکہ صفت بنده صفت خدای گردد یا بدو پیوند د یا بدو منضم شود یا درو مضمر گردد، تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیراً، ونہ نیز آنکہ بنده نیست شود، بحقیقت نابودن دیگرست ونادیدن دیگر، چوں تو در آینہ نگری آینہ را نہ بینی زیرا کہ مستغرق جمال خودی ونتواں گفت کہ آینہ نیست شد یا آینہ جمال شد یا جمال آینہ شد، دیدن قدرت در مقدورات ہمچنیں داں

اس کام میں روا رکھتا ہے، یہاں تک اللہ تعالیٰ کے حسنِ کفایت اور مددِ عنایت سے خواہشاتِ نفسانی اس کے دل سے نکل جاتی ہیں اور وہ ماسویٰ اللہ کی جانب قطعی التفات نہیں کرتا، اس کا دل مجرّد و یکتا ہو جاتا ہے۔ اس کے نزدیک مخلوق کی تعریف و مذمت اور ردّ و قبول یکساں ہو جاتے ہیں اور تمام احوال میں اس کی پناہ و پناہ گاہ بارگاہِ مالک الملوک ہو جاتی ہے۔ جب سالک میں یہ صفت پیدا ہو جاتی ہے تو اسے توحید عملی کا پہلا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔

دوسرا درجہ وہ ہے کہ سالک کی روح پر حق تعالیٰ کے نور کا اس درجہ ظہور ہوتا ہے کہ اس کی چشمِ شہود کے سامنے تمام اجزائے وجود اس نور کے طلوع ہونے پر ذرّات کی مانند چھپ جاتے ہیں، بالکل اسی طرح جس طرح ہوا کے ذرّے نورِ آفتاب کے طلوع ہونے پر پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ نورِ آفتاب میں ذرّے نظر نہیں آتے، اس وجہ سے نہیں کہ ذرہ نیست ہو جاتا ہے بلکہ نورِ آفتاب کے ظہور کے سبب ذرّے کے لئے معدوم ہو جانا اور چھپ جانا ہی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی شئے پر تجلّی فرماتے ہیں تو اس کے اندر خشوع (محبت آمیز خوف) پیدا ہو جاتا ہے۔ جب نورِ ظہور کا بادشاہ اپنی صفت نور سے اپنے ظہور کے ساتھ برآمد ہوتا ہے تو ذرّہ ہائے کائنات کو پوشیدہ ہونے کے سوا چارہ نہیں ہے۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ نہ تو بندے کی صفت اللہ تعالیٰ کی صفت بن جاتی نہ یہ کہ اس سے متّصل ہو جاتی ہے یا اس کے ساتھ ضم ہو جاتی یا (اس میں) مضمر ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند اور برتر ہیں، اور یہ بات بھی نہیں ہے کہ بندہ نیست ہو جاتا ہے۔ حقیقت میں ناپید ہو جانا کچھ اور بات ہے اور نظر نہ آنا کچھ اور بات ہے۔ جب تم آئینہ میں نگاہ کرتے ہو تو حقیقت میں تم آئینہ نہیں دیکھتے، کیونکہ خود اپنے جمال میں مستغرق ہوتے ہو۔ اب یہ تو کہا ہی نہیں جا سکتا کہ آئینہ معدوم ہو گیا۔ مقدورات میں قدرت کے دیکھنے کو بعینہٖ اسی طرح سمجھنا چاہئے ارباب

بی تفاوت، وارباب قدم این را الفنا فی التوحید گویند ومزلة الاقدام است، بسیار کس از روندگان را اینجا قدم لغزیده است و بهر شیوهٔ باطل بیرون رفته اند وجز بدلالت علم وآلت ذکا ومدد توفیق الهی و بدرقهٔ پیر رسیده صاحب دیده این بادیه را قطع نتوان کرد وروندگان درین مقام بتفاوت : باشند، کس باشد که در هفتهٔ یکساعت درین حضرت بیش بار نیابد، وکس باشد که درروزی یکساعت، وکس باشد که دو ساعت، وکس باشد که بیشتر اوقات مستغرق شهود حضرت بود ویکساعت غایب نباشد، و از خواجهٔ اسلام قدس الله روحه العزیز شنیدم که هر که سه شبانه روز درین مقام تواند شد شگرف مردی شریف کسی باشد بیت :

اندرین بحر بی کرانه چو غوک
دست و پایی بزن چه دانی بوک

اندرین راه اگرچه آن نکنی
دست و پایی بزن زیان نکنی

دریغ باشد که درچنین مملکتی با این طول و عرض تنها قدم گاهی نباشد - خداوندا عزیزانی را که روی بدین درگاه آورده اند مدد فرست تا بمنتهای این دولت رسند و شر اخوان الشیاطین از روزگار ایشان دور دار و وکیل ایشان در دفع تفرقه و در همه احوال و در همه کار تو باش و نعم الوکیل -

قدم اس حالت کو فنافی التوحید کہتے ہیں یہ قدموں کے پھسلنے کی جگہ ہے۔ سالکین میں سے بہت سوں کے قدم اس مقام پر لغزش کھا جاتے ہیں اور باطل تعبیرات کے سبب راستے سے ہٹ گئے ہیں۔ سوائے علم کی رہنمائی، ذہن کی تیزی، اللہ تعالیٰ کی مددِ توفیق اور واصل باللہ اور روشن ضمیر مرشد کی رہبری کے اس صحرا کو طے نہیں کیا جا سکتا۔ اس مقام میں سالکین کے درمیان خاصہ تفاوت ہوتا ہے کوئی ایسا ہوتا ہے کہ ہفتے میں ایک ساعت سے زیادہ اس بارگاہ میں بار نہیں پاتا، کوئی ایسا ہوتا ہے کہ ایک دن میں ایک ساعت اور کوئی دو ساعت اور کوئی بیشتر اوقات حضرتِ شہود میں مستغرق رہتا ہے اور ایک ساعت بھی غافل نہیں ہوتا۔ اور میں نے خواجہ اسلام[۱] اللہ تعالیٰ ان کی روحِ عزیز کو پاک فرمائے سنا ہے کہ جو کوئی اس مقام میں تین دن اور تین رات رہے وہ مردِ عجیب اور شرف یافتہ انسان ہوتا ہے۔ بیت

اس بے کراں سمندر میں مینڈک کی مانند تدبیر کے ساتھ زیادہ کاوش کر اگر

اس راہ میں تجھ سے زیادہ جد وجہد نہ ہو سکے تو کم ہی۔ یہ صورت بھی نفع سے خالی نہیں ہے

افسوس ایسی مملکت میں جس کا اس قدر طول وعرض ہو تمہیں پیر رکھنے کی جگہ

نہ ملے۔ خداوندا اُن عزیزوں کے لئے جنہوں نے اپنے چہروں کو اس درگاہ کی جانب کر لیا ہے (غیب سے) مدد فرمائیے تاکہ اس دولت کی منتہا کو پہنچ سکیں اور اخوان الشیاطین کا شر ان کے شب وروز سے دُور رکھئے اور ان کے حال تفرقہ کے دفع کرنے میں اور ان کے تمام احوال اور تمام اعمال میں آپ ان کے کارساز بن جائیے۔ بے شک آپ ہی کارساز ہیں۔

[۱] جامی رحمۃ اللہ علیہ نے نفحات میں تحریر فرمایا ہے کہ عین القضاۃ نے دو بزرگوں سے فیض صحبت حاصل کیا۔ شیخ محمد بن حمویہ م ۵۳۰ھ اور احمد غزالی م ۵۲۰ھ خود عین القضاۃ ۵۲۵ھ میں بر سر دار کئے گئے۔ قرینۂ حالات سے مستنبط ہوتا ہے کہ خواجہ اسلام سے مراد شیخ احمد غزالی ہی ہیں۔ واللہ اعلم۔ نفحات الانس ص ۲۶۸ طہران ۱۳۳۶ ش

درجۂ سوم الفنا : عن الفنا ست ، وآں آنست کہ از کمال استغراق وتوت استماع احساس رونده بفنا - خود وآگاہی ازفنای خود ودانستن آں کہ آں سلطان ظہور جمال وجلال است ، بیک صدمت زحمت وجود درچشم شہود باکتم عدم برد وہمہ از و بیفتد چہ آگاہی رونده دریں ہمہ درنظر روندۂ طریقت ہمہ اشارت بتفرقہ می کند وعین الجمع وجمع الجمع اینجاست کہ خود را بل کل کائنات را در نور ظہور حق گم کند وآگاہی خود از گم کردن ہم گم کند واز یں گم کردن ہم گم شود ، ہیچ نہ بیند جز حق ونہ بیند کہ ہیچ نمی بیند جز حق : محوٌ فی محوٍ وطمسٌ فی طمسٍ ، نہ اسمت اینجا ونہ رسم ، نہ وجودست دریں قدم ونہ عدم نہ عبارتست دریں مقام ونہ اشارت ، نہ عرشست دریں عالم ونہ فرش ، نہ اثرست دریں بحر ونہ خیر ، کوکب : كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ [1] جز دریں اقلام ندرخشد و روح نسیم : كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ [2] جز دریں فضا بمشام روح نرسد ، انا الحق وسبحانی ، جز دریں مقام نپذیرد توحید بی شرک جز دریں دار الملک صورت نبندد ، وآنچہ گفتہ آمد علم توحیدست چہ حقیقت توحید از یں توحید مقدسست ، روش فلاسفہ ومعتزلہ درعلم توحید معکوس منکوس بود ، بچشم احول درجمال توحید نگرستند یکی را دو دیدند کہ بل صد ہزار روش ایشاں در دیدن اسباب اثبات خودی بود لاجرم چنداں ظلمت ازخودی خود برایشاں کمیں گشود

۱- سورۂ ۵۵ آیۂ ۲۶ ۲- سورۂ ۲۸ آیۂ ۸۸

تیسرا درجہ فنا عن الفنا (فنا سے بھی فنا) ہے اور وہ یہ ہے کہ استغراق کے کمال اور استماع کی قوت سے سالک کو اپنی فنا کا احساس اور اپنی فنا کی معرفت (حاصل ہو) اور یہ علم بھی ہو کہ وہ (ذات) جمال و جلال کے ظہور کا سلطان ہے اور ایک ہی چھپٹے میں رختِ وجود کو منصۂ شہود سے عدم کے پردے میں لے جا سکتی ہے اور یہ سب اس (کی نگاہ) سے دور کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ان سب (احوال) میں سالک کی معرفت سالک طریقت کی نظر میں تفرقہ کی نشاندہی کرتی ہے۔ اور عین الجمع اور جمع الجمع یہ مقام ہے کہ خود کو بلکہ کل کائنات کو حق تعالیٰ کے نورِ ظہور میں گم کر دے اور اپنی معرفت کے گم کرنے کو بھی گم کر دے اور اس گم کرنے سے بھی گم ہو جائے۔ سوائے حق کے کچھ نہ دیکھے، یہ بھی خیال نہ کرے کہ وہ حق تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں دیکھ رہا ہے۔ مٹنے میں مٹنا اور گم ہونے میں گم ہونا۔ اس مقدس مقام میں نہ اسم ہے نہ رسم، اس قدم میں نہ وجود ہے نہ عدم، نہ اس مقام میں عبارت ہے نہ اشارت، نہ اس عالم میں عرش ہے نہ فرش، اس بحر میں نہ اثر ہے نہ خبر، اس اقلیم میں سوائے کل من علیہا فان، (جتنے روئے زمین پر موجود ہیں سب فنا ہو جاویں گے) کے کوئی ستارے نہیں چمکتے اور اس فضا میں سوائے کل شیئ ہالک الا وجہہ (سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں بجز اس کی ذات کے) کی روحِ نسیم کے مشامِ روح تک کوئی خوشبو نہیں پہنچتی۔ اس مقام کے سوا "انا الحق" و "سبحانی" (کہنا) قابلِ قبول نہیں۔ سوائے اس دارالملک (مقام) کے بے شرک توحید معین نہیں ہوتی۔ یہ کہا گیا ہے کہ علم توحید ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ توحید کی حقیقت اس توحید سے مقدس ہے۔ عالم توحید میں فلاسفہ اور معتز[illegible] کی روش الٹی اور پوچ ہوتی ہے بھینگی آنکھ سے جمالِ توحید کو دیکھتے ہیں جو ایک ہے اسے دو دیکھتے ہیں بلکہ صد[illegible] (دیکھتے ہیں) اثباتِ خودی کے لئے ان کا ڈھنگ یہ ہے کہ اسباب پر نظر رکھتے ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ خود ان کی خودی سے اس قدر ظلمت ان پر مستولی ہوئی کہ

کہ حق را تعالیٰ گم کردند و در تیہ حیرت و غیرت سرگشتہ شدند و جملہ صفات اورا منکر گشتند و اورا جز بسلب صفات وصف نکردند وگفتند ما موجودیم اورا موجود نتواں گفت ، وما عالمیم اورا عالم نتواں گفت ، ما قادریم اورا قادر نتواں گفت ، اما اورا معدوم وجاہل وعاجز ہم نتواں گفت ، وہمچنیں در ہمہ صفات باز روش ایں جوانمرداں در اسقاط حدوث و اثبات قدم بود لاجرم چنداں نور ظہور حق تعالیٰ برجان ایشاں آشکارا گشت کہ ما دون اللہ در شعشعۂ شعاع آں نور مقدس ناچیز نمود وہمہ صفات کمال ونعوت جمال وجلال در حق او جل جلالہٗ اثبات کردند ونفی غیر او واجب دیدند وگفتند عالم اوست و دیگراں ہمہ جاہل ، قادر اوست و دیگراں ہمہ عاجز بلکہ موجود بحقیقت اوست و دیگراں ہمہ معدومند۔ بیت :

عرش با فرش پیش چشم شہود

عدم صرف ومحو محض نمود

تفاوت نگر میاں آں روش وایں روش ، وایں روندہ وآں روندہ ہمانا تو از تنگ حوصلگی وبے حاصلی و از فرط نابینائی ونادانی خود ایں کلمات را شطح نام کنی وطامات لقب نہی ، لعزت ذو الجلال کہ عین تحقیق وتوحید است وہر توحید کہ جز اینست دلیل وعلیلست و دریں مقام مزلۃ الاقدام بسیارست

اس میں حق تعالیٰ کو نہ پا سکے اور بیابانِ حیرت وغیرت میں سرگشتہ رہے اور حق تعالیٰ کی جملہ صفات کے منکر ہو گئے اور حق تعالیٰ کی تعریف بجز سلب صفات نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم موجود ہیں، اسے موجود نہیں کہا جا سکتا، ہم عالم ہیں اسے عالم نہیں کہا جا سکتا، ہم قدرت رکھتے ہیں اسے قادر نہیں کہا جا سکتا، لیکن اس کو معدوم، جاہل اور عاجز بھی نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح تمام صفات کے بارے میں یہی روش ہے۔ اس کے برخلاف ان جوانمردوں کی روش (اہلِ حق کی روش) حدوث کو ساقط اور قِدم کو ثابت کرنے میں ہوتی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ ہست ہیں مخلوق نیست ہے) یقینی طور پر حق تعالیٰ کے ظہور کا نور اس قدر ان کی روح پر آشکار ہوا کہ اللہ کے سوا ہر شئے اس نورِ مقدس کی شعاعوں کی تابناکی میں نابود محسوس ہوئی اور انہوں نے تمام صفات کمال اور اوصاف جمال وجلال کا اس جلّ جلالہٗ کے حق میں اثبات کیا اور حق تعالےٰ کے غیر کی نفی ان پر واجب ہوئی اور انہوں نے کہا کہ عالم وہ ہے دوسرے تمام جاہل ہیں، قادر وہ ہے دوسرے تمام عاجز ہیں، بلکہ حقیقت کے ساتھ وہی موجود ہے دوسرے تمام معدوم ہیں۔ بیت :-

چشمِ شہود کے سامنے عرش فرش کے ساتھ عدم محض رہ جاتا
ہے، محو شدہ معلوم ہوتا ہے۔

اُس روش اور اِس روش میں جو تفاوت ہے غور کرو، اور اِس سالک اور اس سالک میں (جو فرق ہے ظاہر ہے) شاید تم اپنی تنگ حوصلگی، بے حاصلی، بے بصری اور نادانی کی زیادتی کے سبب ان باتوں کو شطح کا نام دو اور لاف وگزاف لقب رکھو، عزّت ذوالجلال کی قسم کہ یہ عین تحقیق اور عین توحید ہے اور جو توحید بھی اس کے سوا ہے استدلالی ہے اور کمزور ہے[1]۔ اس مقام میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اور اس مقام میں لغزشوں کا

---

[1] پائے استدلالیاں چوبیں بود　　　پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود
(مولانا رومیؒ)

ورای آنچه گفته آمد د سرگز دو رونده درمقام توحید بریک قدم
نبوده اند ونخواهند بود ودرسر قدمی آنچه فرود اوست بنسبت با
او تاریک نماید و بعد ازین بقدم علم بواسطهٔ جذبه از حدوث بقدم
باید رفت تا آنگاه که بعالم بقا دررسد ، وهناک مالاعین رأت ولا
اذن سمعت و لاخطر علی قلب بشر، ودانم که ترا درد این دولت و
دولت این درد نباشد ، اما باری بایمان قبول کن تا غبار موکب این
سلاطین دین برچهرهٔ روزگار تونشیند وطراز اعزاز تو گردد وازآن
میاش که ؛ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَا اِفْكٌ
قَدِيْمٌ[1] ، باللہ التوفیق

۱- سورهٔ ۴۶ آیهٔ ۱۱

امکان بہت زیادہ ہے اور ہرگز دو سالک مقام توحید میں ایک قدم پر نہیں ہوتے
اور نہ ہوں گے۔ یہاں ہر پچھلا قدم اگلے قدم کی نسبت سے تاریک نظر آتا ہے۔ اس کے
بعد عدم کے قدم اور جذب الہٰی کی مدد سے، حدوث سے قدم کی طرف بڑھنا چاہئے،
یہاں تک کہ سالک عالمِ بقا تک پہنچ جائے، اور یہی وہ بات ہے جس کے متعلق فرمایا
گیا کہ اس مقام کی ہر شئے ایسی ہے جس کو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی
انسان کے قلب نے اسے محسوس کیا اور میں جانتا ہوں کہ تمہیں اس دولت کا درد اور
اس درد کی دولت حاصل نہیں ہے لیکن ایک بار (اس حقیقت کو) ایمان و یقین کے
ساتھ قبول کر دتا کہ دین کے آن سلاطین کی سواری کا غبار تمہاری زندگی کے چہرے پر
بیٹھ جائے اور تمہارے قبائے اعزاز کو زیادہ آراستہ کرے اور ان لوگوں میں سے نہ ہو
جن کے متعلق کہا گیا ہے واذلم یہتدو بہ فسیقولون ہٰذا افک قدیم (اور جب ان لوگوں
کو قرآن سے ہدایت نصیب نہ ہوئی تو یہ کہیں گے کہ یہ قدیم جھوٹ ہے) اور توفیق اللہ ہی کے
ہاتھ ہے۔

فصل فی بیان المکان

امداد لطف الٰہی و امداد عطف پادشاہی نثار روزگار کسی باد
کہ دریں فصل بدیدۂ انصاف نگرد نہ بدیدۂ خلاف، ومضمون آں را
از راہ طلب حق تصفح کند نہ از راہ تتبع عثرات، کہ پادشاہ تعالیٰ غیور
است اسرار صمدیت خود را با ہیچ جاحد درمیان ننہد بلکہ عین سر را
ستر سر گرداند و بنزدیک گویندہ ایں کلمات آنست کہ درمیان آسمان
و زمین ہیچ سری عزیز تر و بزرگوار تر از سر مکان و زمان نیست، چہ
بیشتر اسرار کہ مشائخ طریقت و علما حقیقت در آں سخن گفتہ اند اسرار
کار حق است تعالیٰ و تقدس۔ و معرفت مکان و زمان و شناختن آں معرفت
ساحت ذات و صفات اوست و ہر کہ مکان و زمان بشناسد اورا
از معرفت ذات و صفات مقدس بہرہ بیشتر باشد، و از غایت عزت
ایں سر است کہ مشائخ طریقت از عہد اول تا عہد ما در آں ہیچ سخن
نگفتہ اند و بایست کہ ما نیز ہیچ اشارات نکردیمی، وَلٰکِنْ لِیَقْضِیَ
اللّٰہُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا۔ [1]

۱۔ سورۂ ۸ آیۂ ۴۲

فصل مکان کے بیان میں

لطف الٰہی کی بخشش اور عنایت پادشاہی کی کثرت اس شخص کی زندگی پر نثار ہو جو اس فصل کو نظر اعتراض سے نہیں بلکہ بنظر انصاف پڑھے اور غور کرے اور اس کے مطالب کو باطل کی پیروی کے خیال سے نہیں بلکہ طلب حق کی خاطر مطالعہ کرے کہ پادشاہ تعالیٰ غیور ہیں اور اپنی صمدیت کے اسرار کو کسی منکر پر منکشف نہیں کرتے بلکہ عین راز ہی کو پردۂ راز بنا دیتے ہیں اور کہنے والے (مصنف کتاب ہذا) کے نزدیک یہ ایسے کلمات ہیں کہ آسمان و زمین میں مکان و زمان کے راز سے زیادہ کوئی راز عزیز اور بزرگ نہیں ہے کیونکہ بیشتر راز جو مشائخ طریقت اور علمائے حقیقت نے اس باب میں بیان کئے ہیں حق تعالیٰ و تقدس کی فعالیت کے اسرار ہیں (مکان و زمان کے اسرار بیان نہیں کئے ہیں) اور مکان و زمان کی معرفت اور اس کا عرفان (دراصل حق تعالیٰ کی ذات و صفات کی وسعتوں کی معرفت ہے۔ اور جس کسی کو مکان و زمان کا عرفان حاصل ہے، وہ حق تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت سے زیادہ بہرہ مند ہے۔ یہ اس راز کی غایت عزت کا سبب ہے کہ مشائخ طریقت نے قرن اول سے ہمارے عہد تک اس خصوص میں کچھ ارشاد نہیں کیا ہے۔ اور افسوس کہ ہم بھی اس بات کو بیان نہیں کرتے ولکن لیقضی اللہ امرا کان مفعولا لیکن تاہم جو بات اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کر دے، اب سب سے پہلے

اکنوں اول بدلیل سمعی اشارت کنیم کہ حق تعالیٰ را مکانست پس بدلایل شرعی اثبات کنیم کہ بجہت مخصوص نیست پس آں مکاں را بیاں کنیم چناں کہ مستفاد بود از مشاہدات بصائر، و جملہ را بعبارتی سہل سلس ادا کنیم و در تعقید نکوشیم تا فہم کردن آں آسان بود۔

اما بیاں آنکہ حق تعالیٰ را مکانست از راہ براہین سمعی و آیات قرآن مجید کہ شواہد معرفتست و اخبار و آثار صحیح کہ مقاعد سنت و جماعتست و دلایل اجماع امت کہ قواعد امور ملتست :

اما آیات قرآن قولہ تعالیٰ : وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ [۱] وقولہ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ الیٰ قولہ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَمَا كَانُوْا [۲]

وقولہ تعالیٰ : وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ [۳]

وقولہ تعالیٰ : وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ [۴]

۱۔ سورۂ ۵۷ آیۃ ۴ ۲۔ سورۂ ۵۸ آیۃ ۷ ۳۔ سورۂ ۵۰ آیۃ ۱۶

۴۔ سورۂ ۵۶ آیۃ ۸۵۔

ہم سمعی دلائل بیان کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا مکان ہے پھر دلائل شرعی سے ثابت کریں گے کہ حق تعالیٰ کا مکان کسی جہت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، الغرض اس مکان کو بیان کریں گے جو مشاہدات بصیرت سے مفہوم ہوتا ہے، ان تمام امور کو ہم سادہ اور سلیس عبارت میں بیان کریں گے اور ادائے مطلب کو دقیق نہ ہونے دیں گے تاکہ مسئلہ کا سمجھنا آسان ہو جائے۔

اب اس سلسلے میں کہ حق تعالیٰ کا مکان ہے سمعی دلائل اور قرآن مجید کی آیات جو معرفت کے شواہد ہیں اور صحیح احادیث و آثار جو سنتِ جماعت کی بنیاد ہیں، اور امت کے اجماع کی دلیلیں جو ملت کے امور کے قواعد ہیں بیان کیے جاتے ہیں۔

پہلے قرآن کی آیات سمجھ لیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وھو معکم اینما کنتم (اور تمہارے ساتھ رہتا ہے خواہ تم لوگ کہیں بھی ہو۔ اور فرمایا مایکون من نجوی ثلثۃ الاھو رابعھم ۔۔۔۔ الی قولہ ۔۔۔۔ الاھو معھم اینما کانو (کوئی سرگوشی تین آدمیوں کی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ (یعنی اللہ) نہ ہو اور نہ پانچ کی (سرگوشی) ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو اور نہ

اس (عدد) سے کم میں ہوتی ہے (جیسے دو یا چار آدمیوں میں) اور نہ اس سے زیادہ مگر وہ (ہر حالت میں) ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ لوگ کہیں بھی ہوں) اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ونحن اقرب الیہ من حبل الورید (اور ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ) ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لاتبصرون (اور ہم (اس وقت) اس (مرنے والے) شخص کے تم سے بھی زیادہ نزدیک

وقوله تعالیٰ : وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ[1] ومثال ذلك کثیر فی القرآن، ومفهوم از ظاهر این همه آنست که حق تعالیٰ با همهٔ ذره های وجود بذات موجود است الا آنکه معیت او با اجسام نه چون معیت اجسامست با اجسام یعنی در مکان اجسام، زیرا که او جسم نیست و نه چون معیت جواهر با اجسام یا چون معیت اعراض با جواهر و اجسام، زیراکه او جوهر و عرض نیست آری معیت روح با جسد مثال معیت حقست تعالیٰ با کل کائنات، زیراکه روح نه درون قالبست و نه بیرون، و نه متصلست بقالب و نه منفصل از قالب، بلکه روح از عالمی دیگرست و قالب از عالمی دیگر. و بر روح از عوارض اجسام چون دخول و خروج واتصال و انفصال وغیر آن جایز نیست و با این همه ذرهٔ از ذره های قالب نیست که روح بحقیقت با او موجود نیست

۱- سورهٔ ۱۰ آیهٔ ۶۱

ہوتے ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے) اور فرماتے ہیں وما یعزب من ربک من مثقال ذرۃٍ فی الارض ولا فی السماء (اور آپ کے رب (کے علم) سے کوئی چیز ذرہ برابر بھی غائب نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں (بلکہ سب اس کے علم میں حاضر ہیں) اس طرح کی مثالیں قرآن میں بہت ہیں، ان تمام کے ظاہر سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ تمام ذرہ ہائے وجود کے ساتھ بذاتہ موجود ہیں، البتہ حق تعالیٰ کی اجسام[1] کے ساتھ معیت اس طرح کی نہیں ہے جس طرح اجسام کے مکان میں اجسام کی معیت اجسام کے ساتھ ہے کیونکہ حق تعالیٰ جسم نہیں ہیں اور نہ اس طرح جس طرح جواہر[2] کی معیت اجسام کے ساتھ ہے یا اعراض[3] کی معیت جواہر اور اجسام کے ساتھ ہے کیونکہ حق تعالیٰ جوہر و عرض نہیں ہیں البتہ (کسی درجہ میں) روح کی بدن کے ساتھ معیت حق تعالیٰ کی تمام کائنات کے ساتھ معیت کی مثال ہوسکتی ہے کیونکہ روح نہ قالب کے اندر ہوتی ہے اور نہ باہر نہ قالب سے متصل ہوتی ہے اور نہ قالب سے منفصل بلکہ روح دوسرے عالم سے ہے، اور قالب دوسرے عالم سے اور روح پر اجسام کے عوارض کا اطلاق، جیسے داخل ہونا، باہر آنا، متصل ہونا اور منفصل ہونا وغیرہ جائز نہیں ہے لیکن با ایں ہمہ قالب کے ذرات میں سے کوئی ذرہ ایسا نہیں ہے جس میں فی الحقیقت روح موجود نہ ہو

---

[1] اصطلاح میں جسم کا مطلب ایسا مرکب جو طول، عرض اور عمق رکھتا ہو

[2] جوہر۔ عرض کی ضد اصل پیدائش اور ہر چیز کا مادہ جو اپنی ذات میں قائم ہو

[3] عرض۔ جوہر کی ضد ظاہر ہونے والی شئے۔

درمکانی که لایق لطافت روحست، معیت حق تعالی باخلق ہم برین مثالست : من عرف نفسہ فقد عرف ربہ، اشارت بدین سرست پس حمل کردیم این آیات را برمکانی که لایق قدس وپاکی او باشد تاہم با ہمہ ذرہ ہای وجود موجود باشد وہم ازہمہ منزہ ومقدس ومتعالی بود وبعدازین درتفصیل امکنہ بیان آں مکاں گفتہ آید انشاءالله۔

اما اخبار سید عالم صلی الله علیہ وسلم درین معنی بسیاراست : قولہ علیہ افضل الصلوٰۃ بروایۃ انس بن مالک رضی الله عنہ یقول الله تعالیٰ وعزتی وجلالی ووحدانیتی وفاقۃ خلقی الی واستوائی علی عرشی وارتفاع مکانی، انی استحیی من عبدی وامتی یشیبان فی الاسلام ان اعذبہما ۔ وقولہ صلی الله علیہ وسلم یقول الله تعالیٰ وعظمتی وجلالی وارتفاع مکانی لایدخل الجنۃ احد وقلبہ مظلم۔ واین لفظ عزتی وجلالی وارتفاع مکانی دراخبار بسیار آمدہ است اگرہمہ بنولیسیم دراز شود وغرض ما ازیکی حاصلست ۔

اپنے ایسے مکان میں جو روح کی لطافت کے لائق ہے۔ خلق کے ساتھ حق تعالیٰ کی معیت کی مثال ایسی ہی ہے، جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے خدا کو پہچانا (اس مقولے میں) اسی راز کی جانب اشارہ ہے۔ پس ہم نے ان آیات قرآنی کا اطلاق حق تعالیٰ کے ایسے مکان پر کیا جو ان کی ذات کی قدسیت اور پاکی کے لائق ہے۔ وہ ذات تمام ذرہ ہائے وجود کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی تمام سے منزّہ، مقدس اور عالی ہے۔ اس مکان کا بیان فصل امکنہ میں کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

جان لیں کہ اس معنی میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی احادیث بہت سی ہیں۔ آنحضرت علیہ افضل الصلوٰۃ کا ارشاد انس[1] بن مالک کی روایت سے ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں "مجھے اپنے عزت و جلال، وحدانیت اور میری طرف میری مخلوق کی احتیاج، اپنے عرش پر میرے استویٰ اور میرے بلندی مکان کی قسم کہ مجھے اپنے بندے اور بندی سے جو اسلام میں بوڑھے ہو جائیں شرم آتی ہے کہ میں انہیں عذاب دوں"۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں "میری عظمت و جلال اور بلندی مکان کی قسم جنت میں ایسا کوئی آدمی داخل نہ ہو سکے گا، جس کا دل تاریک ہے۔ اور یہ الفاظ "عزتی و جلالی و ارتفاع مکانی"، احادیث میں بہت سے مقام پر آتے ہیں۔ اگر ہم سب کو تحریر کریں تو طوالت ہو گی اور ہمارا مقصد تو ایک سے حاصل

---

[1] ابو تمامہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ مدینہ منورہ پیدا ہوئے۔ چھوٹی عمر میں اسلام لائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ وفات ۹۳ھ
الاعلام از زرکلی ص۳۶۲ جلد ۱

و امیر المؤمنین علی وثوبان رضی اللہ عنہما روایت میکنند از سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرمودہ : قال موسیٰ علیہ السلام یارب اقریب انت فاناجیک ؟ ام بعید فاناديک ؟ فانی احس حس صوتک و لا اراک این انت ؟ فقال اللہ تعالیٰ لہ انا خلفک وامامک وعن یمینک وعن شمالک وانا جلیس عبدی حین یذکرنی وانا معہ اذا دعانی، و در تفسیر حریری آمدہ است بہ روایت ابان از انس رضی اللہ عنہما کہ گفت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم روزی بمردی بگزشت و آں مرد گفت : والذی احتجب بسبع سمٰوٰت ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : مہ انہ فوق کل شیئ

ہوجاتا ہے اور امیر المومنین علیؓ[1] اور ثوبانؓ[2] رضی اللہ عنہما، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا، کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا:- اے پروردگار کیا تو قریب ہے کہ میں تجھ سے مناجات کروں یا تو دور ہے کہ تجھے پکاروں کیونکہ میں تیرے حسن صوت کو محسوس کر رہا ہوں لیکن تجھے دیکھ نہیں رہا تو کہاں ہے؟ حق تعالیٰ نے فرمایا میں تیرے پیچھے ہوں تیرے آگے ہوں تیرے دائیں ہوں اور تیرے بائیں ہوں اور میں اپنے بندے کے پاس بیٹھا ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ اور تفسیر حریری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے توسط سے حضرت ابانؓ[3] رضی اللہ عنہ کی روایت منقول ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ایک شخص کے پاس سے گذرے اس شخص نے عرض کیا اس ذات کی قسم جو سات آسمانوں کے حجابوں میں مستور ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھہرو! وہ ہر چیز کے اوپر ہے

---

[1] ابوالحسن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ چہارم خلیفہ راشد۔ شہادت [illegible]
آپ ۵۸۶ حدیثوں کے راوی ہیں۔ اعلام [illegible]

[2] ابوعبداللہ ثوبان بن بجدد رضی اللہ عنہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید کر کے آزاد فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے۔ [illegible]
شاہ معین الدین ندوی جلد ہفتم ص [illegible] میں وفات پائی۔

[3] ابوالولید ابان بن سعیدؓ بن العاص [illegible] میں [illegible]
بحرین کے عامل بنائے گئے۔ وفات ۱۳ھ۔ [illegible]

وتحت کل شیئ وقد ملاء کل شیئ عظمتہ ، وہم آنجاست روایت
از ابن عباس رضی اللہ عنہ : من زعم انہ صعد من الصخرۃ التی فی
بیت المقدس فقد سہا بل استوی امرہ فوق بریتہ ولبطن تحت ارضہ
فلم یخل منہ مکان ولا سماء ولا ارض ولا بر ولا بحر ولا ہواء وہو عز و
جل بکل مکان ، ودر تفسیر حریری است از ابن عباس رضی اللہ عنہ
کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم این آیتہ برخواند کہ : هُوَالاَوَّلُ وَ
الاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ ، وَالبَاطِنُ ۔[۱] پس گفت ہو الاول لم یکن قبلہ شیئ
وہو الاخر لیس بعدہ شیئ ، ثم قال صلی اللہ علیہ وسلم فلو دلی لبعضہم
الی الارض لدلی علی اللہ ، لانہ لایخلو منہ مکان ، وہم در اخبارست کہ :
ان اللہ تعالی ما حل فی شیئ ولا غاب عن شیئ ، وجملہ این اخبار
دلالت میکند صریح بر اثبات مکان مرحق تعالی را ، ونیز در ہریک
از آں دلالت صریحست ۔

---

۱ ۔ سورۂ ۵۷ آیتہ ۳

ہر چیز کے نیچے ہے اور اس کی عظمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے ۔ اور وہیں (تفسیر حریری میں)، حضرت ابن عباس[1] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جو خیال کرتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس صخرے سے جو بیت المقدس میں ہے بلند ہوئے تو اس نے سہو کیا بلکہ حق تعالیٰ کا امر اپنی مخلوق کے اوپر اور اس کی زمین کے نیچے مستوی ہوا ۔ جب مستوی ہے، تو اس سے کوئی مکان نہ آسمان نہ زمین نہ بر نہ بحر خالی نہیں ہے اور اللہ عزوجل ہر جگہ ہے ۔ اور تفسیر حریری ہی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہہ لئے آیت تلاوت فرمائی ہو الاول والآخر والظاہر والباطن (وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے ہے اور وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی ہے) اور فرمایا وہ ایسا اوّل ہے جس سے پہلے کوئی شئے نہیں وہ ایسا آخر ہے کہ اس کے بعد کوئی شئے نہیں وہ ایسا ظاہر ہے جس سے بلند کوئی شئے نہیں ایسا باطن ہے جس سے نیچے کوئی شئے نہیں پھر فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کوئی زمین کے اندر ڈول ڈالے تو وہ ڈول اللہ پر جا کر ٹھہرے گا کیونکہ اس سے کوئی مکان خالی نہیں ہے، نیز احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شئے میں حلول نہیں کیا اور کسی شئے سے غائب نہ ہوا ۔ یہہ تمام احادیث قطعی طور پر حق تعالیٰ کے مکان پر دلالت کرتی ہیں نیز ان میں سے ہر ایک میں اس امر پر صریح دلالت موجود ہے کہ حق تعالیٰ کا مکان کسی

[1] عبداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب جلیل القدر صحابی تھے ۔ آپ سے ۱۶۶ حدیثیں مروی ہیں جضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ آپ قرآن کے مفسر ہیں ۔
وفات ۶۸ھ الاعلام ص۵۶۲ جلد ۲ مصر ۱۹۲۷ء

برآنکه مکان او برجهتی مخصوص نیست بل کہ ہیچ ذرۂ از ذرات آفرینش از ذات مقدس او دور نیست یا آنکہ ہیچ مخلوق را با او پیوند نیست و منفصل نیست با آنکہ نہ متصلست بہیچ چیز، متکلم معیت ذات احد فرد را با ہمہ ذرات نامتناہی فہم نتوانست کرد بی تقدیر تجزیہ وحلول در امکنۂ مخلوقات، لاجرم مکان را منکر شد و ہرچہ دریں باب آمدہ بود بتاویلات سرد ظاہری بگردانید و اگر حقیقت مکان بشناختی بداں ہمہ تکلفات سرد مضطر نگشتی ۔

اما بیان اجماع امت بر اثبات مکان آنست کہ ابوالقاسم بلخی کہ رئیس معتزلہ بود درکتاب مقالات فرق اہل قبلہ گفتہ است ابتدات تالیف ہذا الکتاب سنۃ تسع وسبعین ومائتین الہجریہ ، وغرض از ذکر ایں تاریخ آں بود

جہت سے مخصوص نہیں ہے بلکہ آفرینش کے ذرات میں سے کوئی ذرہ اس کی ذات مقدس سے دور نہیں ہے دراں حالیکہ کسی مخلوق کا اس سے پیوند نہیں ہے اور منفصل بھی نہیں ہے اور یہہ کہ وہ کسی شئے سے متصل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات احد فرد کی تمام نامتناہی ذرات کے ساتھ معیت کو کوئی متکلم سمجھ ہی نہیں سکتا، جب تک وہ مخلوقات کے امکنہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس کے حلول وتجزیہ کا قائل نہ ہو لامحالہ اس نے مکانِ الٰہی کا انکار کیا اور جو کچھ اس باب میں دآیات قرآنی اور احادیث، آئی ہیں ان کی ظاہری ناقص تاویلات بھی کیں۔ اگر اسے حقیقتِ مکان معلوم ہوتی تو ان تمام بے جا تکلفات سے مضطر نہ ہوتا۔

اثبات مکان پر امت کے اجماع کی کیفیت یہہ ہے کہ ابوالقاسم بلخی[1] جو کہ معتزلہ[2] کا سردار تھا، اس نے اپنی تصنیف "مقالات فرق اہل قبلہ" میں کہا ہے "میں نے اس کتاب کی تالیف کو ۲۷۹ھ میں شروع کیا"، اس تاریخ کو یہاں درج کرنے کا مقصد یہہ تھا کہ

لہ پورا نام ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بن محمود معتزلی تھا۔ وہ ابوالقاسم الکعبی البلخی کے نام سے بھی مشہور ہے۔ ابن شہاب ابوطیب ابراہیم بن محمد متوفی ۳۵۰ھ کا استاد تھا اور خود ابوالحسن الخیاط معتزلی کا شاگرد تھا اس کی وفات ۳۱۹ھ میں ہوئی ملاحظہ فرمائیں (دائرۃ المعارف اسلامیہ جلد چہارم ص۱۰۱)

ٹہ مسلمانوں میں عقائد کے اعتبار سے قدیم گروہ۔ ان کے اصول خمسہ یہ ہیں توحید، عدل وعد وعید، کفر و اسلام کی درمیانی منزل کا اقرار، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، نقلی دلائل کے بجائے عقلی دلائل پر زیادہ اعتماد کرتے تھے۔ المذاہب الاسلامیہ ابوزہرہ مصری ص۱۷۵۔ ص۱۷۹

تا معلوم شود که ہرچہ بعد ازیں فرا دید آید بخلاف آں بدعت وضلالت بود، پس دریں کتاب گوید ؛ قالت المعتزلہ والخوارج والروبیۃ والمرجیۃ بان اللہ تعالی فی کل مکان وانہ لایجوز ان یکون فی مکان دون مکان وبمرجیہ ہمہ اصحاب حدیث وفقہارا خواستہ است و برامام ابوحنیفہ تخصیص کردہ واورا ازجملہ مرجیان شمردہ وازیں اجماع جماعتی را استثنا کردہ کہ ایشاں در اثبات مکان عالی ترین امت اند وگفتہ است : قال الہشام وجماعۃ الحشویۃ

یہہ معلوم ہو جائے کہ اس کے بعد اب جو کچھ اس کے برخلاف دیکھنے میں آئے وہ بدعت اور گمراہی ہو گی۔ پس اس کتاب میں وہ کہتا ہے کہ معتزلہ اور خوارج[۱] اور روبیہ[۲] اور مرجیہ[۳] نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مکان میں ہیں اور یہہ جائز نہیں کہ وہ ایک مکان میں ہوں اور دوسرے مکان میں نہ ہوں۔ اس نے تمام اصحاب حدیث اور فقہا کو مرجیہ خیال کیا ہے اور امام ابو حنیفہ رح پر تخصیص کی ہے، اور انہیں بھی ان سب کے ساتھ مرجیہ میں شمار کیا ہے، اور اس اجماع سے ایک جماعت کو استثنا کیا کہ اثبات مکان میں یہہ حضرات امت کے عالی ترین افراد ہیں اور کہا ہے کہ ہشام[۴] اور حشویہ[۵] اور

[۱] جنگ صفین میں حکم کے تقرر کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فوج کے ایک گروہ نے "لا حکم الا اللہ" کا نعرہ لگایا اور حضرت علی سے بغاوت کی۔ یہ گروہ حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی خلافت کا منکر تھا۔ دائرۃ المعارف اسلامیہ جلد ۸ ص ۸۰۶، ۸۰۷

[۲] روبیہ یا ردبیہ۔ افسوس ہے کہ تلاش بسیار کے باوجود اس گروہ کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ ممکن ہے کہ اس گروہ کا نام پہلے کچھ ہو اور بعد میں کچھ کہا گیا ہو۔ واللہ اعلم

[۳] مرجیہ کا نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ گناہ کے مرتکب کو گناہوں کے مطابق سزا دی جائے گی اور وہ دائمی جہنمی نہیں ہے۔ اس بات کا بھی امکان کہ اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے اس کی مغفرت فرمائیں اور سزا سے بچ جائے۔ المذاہب الاسلامیہ ابو زہرہ مصری ص ۱۰۲

[۴] ابو محمد ہشام بن الحکم الشیبانی متوفی ۱۹۹ھ۔ کوفہ میں پیدا ہوا۔ واسط میں پرورش ہوئی اور بغداد میں رہائش اختیار کی۔ الدلالات علی حدوث الاشیاء اس کی تصنیف ہے۔ معجم المولفین جلد ۱۴۔ ص ۱۴۰

[۵] حشویہ۔ ایک اصطلاح جسے ان لوگوں کے لئے استعمال کیا جاتا تھا، جو ظواہر پر انحصار کر کے (اللہ تعالیٰ کے لئے) تجسیم کے قائل ہو گئے (نعوذ باللہ)، دائرۃ المعارف اسلامیہ جلد ۸ ص ۳۴۹

و المشبهۃ انہ تعالی فی کل مکان ولایجوز ان یکون فی مکان دون مکان
پس معلوم شد کہ دریں تاریخ جملۂ امت متفق ومتیقن بودہ اند بر
اثبات مکان و اختلاف ایشاں در صفت مکان و ماہیت وکیفیت
آں بودہ است نہ در نفس مکان، ونیز معلوم شد کہ اجماع ایشاں
نہ از پیش خود بودہ بلکہ بناء آں اجماع و بر قرآن و اخبار واقوال صحابہ
وتابعین و اتباع تابعین بودہ است ونیز معلوم شد کہ ایں اجماع
در آں عہد بغایت شایع وظاہر بودہ است تا بحدی کہ معتزلہ آنرا
رد نتوانستند کرد و اگر نہ ظہور ایں اجماع بودی معتزلہ آں را رد
کردندی، زیراکہ رد اجماع در مسایل اصول بنزد ایشاں رواست
و اجماع امت در فروع بنزد یک ایشاں حجت است نہ در صول،
دیا لیت کہ بدانستمی کہ مرد عاقل منصف حق طلب چگونہ روا
دارد کہ منکر مکان شود

مشبہ[۱] کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ حق تعالیٰ ہر مکان میں ہیں اور جائز نہیں کہ وہ ایک مکان میں ہوں اور ایک مکان میں نہ ہوں چنانچہ (مذکورہ بیان کی روشنی میں) یہہ حقیقت واضح ہوگئی کہ اس زمانے تک (ابو القاسم بلخی تک) اثبات مکان کے مسئلے میں تمام امت متفق تھی اور اس پر یقین رکھتی تھی اور ان کا کوئی اختلاف تھا بھی تو مکان کی ماہیت و کیفیت کے بارے میں تھا نفس مکان پر ان کا کوئی اختلاف نہ تھا۔ اور یہہ بھی معلوم ہوگیا کہ ان کا اجماع اپنی رائے سے نہ تھا بلکہ اس اجماع کی بنیاد قرآن و احادیث، صحابہ و تابعین اور تبع تابعین کے اقوال پر تھی اور یہہ حقیقت بھی معلوم ہوگئی کہ یہہ اجماع عہد مذکور میں بہت زیادہ شائع اور ظاہر تھا، یہاں تک کہ معتزلہ بھی اس کا رد نہیں کر سکتے تھے۔ اگر اس اجماع کا ظہور نہ ہوتا تو معتزلہ اس کا رد ضرور کرتے کیونکہ مسائل اصول میں اجماع کا رد کرنا ان کے نزدیک جائز ہے اور فرع میں امت کا اجماع ان کے نزدیک حجّت ہے اصول میں نہیں۔

افسوس صد افسوس کاش میں جان سکتا کہ مرد عاقل انصاف پسند اور حق طلب کس طرح روا رکھ سکتا ہے کہ مکان کا انکار کرے

[۱] قدیم اعتقادی فرقہ۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کو ثابت کرنے پر اس قدر زور دیا کہ اُن صفات کو مخلوق کی صفات کے ساتھ مشابہت دے دی اور تشبیہہ میں مبتلا ہوگئے اور مشبہہ کہلائے۔ رسالہ قشیریہ ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن مقدمہ صـ ۳۳

باآنکه داندکه معنی مکاں خلوتست و خلوات را نهایت نیست پس گفتن که حق تعالی در هیچ چیز از این خلوات موجود نیست و نه نزدیک آنست و نه مماس آں و نه مقابل آن نه زیر آں و نه زبر آں باآنکه آں خلوات نامتناهیست تعطیل صریح و زندقه صرف باشد و غایت این متکلم از راه جدل و عناد گوید آنست که گوید این دخول و خروج و مماسه و محاذات و مقابله و فوقیت و تحتیت همه از صفات اجسام است و حق تعالی جسم نیست پس از ین همه هیچ برو روا نباشد، جواب گوئیم آری ازیں همه هیچ برو روا نیست ولیکن غرض ما نه اثبات الفاظست بل که از بهر کشف غطا و ابطال تلبیس این الفاظ را بلفظ وجود بدل کنیم، و گوئیم که حق تعالی با عالمهای اعلی و ادنی و عالمهای صورت و معنی موجودست یا نه؟ اگر گوئی موجود است مقصود ما حاصل شد و اگر گوئی موجود نیست تعطیل محض و زندقهٔ صرف باشد، الا آنکه

جب کہ اسے یہہ معلوم ہے کہ مکان کا معنیٰ خلا ہے اور خلاؤں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ پس یہہ کہنا کہ حق تعالیٰ اِن خلوات میں سے کسی بھی شئے میں موجود نہیں ہیں، نہ اس کے قریب ہیں، نہ متصل ہیں، نہ مقابل ہیں، نہ اس کے نیچے ہیں، نہ اوپر ہیں، حالانکہ خلائیں نا متناہی ہیں (ظاہر ہے) صریح تعطیل[1] اور محض زندقہ ہے اور حد یہہ ہے کہ یہہ متکلم جدل وعناد کی راہ سے جو دلیل دیتا ہے وہ یہہ ہے کہ (عین القضاۃ) کہتا ہے کہ داخل ہونا، باہر آنا، متصل ہونا آمنے سامنے ہونا، مقابل ہونا یا بلندی وپستی اجسام کی صفات ہیں، اور چونکہ اللہ تعالیٰ جسم نہیں ہیں اس لئے ان میں سے کوئی بات ان پر منطبق نہیں ہو سکتی (یہہ تو کھلا تضاد ہے)، ہم اس اعتراض کے جواب میں کہتے ہیں، بے شک ان میں کوئی بات اللہ تعالیٰ پر روا نہیں ہے، لیکن ہمارا مقصود الفاظ کا اثبات نہیں ہے بلکہ (کج فہمی) کا پردہ ہٹانے اور شیطانی مکر وفریب کو رد کرنے کے خیال سے ہم ان الفاظ کو لفظ وجود سے بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ اعلیٰ اور ادنیٰ عالموں اور صورت ومعنیٰ کے جہانوں کے ساتھ موجود ہیں یا نہیں؟ اگر تم کہتے ہو کہ موجود ہیں تو ہمارا مقصود حاصل ہو گیا اور اگر کہتے ہو کہ موجود نہیں ہے تو یہہ قطعی تعطیل اور محض زندقہ ہے بجز اس کے کہ

[1] اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار۔ چونکہ سلف اللہ تعالیٰ کی صفات کے قائل ہیں اس لئے انہیں صفاتیہ کہا گیا۔ معتزلہ جو صفات کے منکر ہیں معطلہ کہلائے۔ رسالہ قشیریہ ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن ص۲۳

وجود او در امکنۂ جسمانیات و روحانیات محال است پس مکانی اثبات کردیم لایق ذات مقدس او جدا و دور بمعنی وحقیقت از امکنۂ جسمانیات و روحانیات و آں مکانیست کہ آنرا نہ طول و نہ عرض و نہ عمق و نہ بعد و نہ مسافتست بلکہ ہمہ قرب در قربست، یک ذرہ وکم از یک ذرہ در ہمۂ عالم غیب وشہادت از و خالی نیست ، ومحالست عقلاً وہماً و امکاناً و وقوعاً کہ ہیچ وہم بدو رسد یا ہیچ فہم او را دریابد یا ہیچ عقل چند وچونی او بداند زیراکہ محالست کہ ہیچ مخلوق در وگنجد یا بدو راہ یابد و وہم وفہم وعقل از مخلوقانند و وجود حق تعالی با ذرہ ہای عالم چوں وجود جانست با ذرہ ہای قالب ولِلّٰہِ المَثَلُ الاَعلٰی[1] چہ دخول وخروج و اتصال و انفصال ومماسہ ومحازات وفوقیت و وتحتیت وجملۂ عوارض وصفات اجسام برروح جایز نیست زیراکہ روح از عالم امرست نہ از عالم خلق و با ایں ہمہ ہیچ ذرہ از ذرہ ہای قالب از وخالی و دور نیست و از ومنفصل نیست اگرچہ بدو ہم متصل نیست وجود روح با ذرہ ہای قالب نہ در مکان جسم است بلکہ در مکانیست لایق او و میان آں مکان وجملہ امکنہ بعد از ایں فصل گفتہ آید انشاء اللہ تعالی وبہ نستعین ۔

---

۱ - سورۂ ۱۶ آیۂ ۶۰

اللہ تعالیٰ کا وجود مکان جسمانیات و روحانیات میں محال ہے، پس ہم ایسے مکان کا اثبات کرتے ہیں جو ان کی ذات مقدس کے لائق ہے، مکان جسمانیات و روحانیات سے علیحدہ اور دور، معنیٰ اور حقیقت دونوں اعتبار سے۔ اور وہ مکان ایسا ہے جس میں نہ طول ہے نہ عرض، اس میں نہ گہرائی ہے نہ دوری، اور نہ مسافت ہے بلکہ تمام قرب ہی قرب ہے۔ تمام عالم غیب و شہود میں سے ایک ذرّہ ایک شمّہ کم یا زیادہ اس کے بغیر نہیں ہے۔ اور عقلاً، وہماً، امکاناً اور وقوعاً محال ہے کہ کوئی وہم اس تک پہنچ سکے یا کوئی فہم اس کو پا سکے یا کوئی عقل اس کے بارے میں "کتنا ہے" اور "کیسا ہے" معلوم کر سکے۔ کیونکہ یہ قطعی محال ہے کہ کوئی مخلوق اس میں سما سکے یا اس تک راہ پا سکے، اور وہم و فہم اور عقل بھی مخلوق ہیں اور عالم کے ذروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وجود ایسا ہے جیسے قالب کے ذرات کے ساتھ روح کا وجود ہے واللہ المثل الاعلیٰ۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے تو بڑے اعلیٰ درجے کے صفات ثابت ہیں، روح پر اجسام کی صفات مثلاً دخول، خروج، اتصال، انفصال، مماس محاذات، فوقیت، تحتیت اور تمام عوارض جائز نہیں، کیونکہ روح عالم خلق سے نہیں بلکہ عالم امر سے ہے با ایں ہمہ ذرات قالب میں سے کوئی ذرّہ اس سے خالی اور دور نہیں ہے اور اس سے منفصل نہیں ہے اگرچہ متصل بھی نہیں ہے۔ اور قالب کے ذروں کے ساتھ روح کا وجود جسم کے مکان میں نہیں ہے بلکہ ایسے مکان میں ہے جو روح کے لائق ہے۔ اس مکان اور جملہ مکانوں کا بیان اس فصل کے بعد ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اسی سے ہم مدد کے خواستگار ہیں۔

فصل دربیان امکنہ

بداں کہ معرفت ایں امکنہ جز ببصیرت دل و مشاہدۂ سر و معاینۂ روح ممکن نشود وقرآن و اخبار و اجماع امت محک معارفست پس مارا آنچہ ببصایر و مشاہدات معلوم گشتہ بود بر محک قرآن و اخبار و اجماع امت امتحاں کردیم درست وراست آمد. شکر حق تعالیٰ گزاردیم و بدل وجان قبول کردیم وہمہ را ظاہر بیان نمودیم بی تشبیہ وتعطیل وباللہ العصمۃ والتوفیق، آمدیم بہ بیان مکان بزبان طریقت چنانکہ مستفادست ازمشاہدۂ بصیرت۔

خداوندا ایں مخدرۂ غیبی راکہ ہزاراں سالست تا بحجاب عزت محتجب است وبنقاب نور از دیدۂ اغیار مستور، بردست مشاطۂ ہدایت وتوفیق برطالبان آخرالزماں جلوہ کن وتشنگان آخرالزماں را کہ در بیدای حیرت سرگردانند

فصل امکنہ کے بیان میں

جان لیجیے کہ ان امکنہ کی معرفت بغیر دل کی بصیرت، باطنی مشاہدہ، اور معائنۂ روح ناممکن ہے چونکہ قرآن، احادیث اور اجماع امت معارف کی کسوٹی ہیں، پس ہمیں جو بصائر اور مشاہدات حاصل ہوئے ہم نے قرآن وحدیث اور اجماع امت کی کسوٹی پر انہیں پرکھا، سب درست اور راست پائے۔ ہم نے حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور دل وجان سے قبول کیا اور اب تمام (بصائر ومشاہدات) کو بے تشبیہ و بے تعطیل کھل کر بیان کرتے ہیں۔ صرف اللہ کی عصمت اور توفیق کی مدد سے۔ اب ہم زبان طریقت میں جیسا کہ مشاہدہ اور بصیرت سے مستفاد ہوا ہے مکان کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

خداوندا آپ اس غیبی پردہ نشین کو جو ہزاروں سال سے (آپ کے) حجاب عزت کے پردے میں ہے اور نور کے نقاب میں چشم اغیار سے پوشیدہ ہے، ہدایت و توفیق کی مشاطہ کے ذریعے، آخر زمانے کے طالبوں پر جلوہ فگن کر دیجیے اور آخری زمانے کے تشنہ کاموں کو جو حیرت کے بیابان میں سرگرداں ہیں اپنے لطف وکرم کے ساقی کے ذریعہ

بر دست ساقی لطف شربتی شافی فرست، عمر عالم بآخر رسید آخر این
عروسان چون ماه از بهر کدام شاهان نام زدند؟ پادشاها این سر اعظم را
و این بدلازم را به بیانی روشن و شرحی مبین مبرهن مقرون گردان تا
بود که گم گشتگان تیه اعزار و افتادگان عرقاب انکار و میش صورتانی که
در دریدن پوستین بندگان گرگ صفت گشته اند و خرمن عمل ریزهٔ خود
را بآتش غیبت می سوزند و بباد بدگمانی بر می دهند بنور دلالت تو از
ظلمت جهالت برهند، یا دلیل المتحرین و یا ارحم الراحمین.

بدان الهمک الله و ارشدک که مکان بر سه قسم است : قسم اول
مکان جسمانیات، و قسم دوم مکان روحانیات، و قسم سوم مکان الله
تعالیٰ و تقدس، و قسم اول بر سه قسم است مکان جسمانیات کثیف و مکان
جسمانیات لطیف و مکان جسمانیات الطف

اما جسمانیات کثیف زمینست و مزاحمت و مضایقت درو
ظاهرست تا یکی فرا ترنشود دیگری بجای او نتواند نشست و قرب و بعد
درو معلومست، مثلاً از همدان به نیسابور نزدیک تر است که ببغداد
و درین مکان از جای بجای شدن ممکن نشود جز بنقل اقدام و قطع
مسافت و درو اشکالی نیست.

شفا بخش شربت بھجوا دیجئے۔ عالم کی عمر تمام ہوئی آخر یہ چاند جیسی دلہنیں کن بادشاہوں کے لئے مخصوص ہیں۔ اے پادشاہ اس بہت بڑے راز کو اور ناگزیر تدبیر کو ایسے بیان کے ساتھ جو روشن ہو اور ایسی شرح کے ساتھ جو واضح ہو یا دلیل اور قوی بنا دیجئے تاکہ اتنا تو ہو کہ فریب کے بیابان میں بھٹکے ہوئے، انکار کے گرداب میں پھنسے ہوئے بھیڑ جیسی صورت والے جو بندگانِ الٰہی کی پوستین پھاڑنے میں بھیڑیئے کی مانند ہو گئے ہیں اور اپنے ریزۂ عمل کے خرمن کو غیبت کی آگ میں جلاتے ہیں اور بدگمانی کی ہوا دیتے رہتے ہیں آپ کے نور کی دلیلوں سے جہالت کی تاریکی سے نجات پا جائیں یا دلیل المتحرین دیا ارحم الراحمین

اللہ تعالیٰ تمہارے دل میں نیکی ڈالیں اور تمہاری ہدایت فرمائیں جان لو کہ مکان کی تین قسم ہیں۔ پہلی قسم مکان جسمانیات، دوسری قسم مکان روحانیات اور تیسری اللہ تعالیٰ و تقدس کا مکان۔ قسم اول کی بھی تین قسم ہیں کثیف جسمانیات کا مکان، لطیف جسمانیات کا مکان اور جسمانیاتِ الطف کا مکان۔

جسمانیات کثیف زمین ہے۔ حائل ہونا اور تنگی پیدا کرنا اس کا ظاہر ہے۔ جب تک کوئی شئے کسی جگہ سے نہ ہٹائی جائے دوسری شئے اس کی جگہ نہیں لے سکتی۔ نزدیکی اور دوری بھی اس کی ظاہر ہے مثلاً ہمدان سے نیشاپور بہ نسبت بغداد کے زیادہ نزدیک ہے، اور اس مکان میں ایک جگہ سے دوسری جگہ (موجود) ہونا ممکن نہیں ہے جب تک قدم بڑھا کر منتقل نہ ہوا جائے اور فاصلہ طے نہ کیا جائے اور اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

اما مکان جسمانیات لطیف مکان باداست و دریں مکان ہم مزاحمت باشد بدلیل آنکہ تا بادی کہ درخانۂ باشد از منفذی بیرون نرود بادی دیگر دروں نتواند آمد واگر درخانۂ فہم نتوانی کرد انبانی کہ پر باد کنی ہیچ باد دیگر درو نتواند آمد تا آنگاہ کہ بادی کہ درویست بیروں آید وبداں کہ ہرچہ بعد مکان جسمانیات کثیف است قرب ایں مکانست یعنی ہرچہ دروی دوراست دریں نزدیک است زیراکہ درآں مکان ہرچہ بماہی و دو ماہ تواں رفت دریں مکان بساعتی تواں رفت و مرغ چوں دریں مکاں میرود بساعتی چنداں برود کہ بماہی در زمین و از آواز رعد و دیگر آوازہا ہمچنیں فہم کن وبداں کہ ایں مکاں را نیز ہم بعدست، چہ اگر باد خواہد یا مرغی یا آواز کہ از مشرق بمغرب رود بمدتی تواند رفت.

اما مکان جسمانیات الطف مکان انوار صورتی است چوں نور آفتاب و ماہ وستارگان و آتش ومثل ایں وہرچہ در مکان جسمانیات لطیف دورست دریں مکاں نزدیک ست، مشرق از مغرب درآں مکاں دورست و دریں مکاں نزدیکست، و برہان ایں آنست کہ چوں آفتاب سر از مشرق برزند

جسمانیات لطیف کا مکان، ہوا کا مکان ہے، اس مکان میں بھی مزاحمت ہے اور اس کی دلیل یہہ ہے کہ جب تک ایک ہوا کسی گھر میں ہے اور وہ کسی سوراخ یا راستے سے باہر نہیں نکل جاتی دوسری ہوا اس میں داخل نہیں ہو سکتی اگر گھر والی بات آپ کی فہم میں نہیں آرہی ہے تو یوں سمجھ لو کہ تم ایک برتن میں ہوا بھرتے ہو تو دوسری ہوا اس وقت تک اس میں داخل نہیں ہو سکتی جب تک اس کے اندر کی ہوا باہر نہیں نکل جاتی۔ اور یہہ بھی جان لو کہ جسمانیات کثیف کے مکان کی دوری، اس مکان کی نزدیکی ہے، یعنی جو شئے وہاں دور ہے یہاں نزدیک ہے، کیونکہ جو شئے اس مکان (مکان جسمانیات کثیف) میں ایک ماہ یا دو ماہ میں فاصلہ طے کرے گی وہ اس مکان (مکان جسمانیات لطیف) میں ایک ساعت میں طے کر سکتی ہے اور پرندہ اس مکان میں ایک ساعت میں اس قدر پرواز کر سکتا ہے، جتنا کوئی شخص یا شئے زمین میں ایک ماہ میں فاصلہ طے کرتا ہے۔ اسی طور پر بجلی کے کڑکنے کی آواز اور دوسری آوازوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے یہہ بھی سمجھ لو کہ اس مکان میں بھی دوری (فاصلہ) ہے، کیونکہ ہوا، پرندہ یا آواز یہہ چاہیں کہ مشرق سے مغرب تک پہنچ جائیں تو ایک معین مدت میں ایسا کر سکتے ہیں۔

جسمانیات الطف کا مکان اُن انوار کا مکان ہے جو صورت پذیر ہیں (صورتاً نظر آتے ہیں) جیسے آفتاب، چاند، ستارے اور آگ یا ان کی مثل، اور جو شئے جسمانیات لطیف (ہوا اور آواز) کے مکان میں دور ہے، اس مکان میں نزدیک تر ہے اور اس کی دلیل یہہ ہے کہ جب آفتاب مشرق سے طلوع ہوتا ہے تو آناً فاناً اس

ہم درحال نور او بمغرب رسد بی ہیچ درنگی و اگر روش او درمکان باد بودی جز بدرنگی و زمانی بمغرب نتوانستی رسید و نور آتش وجز آن ہمین حکم دارد تا بداں جا یگاہ کہ منقطع شود، پس معلوم شد کہ نور مکانی دیگر دارد جز مکان باد، و برہان دیگر بدین آنست کہ چوں شمعی در خانۂ بری کہ پرباد بود نور شمع در آں خانہ منتشر شود بی آنکہ باد را از خانہ بیرون باید شد، پس دانستیم کہ نور را درمیاں باد مکانی دیگر است لطیف تر از مکاں باد و ہرگز باد در آں مکاں نتواند رفت بسبب کثافت نسبی، و نہ نیز نور درمکان باد نتواند آمد بسبب لطافت بر تقدیر خلو مکان باد، ولیکن از غایت قرب ایں دو مکاں را از یک دیگر تمیز نتواں کرد و باز شناختن ایں جز ببراہین عقلی و مشاہدات سری و مکاشفات قلبی و معاینات روحی صورت نبندد و اگر دریں اشکالی ہست مثالی دیگر بگوئیم بفہم نزدیک تر : بداں کہ حقیقت آتش حرارتست و ماہیتش احراق و آنچہ تو آنرا آتش دانی صورت آتشست و خاصیتش اضاءت و آتش ضد آبست بطبیعت و اجتماع ضدین محالست و ہرگز نتواند بود کہ آب و آتش جمع شوند دریک مکان، چوں ایں بدانستی بداں کہ در آب گرم آتش موجودست و آں آتشست کہ دست می سوزاند نہ آب، و دانستۂ کہ آب و آتش دریک مکان جمع نشوند پس معلوم شد کہ آتش درمیان آب مکانی دیگر دارد جز مکان آب و درمکان آب آتش نیست

کی روشنی کسی تاخیر کے بغیر مغرب تک پہنچ جاتی ہے۔ اگر نورِ آفتاب کی روشنی ہوا کے مکان میں ہوتی تو مزاحمت اور مدت کے بغیر مغرب تک نہ پہنچ سکتا۔ اسی طرح آگ سے پیدا ہونے والی روشنی اور دیگر روشنیوں پر بھی، جب تک انہیں اپنے مقام سے منقطع نہ کیا جائے، اسی حکم کا اطلاق ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ نور کا مکان، ہوا کے مکان سے علیحدہ ہے اور دوسری دلیل اس پر یہہ ہے کہ اگر تم ایک شمع کسی گھر میں لیجاؤ جو ہوا سے پر ہو تو شمع کی روشنی اس گھر میں بغیر ہوا خارج کئے پھیل جائے گی، پس ہم جان گئے کہ ہوا کے درمیان بھی روشنی کا مکان دوسرا ہے جو ہوا کے مکان سے لطیف تر ہے، اور ہوا اپنی ذاتی کثافت کے سبب نور کے مکان میں داخل نہیں ہوسکتی اور نہ روشنی اپنی لطافت کے باعث، ہوا کے مکان کے خلا کے اندازے کے مطابق ہوا کے مکان میں آسکتی ہے لیکن ان دونوں مکان کے انتہائی قرب کی وجہ سے ایک دوسرے سے تمیز کرنا مشکل ہے۔ اور بات وہی ہے کہ اس کی معرفت عقلی دلائل باطنی مشاہدات، قلبی مکاشفات اور روحی معائنات کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ اگر اس میں کوئی اشکال ہے تو ہم دوسری مثال بیان کرتے ہیں جو فہم سے زیادہ نزدیک ہے۔ جان لو کہ آگ کی حقیقت گرمی ہے اور اس کی ماہیت جلانا ہے اور تم جسے آگ سمجھتے ہو وہ آگ کی صورت ہے اور اس کی خاصیت روشن کرنا ہے اور بہ اعتبار طبیعت آگ پانی کی ضد ہے اور تم یہہ بھی جانتے ہو کہ، اجتماع ضدین محال ہے اور ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ آگ اور پانی ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ جب تم کو یہہ بات معلوم ہوگئی تو یہہ بھی جان لو کہ گرم پانی میں آگ موجود ہے اور وہ آگ ہی ہوتی ہے جو ہاتھ کو جلاتی ہے پانی نہیں۔ اور یہہ تو تم جانتے ہی ہو کہ آگ اور پانی ایک مکان میں جمع نہیں ہوسکتے پس نتیجہ یہہ نکلا کہ آگ پانی میں ہوتے ہوئے دوسرے مکان میں ہے، پانی کے مکان سے علیحدہ، اور جس طرح پانی کے مکان میں آگ نہیں ہوتی

و در مکان آتش آب نیست زیرا که اگر آب و آتش در یک مکان جمع شوند اجتماع ضدین لازم آید و این محالست، اما در مکان بغایت نزدیکند به یک دیگر، هیچ جزوی از آب گرم نیست که توان گفت که این آبست بی آتش یا این آتشست بی آب و هر یک از ایشان از یک دیگر جدا اند نه متصل بهم و نه منفصل از هم، چون این مکان فهم کردی بدان که درین مکان مزاحمت و مضایقت نیست و برهانش آنست که اگر یک شمع در خانهٔ بری نور آن شمع بهمه زوایا و هوای آن خانه برسد و اگر صد شمع دیگر در بری انوار همه در یک مکان جمع شود بی آنکه شمع اوّل بیرون باید برد و بدان که این مکان را نیز بعد هست زیرا که نور آفتاب و آتش از حجب کثیف در نتواند گذشت و چون بعد مفرط شود نور منقطع گردد پس معلوم شد که هر چه از پس حجاب کثیف است یا از بعد مفرط منقطع می شود از ین مکان و آنچه در این مکان باشد درست.

قسم دوم از اقسام امکنه مکان روحانیاتست و آن انواع بسیارست و هر چند روحانی لطیف تر مکان او لطیف تر، و حاصل آن بچهار نوع می آید: نوع اول مکان روحانیات ادنی و نوع دوم مکان روحانیات اوسط و نوع سوم مکان روحانیات اعلیٰ و نوع چهارم مکان ارواح.

اما روحانیات ادنی ملائکه اند که بر دوزخ موکلند و بر زمین های دیگر که فرود زمین ماست و برتر ایشان ملائکه اند در رتبت

اسی طرح آگ کے مکان میں پانی نہیں ہوتا کیونکہ اگر آگ اور پانی ایک مکان میں جمع ہو جائیں تو اجتماع ضدین لازم آئے گا اور یہہ محال ہے ۔ لیکن مکان میں ایک دوسرے سے انتہائی قریب ہیں ۔ گرم پانی کا کوئی جزو ایسا نہیں ہے جس کے لئے یہہ کہا جا سکے کہ یہہ بے آگ پانی ہے یا یہہ بے پانی آگ ہے ۔ لیکن ان میں سے ہر ایک ، ایک دوسرے سے جدا بھی ہے نہ باہم متصل ہیں اور نہ منفصل ہیں ۔ جب تم نے اس مکان کی حقیقت کو سمجھ لیا تو یہہ بھی جان لو کہ اس مکان میں مزاحمت اور تنگی نہیں ہے اور دلیل اس کی یہہ ہے کہ اگر تم کسی گھر میں ایک شمع لیجاؤ ، تو اس شمع کی روشنی اس گھر کے تمام گوشوں اور خلا تک پہنچ جاتی ہے ، اگر سو شمعیں لیجاؤ تو سب کی روشنیاں ایک مکان میں ، بغیر اس کے کہ پہلی شمع کو باہر لیجایا جائے جمع ہو جاتی ہیں اور جان لو کہ اس مکان میں بھی بُعد ہوتا ہے کیونکہ آفتاب اور آگ کی روشنی کثیف پردے سے نہیں نکل سکتی اور جب بعد حد سے تجاوز کر جائے گا تو روشنی منقطع ہو جائے گی ، پس معلوم ہوا کہ جو روشنی کسی کثیف پردے کے پیچھے ہوتی ہے یا بہت زیادہ دوری کے سبب منقطع ہو جاتی ہے ، وہ اس مکان سے اور جو کچھ اس مکان میں ہے اس سے دور رہتی ہے ۔

امکنہ کے اقسام میں سے دوسری قسم مکان روحانیات ہے اور اس کے بہت سے انواع ہیں اور جس قدر کوئی روحانی شئے لطیف تر ہوتی ہے اسی نسبت سے اس کا مکان بھی لطیف تر ہوتا ہے ۔ بہرحال ان سب کا حاصل چار انواع ہیں ۔ پہلی نوع روحانیات ادنیٰ کا مکان ، دوسری نوع روحانیات اوسط کا مکان ، تیسری نوع روحانیات اعلیٰ کا مکان اور چوتھی نوع ارواح کا مکان ۔

روحانیات ادنیٰ وہ ملائکہ ہیں جو دوزخ پر اور دوسری زمینوں پر جو ہماری زمین کے نیچے ہیں مقرر ہیں اور ان سے رتبے میں برتر وہ ملائکہ ہیں جو دریاؤں

که بر دریاها وکوه ها وصحرا ها موکل اند وعلی الجمله طوایف فرشتگانی اند که مسخر ند از بهر ترتیب مناظم عالم سفلی که مستقر فلک قمرست و روش ایشان در صعود تا آسمان اوّل بیش نباشد واز آنجا البته نتواند گذشت اگرچه قدرت گذشتن دارند ولیکن از راه رتبت ایشان را آنجا بداشته اند هرگز بمقدار سر انگشتی بیشتر نشوند چنان که فرموده: وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ -۱ و در درجات ومقامات ایشان تفاوت بسیارست ولیکن همه را دریک درجه شمردیم وروحانیات ادنی لقب نهادیم تا دراز نشود و هرچه در آسمانهاست از راه رتبت از ایشان دورست.

اما روحانیات اوسط ملایکهٔ آسمانها اند و ملائکهٔ هر آسمان از آسمان دیگر محجوبند، ولو دنوت انملة لاحترقت، درحق همه است وهمچنین تا حملهٔ عرش وصافین وحافین وانواع ملائکه که فرود عرشند وتفاوت در درجات ومقامات ایشان را نهایت نیست ولیکن همه را دریک درجه انگاشتیم وتفاوت میان ایشان در مراتب همچون مراتب خدم وحشم سلاطین صورتست که پیش تخت پادشاه هریک را مقامی معین ست

۱- سورهٔ ۳۷ آیهٔ ۱۶۴

پہاڑوں اور صحراؤں پر مقرر ہیں ان کے علاوہ فرشتوں کے وہ گروہ ہیں جو عالم سفلی کے انتظام کی ترتیب کے لئے مسخر ہیں۔ ان کا مستقر فلک قمر ہے، یہہ فرشتے بلندیوں پر جاتے ہیں لیکن ان کی روش آسمان اول سے زیادہ نہیں ہے اور نہ اس سے آگے جاسکتے ہیں، اگرچہ وہاں سے گزرنے کی قدرت رکھتے ہیں لیکن رتبے کے اعتبار سے ان کو وہیں تک رکھا گیا ہے اور ہرگز انگلی کے ایک پورے کے برابر بھی آگے نہیں بڑھتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَمَا مِنَّا اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ (اور ہم میں سے ہر اک کا ایک معین درجہ ہے) اور ان کے درجات و مقامات میں بہت زیادہ فرق ہے لیکن ہم سب کو ایک ہی درجے میں شمار کرتے ہیں اور روحانیات ادنیٰ لقب رکھتے ہیں تاکہ بیان طویل نہ ہوجائے اور جو کچھ آسمانوں میں ہے مراتب کے اعتبار سے ان کی (رسائی) سے بالاتر ہے۔

روحانیات اوسط آسمانوں کے ملائکہ ہیں اور ہر آسمان کے ملائکہ دوسرے آسمان کے ملائکہ سے پوشیدہ ہیں، ان سب کے حق میں یہہ مقولہ صادق آتا ہے "اگر میں انگلی کے پورے کے برابر بھی (آگے) جاؤں تو میں جل جاؤں"[1]۔ اسی طرح عرش کو اٹھائے ہوئے برابر برابر صف بستہ اور گرداگرد کھڑے ہوئے فرشتے اور ملائکہ کے انواع جو زیر عرش ہیں سب اسی ذیل میں آتے ہیں اور ان کے درجات و مقامات میں تفاوت کی حد انتہا نہیں ہے لیکن ہم نے سب کو ایک ہی درجے میں رکھا ہے۔ ان کے درمیان مراتب میں فرق اسی طرح کا ہے جس طرح کا فرق ظاہری بادشاہوں کے خدمت گزاروں اور لشکر میں ہوتا ہے کہ بادشاہ کے دربار میں ہر اک کا مقام مقرر

[1] سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

اگر یک سر موئے برتر پرم   فروغ تجلی بسوزد پرم

که از آنجا بیشتر نتوانند شد

اما روحانیات اعلی مقربان حضرت ربوبیت اند از راه صفت ومراتب ایشان را نهایت نیست ومقام ایشان در عالم علّیین است و ایشان سخت لطیف اند تا بجاری که اگر خواهند خویشتن را از طوائف ملائکهٔ که فرود ایشانند باز پوشند که به هیچ گونه ایشان را نتوانند دید از فرط لطافت امکنهٔ ایشان و در مکان ایشان هیچ حجاب نیست از دیوار هیچنین در آیند که از در و در اندرون سنگ سخت همچنان جای دارند که در فضای فراخ ، و در امکنهٔ ایشان هم نوعی است از لبعد، زیرا که ایشان را بحرکت هم حاجت است اگرچه به کم از یک طرفة العین بمقصد رسند اما حاجت بحرکت هم منافی کمالست در روحیت ، وهریک از طوایف ملائکهٔ دیگر همین خاصیت دارند ولیکن در عالم خود بقدر مرتبهٔ خود،

اما مکان ارواح هم متفاوتست برحسب تفاوت ارواح در لطافت وکمال در لطافت روح انسانی راست و این روح بغایت لطیفست وهیچ مخلوق در لطافت بدرجهٔ او نرسد وهیچ ذرهٔ از عرش تا تحت الثریٰ از و و از مکان او دور نیست و او را بحرکت هیچ حاجت نیست هرجا که او را بجوئی بیابی و او نه متصل است و نه منفصل، نه داخل است و نه خارج، نه متحرکست و نه ساکن، و این همه ببراهین عقلی معلومست و لیکن چون شیوهٔ عقل معرفت نبود و هر طایفهٔ در آن سخن گفته اند در آن شروع نکردیم و براهین عقلی کسی را بکار آید که مکاشفات قلبی ومشاهدات سری و معاینات روحی نداشته باشد

ہے، اس مقام سے آگے کوئی نہیں بڑھ سکتا۔

روحانیات اعلیٰ بہ اعتبار صفت حضرت ربوبیت کے مقرب ملائکہ ہیں اور ان کے مراتب کی کوئی انتہا نہیں ہے اور ان کا مقام عالم علیّین میں ہے اور یہ بے حد لطیف ہیں، یہاں تک کہ اگر چاہیں تو ملائکہ کے ان گروہوں سے جن کا مستقر ان سے نیچے ہے خود کو ان کی نگاہوں سے پوشیدہ کر لیتے ہیں اور بے حد لطافت کے باعث انہیں کسی طرح نہیں دیکھا جا سکتا۔ اور ان کے مکان میں کسی طرح کی رکاوٹ نہیں اور یہ دیواروں سے اس طرح نکل جاتے ہیں جس طرح کوئی دروازے سے نکلتا ہے اور سخت پتھر میں ایسے قیام پذیر ہو سکتے ہیں جیسے کشادہ فضا میں۔ ان کے امکنہ میں کبھی بہ سبب لطافت نوعیں ہوتی ہیں کیونکہ یہ بھی حرکت کے محتاج ہیں۔ خواہ پلک جھپکتے سے کم میں مقصد پالیں لیکن روحیت میں حرکت کا محتاج ہونا کمال کے منافی نہیں ہے اور ملائکہ کے دوسرے گروہوں میں سے ہر ایک ایسی خاصیت کا حامل ہے لیکن اپنے مخصوص عالم میں اور اپنے مرتبے کے بقدر۔

مکان ارواح کبھی، روحوں کی پاکیزگی میں ذوق کے مطابق، متفاوت ہوتا ہے اور لطافت میں کمال صرف روح انسانی کو حاصل ہے اور یہ روح بہت زیادہ لطیف ہوتی ہے، اور پاکیزگی میں کوئی مخلوق اس کے درجے تک نہیں پہنچ سکتی اور عرش سے تحت الثریٰ تک کوئی ذرّہ اس کے مکان سے دور نہیں ہے اور اس روح کو حرکت کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے تم اسے جہاں کہیں تلاش کرو پا لو گے۔ وہ نہ متصل ہے، نہ منفصل، نہ داخل ہے، نہ خارج ہے، نہ متحرک ہے، نہ ساکن ہے۔ یہ تمام امور دلائل عقلی سے ثابت ہیں، لیکن چونکہ عقل کا شیوہ معرفت نہیں ہے اور ہر گروہ نے اس مسئلے پر گفتگو کی ہے، ہم نے اس بحث کو ترک کر دیا ہے۔ درحقیقت عقلی دلائل کی تو اس شخص کو ضرورت ہوتی ہے جو قلبی مکاشفات، باطنی مشاہدات اور روحی معائنات سے

چہ چوں آفتاب معرفت طالع شود بنور چراغ عقل حاجت نباشد و بداں کہ دریں مکاں ہم نوعی ہست از بعد، زیراکہ علّیین نامتناہی ازو دورست، وسافلین نامتناہی ہمچنیں وعلی الجملہ ہرچہ نامتناہی است ازو دوراست چہ او متناہی است ومتناہی بنامتناہی محیط نشود والسلام۔

آمدیم بمقصود بداں کہ حق تبارک و تعالیٰ ازیں ہمہ مکانہا کہ یاد کردیم منزہ ومقدس ومتعالیست نہ حلول او دریں مکانہا رواست و نہ مماستہ آں اورا متصور، و نہ محاذات ایں اورا جائز، ومکان او عزوجل فوق ہمہ مکانہاست وہمہ آں مکاں قرب در قربست، در وبعد از ہیچ وجہ ممکن نیست، علّیین وسافلین وہمہ نامتناہی یک نقطہ اوست وایں مکان را نہ طول ست و نہ عرض نہ عمق و نہ بعد و نہ مسافت و نہ فوق و نہ تحت و نہ یمین و نہ یسار و نہ خلف و نہ قدام اگر بہ وسعت آں مکان نگری تنگ تر از آں بینی کہ چشم زد وہم در وگنجد واگر بضیق آں نگری اورا بر ہمہ متناہی محیط یابی، لایعرف عنہ الابہ، وبداں کہ اگر روح بمتابعت سید بشر صلی اللہ علیہ وسلم بدوام ریاضات ومجاہدات قوت گیرد تواند کہ قالب کثیف را بہ مکاں جسمانیات لطیف کشد ونشانش آں باشد کہ بیک ساعت دو سہ ماہہ راہ برود وآنچہ شنیدہ کہ زمیں را از بہر فلاں ولی طی کردند۔

محروم ہو، کیونکہ جب معرفت کا آفتاب طلوع ہو جاتا ہے تو عقل کے چراغ کی روشنی باقی نہیں رہتی۔ اور تم جان لو کہ بُعد کے اعتبار سے اس مکان میں بھی قسمیں ہیں کیونکہ نامتناہی علیئین اس سے دور ہے اور اسی طرح نامتناہی سافلین بھی اس سے دور ہے اور جو بھی نامتناہی ہے اس سے دور ہے، کیونکہ یہہ خود متناہی ہے ظاہر کہ متناہی نامتناہی پر محیط نہیں ہو سکتا۔ والسلام

اب ہم مقصد کی جانب آتے ہیں۔ جان لو کہ حق تبارک و تعالیٰ ان تمام مکانوں سے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے، منزہ ہیں پاک ہیں اور عالی ہیں۔ ان مکانوں میں نہ ان کا حلول روا ہے اور نہ ان کی پیوستگی متصور ہو سکتی ہے، اور نہ ان کی ذات کے لئے ان مکانوں کے محاذ میں ہونا جائز خیال کیا جا سکتا ہے۔ اس خدائے عز و جل کا مکان تمام مکانوں سے برتر ہے اور یہہ مکان تمام تر قرب در قرب ہے۔ اس میں کسی اعتبار سے بھی بعد ممکن نہیں ہے علیئین، سافلین اور تمام نامتناہی (ملکوں) اس کا ایک نقطہ ہے۔ اس مکان کا نہ طول ہے، نہ عرض، نہ گہرائی ہے، نہ بُعد اور نہ مسافت، نہ بلندی ہے نہ پستی وہ نہ دائیں طرف ہے نہ بائیں طرف اور نہ پیچھے ہے نہ آگے ہے، اگر تم بہ اعتبار وسعت اس مکان کو دیکھو تو اس سے بھی زیادہ تنگ پاؤ گے کہ اس میں شائبہ وہم بھی سما سکے، اور اگر تم بہ اعتبار تنگی اسے دیکھو تو اسے تمام متناہی پر محیط دیکھو گے۔ لا یعرف منہ الّا بہ (یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت کسی کو حاصل نہیں ہوئی مگر خود اسی سے) تم جان لو کہ اگر انسانی روح سید بشر صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے ساتھ دائمی ریاضات و مجاہدات سے قوت حاصل کرے تو یہہ بھی ممکن ہے کہ قالب کثیف کو جسمانیات لطیف کے مکان تک پہنچا دے اور اس کی علامت یہہ ہے کہ ایک ہی ساعت میں دو تین ماہ کی راہ طے کر لی جائے اور یہہ جو تم نے سنا ہے کہ (اللہ رب العزت نے) فلاں ولی کے لئے زمین کو لپیٹ

تا بیک شب بمکه رفت دریں حال باشد داگر قوتش بیش باشد تواند کہ قالب
را بمکان جسمانیات الطف کشد و نشانش آں بود کہ درمیاں آب برود
و ترنشود زیراکہ او درمکان آتش درآب میرود و درآں مکان آب
نیست و نیز بیک نفس از مشرق بمغرب رود و نیز او را درچند
حال مختلف بہ بیند و او دریک جای ساکن بود دایں ولی ہنوز
از امکنۂ جسمانیات نگذشتہ باشد و اگر قوت روح بکمال رسد قالب
را بمکان روحانیات کشد و نشانش آں باشد کہ درآتش رود و
نسوزد زیراکہ او درمکاں روحانیات درآتش میرود و درآں
مکاں ہیچ آتش نیست وآنچہ شنیدۂ کہ زبانیہ راہیچ المی نمی رسد از
آتش دوزخ ، از اینست ہر انبیاء و اولیاء علیہم السلام در دوزخ
روند از بہر راستی وعدۂ : وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۱ بدیں صفت
روند و دریں مکان باشند لاجرم درشوند و بیروں آیند و ایشاں را
از دوزخ و احوال آں ہیچ خبر نباشد اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا
الْحُسْنٰۤى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۲ در دوزخ باشند و از دوزخ
دور باشند ہم چناں کہ اندیشۂ تو درمیاں آتش رود و بیروں آید و
نہ اورا از آتش خبر باشد و نہ آتش را ازو اثر ، زیراکہ درمکاں آتش
اندیشہ نیست و درمکاں اندیشہ آتش نہ ، ونشاں دیگر آں باشد کہ
ایں ولی از دیوار ہمچناں درآید کہ از در '

۱۔ سورۂ ۱۹ آیۂ ۷۱ ۲۔ سورۂ ۲۱ آیۂ ۱۰۱

دیا یہاں تک کہ ایک شب کی مدت میں مکہ معظمہ پہنچ گیا اسی حالت میں ہوتا ہے اور اگر زیادہ قوت حاصل ہو تو یہہ بھی ممکن ہے کہ قالب کو جسمانیاتِ الطف تک پہنچا دے اور اس کی علامت یہہ ہے کہ پانی کے اندر چلے لیکن تر نہ ہو، کیونکہ وہ پانی کے اندر آگ کے مکان میں چلتا ہے اور وہاں مکان آب موجود ہی نہیں ہے (تو پانی کا اثر اس پر کس طرح ہو سکتا ہے) نیز ایک دم میں مشرق سے مغرب تک جا سکتا ہے، دراں حالیکہ وہ ایک ہی مقام پر ساکن ہو لیکن اسے چند مختلف حال میں لوگ دیکھیں جب کہ وہ دلی امکنۂ جسمانیات سے بھی نہ گزرا ہو، اور اگر روح کی قوت کمال تک پہنچ جائے تو وہ قالب کو روحانیت کے مکان میں کھینچ لے جاتی ہے اور اس کی علامت یہہ ہے کہ وہ آگ میں چلے اور نہ جلے کیونکہ وہ مکان روحانیات میں آگ کے اندر چلتا ہے اور اس مکان میں آگ سرے سے موجود ہی نہیں ہے اور یہہ جو تم نے سنا ہے کہ ملائکہ دوزخ کو دوزخ کی آگ سے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی، اسی بنا پر ہے۔ اور انبیا اور اولیا علیہم السلام وعدے کی صداقت کا مشاہدہ کرنے کے لیئے دوزخ میں جاتے ہیں وان منکم الا واردھا (اور تم میں سے کوئی بھی نہیں ہے جس کا اس پر سے گزر نہ ہو) تو اسی صفت کے ساتھ جاتے ہیں اور مکان روحانیات میں ہوتے ہیں۔ وہ یقیناً اندر جاتے اور باہر آتے ہیں اور انہیں دوزخ اور اس کے خوف سے کوئی خبر نہیں ہوتی ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اولئک عنھا مبعدون (جن کے لیئے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہے وہ اس (دوزخ) سے دور کیئے جائیں گے)۔ دوزخ میں ہوتے ہیں لیکن دوزخ سے دور ہوتے ہیں بالکل اسی طرح جس طرح آپ کا خیال آگ میں جاتا ہے اور باہر آتا ہے لیکن اسے نہ آگ کی کوئی خبر ہوتی ہے اور نہ آگ کو اس سے کوئی اثر ہوتا ہے کیونکہ خیال آگ کے مکان میں نہیں ہے اور آگ خیال کے مکان میں نہیں ہے۔ دوسری علامت یہہ ہوتی ہے کہ یہہ دلی دیوار سے اس طرح نکل آتا ہے جیسے کوئی دروازے سے آجاتے اور

و ہیچ چیز او را حجاب نکند و نشان دیگر آں بود کہ خود را از چشم ہر کہ خواہد بپوشد و ایں ہمہ ممکنست و ہست و خواہد بود، اما ممکن نیست و صورت نبندد و روا نباشد کہ حق جل جلالہ در چیزی از یں اماکن کہ یاد کردیم فرود آید یا بداں پیوندد و یا برابر آں بود و یا ہیچ آفریدۂ بمکان او رسد و ایں غایت ارتفاع مکانست کہ ہیچ آفریدۂ را بہ حق تعالی در مکان و غیر آں امکان مشارکت نیست و آں ارتفاع کہ مفہوم اہل ظاہرست از راہ جہت فوق نہ پس رفعتیست زیراکہ زیر عرش عالمہای بسیار است و مخلوقات بی شمار و اگر آنرا انکار کنی باری وجود مخلوقات راکہ زیر عرشند انکار نتوانی کرد پس بدانستی کہ رفعت جہتی مختصرست کہ خلق را در آں مکان مشارکت ہست و کمال رفعت ایں مکان راست کہ یاد کردیم زیراکہ امکاں ندارد کہ ہیچ آفریدۂ درو گنجد۔

آری جانا تاکی گرد عالم پوئی و از زیر و بالا سخن گوئی خلاصۂ وجود توئی، و سرچشمۂ شہود توئی، در وجود خود نگر وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ[۱] تا ہرچہ در کل عالم اثبات کردی در وجود خود عیاں ببینی کہ فتوح و دولت تو اینجاست، بوفای مسلمانی بر تو کہ ایں فصل را مسلماں وار بنیوش و حلۂ حرمت و حضور در پوش تا بدانی بل کہ بہ بینی کہ آنکہ ناگزیر تست درمیاں جان و دل تست۔

۱۔ سورۂ ۵۱ آیۂ ۲۱

کوئی چیز اس کے لئے آڑ نہیں بنتی اور دوسری علامت یہہ ہے کہ یہہ ولی خود کو ہر کسی کی آنکھ سے چاہے تو پوشیدہ کرے اور یہہ سب ممکن ہے، ہوتا رہتا ہے ہوتا رہے گا لیکن یہہ ممکن نہیں ہے، اور نہ اس کی کوئی صورت پیدا ہو سکتی ہے نہ ہی یہ درست ہے کہ حق جل جلالہ ان مکانوں کی جن کا ہم نے ذکر کیا ہے، کسی چیز میں اتر آئیں، یا اس کے ساتھ پیوستہ ہوں یا اس کے برابر ہو جائیں یا کوئی مخلوق ان کے مکان میں پہنچ سکے کیونکہ یہہ غایت درجہ بلند مکان ہے۔ کسی مخلوق کو حق تعالی کے ساتھ مکان میں یا اس کے علاوہ شرکت کا امکان نہیں ہے۔ وہ بلندی جو اہل ظاہر کا مفہوم ہے فوقیت کی جہت کے اعتبار سے نہیں بلکہ محض رفعت ہے، کیونکہ عرش عظیم کے نیچے بہت سے عالم ہیں اور بے شمار مخلوق ہیں۔ اگر تم اس کا انکار کرو تو مخلوقات کے وجود کا جو عرش سے نیچے ہیں کسی طرح انکار نہیں کر سکتے۔ پس تمہیں معلوم ہو گیا کہ رفعت ایک محدود جہت ہے جس میں خلق کو بھی مشارکت حاصل ہے اور کمال رفعت (تو صرف) اس مکان کے لئے ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے کیونکہ اس کا کوئی امکان نہیں ہے کہ کوئی مخلوق اس میں سما سکے۔

اے عزیز تم کب تک (بے مقصد) عالم کے گرد کہتے رہو گے (زمین و آسمان) پر (لایعنی) بحث میں مبتلا رہو گے (حالانکہ) خلاصۂ وجود تم ہو اور سرچشمۂ شہود بھی تم ہو۔ اپنے وجود میں نظر کرو۔ وفی انفسکم افلا تبصرون (اور خود تمہاری ذات میں بھی (ہے) کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا) تاکہ جو کچھ تم نے کل عالم میں [illegible] کیا ہے خود اپنے وجود میں اسے عیاں دیکھ لو (درحقیقت) تمہاری [illegible] اور [illegible] ہے۔ تمہیں الفائے مسلمانی کی قسم، اس فصل کو اہل تسلیم کی [illegible] حضوری [illegible] پہنو تاکہ تمہیں معلوم ہو بلکہ مشاہدہ ہو جائے کہ جو چیز تمہارے [illegible] وہ خود تمہارے جان و دل کے درمیان ہے۔

بداں شرح اللہ صدرک ویسرک امرک کہ قالب تو مرکبست از
چہار عنصر متضاد : خاک و باد و آب آتش و این ہر چہار بحقیقت در
قالب تو جمع اند ہرچہ بعد از خشک شدن قالب بر جای بماند از خاکست
و ہر رطوبت کہ در وست از آبست و ہر حرارت کہ در وست از آتش است
و ہر برودت کہ در وست ز باد ست مکان خاک در قالب تو ظاہر ست
بل کہ عیانست و درین خاک آب را مکانی دیگر ست لطیف ، لایق
لطافت آب ، بدلیل آنکہ پیش ازین گفتیم کہ آب و خاک ضد یک دیگر
دیگر نار اجتماع ایشاں در یک مکان محالست و نیز در مکان ایشاں
مضایقت و مزاحمتست تا یکی برنخیزد دیگری بجای او نتواند نشست
و برہانش ہمانست کہ گفتہ شد و در این آب باد را مکان دیگر ست
لطیف تر از مکان آب زیرا کہ اجتماع ۔ ایشاں در یک مکان محالست
بدلیل آنکہ ہم اکنوں در استحالت اجتماع آب و خاک یاد کردہ شد و
دریں باد آتش را مکان دیگر ست لطیف تر از مکاں باد بہماں دلیل
و دریں آتش جان ترا مکانی دیگر ست لطیف تر از مکان آتش و درمیان
جان تو حق را مکانی دیگر ست لطیف تر از مکان جان تو ۔ و فوق مکان
حق تعالیٰ ہیچ مکان نیست و نتواند بود و در مکان خاک نہ آبست و نہ
باد نہ آتش و نہ جان و نہ خدای ، و در مکان باد نہ خاکست و نہ آب
و نہ آتش و نہ جان و نہ خدای ، در مکاں آتش نہ خاکست و نہ آب
و نہ باد

اللہ تعالیٰ تمہارے سینے کو کھولدیں اور تمہارے معاملہ کو تم پر آسان فرمادیں تم جان لو کہ تمہارا قالب چار متضاد عناصر کا مرکب ہے۔ مٹی، ہوا، پانی اور آگ۔ یہ چاروں حقیقت میں تمہارے قالب میں جمع ہیں قالب کے خشک ہو جانے کے بعد جو عنصر اپنی جگہ باقی رہتا ہے وہ خاک ہے۔ اس میں جو رطوبت ہے پانی کے سبب ہے جو حرارت ہے آگ کے باعث ہے جو ٹھنڈک ہے ہوا کی وجہ سے ہے۔ خاک کا مکان تمہارے قالب میں ظاہر ہے بلکہ عیاں ہے، اسی خاک میں پانی کا ایک مکان دوسرا ہے، لطیف جو پانی کی لطافت کے لائق ہے اس دلیل کے مطابق جو اس سے پہلے ہم نے بیان کی کہ پانی اور مٹی ایک دوسرے کے ضد ہیں اور ایک مکان میں ان کا جمع ہونا امر محال ہے۔ نیز ان کے مکان میں مزاحمت اور تنگی ہے، جب تک کہ ایک وہاں سے ہٹ نہیں جاتا دوسرا اس کی جگہ نہیں لے سکتا اور دلیل اس کی وہی ہے جو بیان کی جا چکی ہے، اور اس پانی میں ہوا کا مکان دوسرا ہے پانی کے مکان سے زیادہ لطیف، کیونکہ ایک مکان میں ان کا اجتماع محال ہے اسی دلیل کے مطابق جو ابھی ابھی پانی اور خاک کے جمع ہونے کی حالت کے سلسلے میں بیان کی گئی۔ اس ہوا میں آگ کا مکان علیٰحدہ ہے۔ ہوا کے مکان سے لطیف تر، اسی دلیل کے مطابق۔ اور اسی آگ میں تمہاری روح کا مکان دوسرا ہے، جو آگ کے مکان سے زیادہ لطیف ہے، اور تمہاری روح کے درمیان حق تعالیٰ کا مکان ہے جو تمہاری روح کے مکان سے زیادہ لطیف ہے اور حق تعالیٰ کے مکان سے فوق کوئی مکان نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ (اب مسئلہ کو اس طرح سمجھیں کہ) خاک کے مکان میں نہ پانی ہے، نہ ہوا، نہ آگ، نہ روح نہ خدا ہے۔ ہوا کے مکان میں، نہ خاک ہے، نہ پانی، نہ آگ، نہ روح نہ خدا ہے۔ آگ کے مکان میں، نہ خاک ہے، نہ پانی، نہ ہوا

و نه جان و نه خدای، و در مکان جان نه خاکست و نه آب و نه باد و نه آتش و نه خدای، و در مکان خدای عز و جل نه خاکست و نه آب و نه باد و نه آتش و جان، با همه بی همه از همه دور، از همه بهمه نزدیک تر۔

ای درمیان دل وجان و از دل وجان پنهان، وای نور دیدگان و دیده از تو بی نشان، ای حاصل دل و دل از تو بی حاصل، اے نزدیک نه متصل، وای دور نه منفصل، همه جائی هستی و نمیدانم تا کجائی کجات جویم که در هر چه هست نشان تست و نمی دانم که از تو کجا نشان یابم۔ فریاد از ما فریاد از نزدیکی تو و دوری بنده فریاد از حاضری تو و غایبی بنده، فریاد از جمال باکمال تو و نابینائی بنده، فریاد که هزار جان بنده فدای ندای تو باد۔

سؤال : اگر سایلی سؤال کند که این مکان که تو اثبات کردی در ازل بود یا نه اگر گوئی بود لازم آید که قدیم باشد و با حق تعالی قدیمی دیگر اثبات کردن کفر بود داگر گوئی نبود هر آینه محدث باشد مخلوق وحلول قدیم در مخلوق ومحدث محال بود پس معلوم شد که اثبات مکان متعذرست !

ما جواب گوئیم : حاشا حلول بر ذات وصفات قدیم حق جل جلاله روا نیست، نه هیچ مخلوق بذات او فرود آید

نہ روح نہ خدا ہے۔ روح کے مکان میں نہ خاک ہے، نہ پانی، نہ ہوا، نہ آگ نہ خدا ہے۔ خدائے تعالیٰ کے مکان میں، نہ خاک ہے، نہ پانی، نہ ہوا، نہ آگ اور نہ روح ہے۔ (وہ) سب کے ساتھ ہے اور سب سے جدا سب سے دور ہے۔

اے دل وجان کے درمیان (واسطہ اتصال) اور (پھر بھی) دل وجان سے پوشیدہ، اے آنکھوں کے نور اور (پھر بھی) آنکھ آپ سے بے آگاہ اے حاصل دل مگر دل آپ (کی یافت) سے بے حاصل۔ اے نزدیک مگر غیر متصل اے دور مگر غیر منفصل۔ آپ سب جگہ موجود اور میں نہیں جانتا کہ آپ کہاں ہیں آپ کو کہاں تلاش کروں کہ (یوں تو جو کچھ ظاہر میں ہے وہ آپ پر دلیل ہے (مگر) میں نہیں جانتا کہ آپ کا پتہ کہاں پاؤں۔ ہماری دہائی ہے۔ گلہ آپ کی نزدیکی اور بندے کی دوری سے شکوہ آپ کی موجودگی اور بندے کے غائب ہونے سے۔ فریاد ہے آپ کے جمال باکمال اور بندے کی بے بصری سے آہ کہ بندے کی ہزار جانیں آپ کی ایک ندا پر فدا ہوں۔

سوال۔ اگر معترض یہہ سوال کرے کہ یہہ مکان جس کو تو نے ثابت کیا ہے، ازل میں تھا یا نہیں تو اگر تیرا جواب ہے کہ "تھا"، تو حق تعالیٰ کے ساتھ مکان کا قدیم ہونا بھی لازم آیا، اور حق تعالیٰ کے ساتھ دوسرے قدیم کا اثبات کرنا کفر ہوگا۔ اور اگر تیرا جواب ہے کہ "نہ تھا"، تو (پھر اسکو) یقیناً حادث و مخلوق ہونا چاہیئے اور قدیم کا حادث و مخلوق میں حلول کرنا محال ہوگا پس نتیجہ یہہ نکلا کہ مکان کا اثبات محال ہے۔

ہم جواب میں کہتے ہیں۔ حاشا حق جلّ جلالہ کی ذات وصفات قدیم کیلئے حلول جائز نہیں ہے نہ تو کوئی مخلوق ان کی ذات کے ساتھ شامل ہو سکتی ہے اور

و نہ ذات قدیم او بہ ہیچ مخلوق وماکینونت حق دریں مکان نہ بر طریق حلول می گوییم ،حاشا وکلا بل کہ بہمان طریق می گوییم کہ کینونت روح باقالب ،چہ روح بر ہمۂ ذرات قالب محیطست و ہیچ ذرہ از قالب از روح خالی نیست وبا ہر ذرۂ از قالب موجودست بحقیقت باآنکہ حلول بر او روانیست زیراکہ حلول واتحاد و انتقال ازعوارض اجسامست وہیچ چیز از عوارض اجسام بر روح جائز نیست واوموجود بی تردد است پس ہمچناں کہ روح با ہمۂ ذرہ ہای قالب بحقیقت موجود است بی حلول درمکانی لطیف کہ لایق لطافت روحست ،ذات مقدس رب العالمین باذرہ ہای آفرینش بحقیقت موجود است بی حلول و اتصال و انفصال وبی مماسہ ومحاذات ،بلکہ درمکانی کہ لایق قدس ونزاہت و رفعت وپاکی او باشد چناں کہ پیش ازیں بیان کردیم ،

سؤال : اگر سایلی سؤال کند وگوید کہ بدیں دلایل قطعی مبین گشت کہ درحقیقت آسمان وہفت زمین بلکہ درکل کاینات ہیچ ذرۂ از ذرات آفرینش از ذات مقدس او دور وخالی نیست باآنکہ حلول واتصال برو روانیست ولیکن اندرون ما ازیں معنی می رمد وازقبول آں باز می جہد بسبب آنکہ ازیں لازم میاید کہ حق تعالی بذات درمواضع قذرہم باشد چوں حشوش ومزابل وغیر آں واین سخن شنیع ومستنکرست ،جواب ایں سؤال راسہ جواب شافی بگوییم انشاءاللہ۔

نہ ان کی ذات قدیم کسی مخلوق کے ساتھ شامل ہوسکتی ہے، اور نہ ہم اس مکان میں حق تعالیٰ کے وجود کو بطریق حلول کہتے ہیں، حاشا وکلاّ! بلکہ اسی طریق پر کہتے ہیں جیسے قالب کے ساتھ روح کی موجودگی۔ یقیناً روح تمام ذرّات قالب پر محیط ہے اور قالب کا کوئی ذرہ روح سے خالی نہیں ہے اور قالب کے ہر ذرّے ساتھ بحقیقت موجود ہے لیکن روح کے لئے حلول (کا حکم) جائز نہیں ہے کیونکہ اجسام کے عوارض میں سے کسی عارضے کا روح پر اطلاق نہیں ہوتا، پھر بھی روح بلاشک وشبہ موجود ہے، پس جس طرح کہ تمام ذرّات قالب کے ساتھ روح بغیر حلول کے ایسے لطیف مکان میں جو روح کی لطافت کے لائق ہے فی الحقیقت موجود ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس بے حلول واتصال بے مماس ومحاذ ایسے مکان میں جو اس کے قدس تنزیہہ، رفعت اور پاکی کے لائق ہے، آفرینش کے ہر ذرّے کے ساتھ حقیقتاً موجود ہے جیساکہ ہم اس سے پہلے بیان کرچکے ہیں۔

سوال۔ اگر سائل سوال کرے اور کہے کہ ان دلائل سے یہہ بات قطعی واضح ہوگئی کہ درحقیقت آسمان وہفت زمین بلکہ تمام کائنات میں ذرّات آفرینش سے کوئی ذرّہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس سے دور اور اس کے بغیر نہیں ہے اس کے باوصف حلول واتصال (کا حکم) ان کی ذات مقدس پر جائز نہیں ہے لیکن ہمارا دل اس معنیٰ سے اس سبب سے گریز کرتا ہے اور اس بات کو قبول کرنے سے باز رکھتا ہے کہ اس سے یہہ لازم آتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ ناپاک جگہوں پر بھی ہوں، جیسے گندگی ڈالنے کی جگہ وغیرہ اور یہہ بات سخت بری اور لائق نکیر ہے۔ اس سوال کا جواب ہم تین تشفی بخش جوابوں سے دیتے ہیں انشاءاللہ۔

اول گوئیم ادب نگاه باید داشت چه در ہمۂ کارہا ادب نگاه داشتن واجبست و چوں سخن در ذات و صفات حق تعالیٰ رود ، ادب نگاه داشتن و بحرمت سخن گفتن فرض عین باشد و از بهر این خود نشاید گفت که ای آفرینندۂ خوک و خرس و ای پرورندۂ کژدم و مار و ای پدید آرنده خار و خاشاک و آنچه بدیں ماند اگرچه این چیزها را جز او کسی نتواند آفرید نه بینی که ابراہیم علیہ السلام چه گفت قوله تعالیٰ : وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ۱ مرض بخود اضافت کرد و شفا بحق تعالیٰ اگرچه بیماری جز حق تعالیٰ کسی نتواند داد و آنچه حق تعالیٰ می فرماید : مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ ۲ تعلیم آں ادبست از بهره تنزیه ساحت صمدیت از غبار صدور بدیها و مکاره ، آری همچنیں مسیئها باید دانست و نباید گفت و نشاید گفت .

دوم گوئیم که اتفاق ہمۂ اہل اسلامست که انواع نجاسات و قاذورات حق تعالیٰ می آفریند و آنچه در دم کژدم و نیش کرم جاریست او می نهد

---

۱ ۔ سورۂ ۲۶ آیۂ ۸۰ ۲ ۔ سورۂ ۴ آیۂ ۷۹

پہلا جواب - ہم کہتے ہیں کہ ادب کو نگاہ میں رکھنا چاہیے۔ جب تمام امور میں ادب کا لحاظ واجب ہے تو حق تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں گفتگو کرتے وقت، ادب کو نگاہ میں رکھنا اور احترام کے ساتھ بات کرنا عین فرض ہو جاتا ہے چنانچہ ادب کو مدنظر رکھتے ہوئے خود یوں نہیں کہنا چاہیئے، اے خنزیر اور ریچھ کے پیدا کرنے والے، اے سانپ بچھو کے پالنے والے، اے کوڑے کرکٹ اور خار کے ظاہر کرنے والے، اور اسی طرح کی اور ادب سے گری ہوئی باتیں نہ کہنی چاہئیں۔ اگرچہ ان اشیاء کو بھی حق تعالیٰ ہی نے پیدا فرمایا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا موقف اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں واذا مرضت فھو یشفین (اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھکو شفا دیتا ہے) (ابراہیم علیہ السلام نے) بیماری کو خود سے اور شفا کو حق تعالیٰ سے نسبت دی، اگرچہ بیماری بھی سوائے حق تعالیٰ کے کوئی نہیں دے سکتا۔ اور جو حق تعالیٰ فرماتے ہیں ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک (اے انسان تجھکو جو کوئی خوشحالی پیش آتی ہے وہ محض اللہ کی جانب سے ہے اور جو کوئی بدحالی پیش آتی ہے وہ تیرے ہی سبب سے ہے) اس ارشاد سے مقصود برائیوں اور مردود باتوں کے غبار سے، ذات صمدیت کی تنزیہہ کا ادب سکھانا ہے۔ بے شک معصیتوں کے باب میں اسی طرح کہنا چاہیئے (ادب سے گری ہوئی بات) نہ کہنے کی ضرورت ہے اور نہ کہنا چاہیئے۔

دوسرا جواب - ہم کہتے ہیں کہ تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ نجاستوں اور ناپاکیوں کے انواع حق تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں اور جو کچھ بچھو کی دم اور کیڑے کے زہر میں جاری ساری ہے، اسے بھی حق تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے

وجملۂ ارداث ونفاذورات وآنجاس را ازنگاہ، می دارد، چہ بی حفظ او بقای این ہمہ محالست این ہمہ می کند وازآں ہیچ نقص وعیب بذات وصفات مقدس اوتعالی عاید نمی شود پس چرا روا نباشد کہ باآں ہمہ باشد وازآں ہیچ غبار نقص بساحت قدس الوہیت او راہ نیابد باآنکہ معلومست کہ فعل بی فاعل وصفت بی موصوف نباشد وہرگز نتواند بود۔

جواب سوم وتحقیق اینست کہ گوئیم ذات حق تعالیٰ ومکاں او از اجرام پاک ہمچناں پاک ومنزہ است کہ از اجرام پلید، وبعد معنوی کہ میان مکان حق تعالیٰ و امکنۂ تمام مخلوقاتست ہزار بار چندانست کہ از بالای عرش تاتحت الثری بلکہ تقدیراً اگرکسی را ہزار ہزار سال عمر باشد و در ہر نفسی ہزار ہزار گام بردارد وہر گامی ازآں ہزار ہزار بار چنداں بود کہ ازعرش تاتحت الثری ازمکاں جسمانیات بلکہ ازمکاں روحانیات بمکان حق تعالیٰ رسد نتواند بلکہ رسیدن بداں مکان خود محال است ابدالاباد، چوں بعد معنوی بدیں صفت باشد قرب صوری چہ زیاں دارد، واین را دو مثال بگوئیم از بہر تقریب بافہام عوام:

مثال اول آں کہ نور آفتاب کہ بر پاک وپلید می تابد یکساں و در ہر یکی آنچہ خاصیت اوست میافزاید اورا نہ ازبوی خوش مشک عنبر

اور تمام گوبر ناپاکیوں اور نجس چیزوں کی نگہداشت کبھی وہی فرماتے ہیں کیونکہ بغیران کی حفاظت کے ان کا باقی رہنا محال ہے۔ یہہ سب اللہ تعالیٰ کرتے ہیں اور اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات مقدس پر کوئی نقص اور عیب عائد نہیں ہوتا پس یہہ بات کیوں درست نہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ تمام (اشیاء) کے ساتھ ہیں۔ اس امر کے تسلیم کرنے سے ان کی الوہیت کے پاک صحن میں نقص و عیب کے غبار کو کوئی رسائی نہیں کیونکہ معلوم ہے کہ بغیر فاعل کے فعل اور بغیر موصوف کے صفت نہ تو موجود ہوتی ہے اور نہ ایسا کبھی ہوسکتا ہے

تیسرا جواب۔ اور تحقیق یہہ ہے جو ہم کہہ رہے ہیں۔ حق تعالیٰ کی ذات اور ان کا مکان پاک اجسام سے کبھی اسی طرح پاک اور منزّہ ہے جس طرح ناپاک اجسام سے پاک اور منزّہ ہے۔ حق تعالیٰ اور تمام مخلوقات کے امکنہ میں جو معنوی بُعد ہے، وہ عرش کی بلندی سے تحت الثریٰ تک فاصلے سے کبھی ہزار گنا زیادہ ہے بلکہ قیاساً اگر کسی کی عمر ہزار ہزار سال ہو اور وہ ہر نفس میں ہزار ہزار قدم اٹھائے اور اس کا ہر قدم عرش سے تحت الثریٰ تک فاصلے سے کبھی ہزار ہزار گنا زیادہ ہو، اور وہ مکان جسمانیات بلکہ مکان روحانیات سے حق تعالیٰ کے مکان تک پہنچنا چاہے تو نہیں پہنچ سکتا بلکہ ابد الاباد تک اس مکان تک پہنچنا محال ہے۔ جب معنوی بُعد اس نوعیت کا ہو تو ظاہری قرب سے کونسا نقص لازم آتا ہے۔ ہم اس کو عام آدمی کی سمجھ سے قریب تر کرنے کے لئے دو مثالوں میں بیان کرتے ہیں۔

مثال اوّل یہہ کہ آفتاب کا نور پاک اور پلید دونوں پر یکساں چمکتا ہے اور ہر ایک میں جس طرح کی اس کی خاصیت ہے، اس خاصیت کو ترقی دیتا ہے (مگر) خود نور آفتاب (کے شرف) میں   مشک و عنبر کی خوشبو

و پاکی آں ہیچ افزونی بود و نہ از گند مردار و پلیدی آں ہیچ نقصان باشد
دوم آنکہ روح کہ متصرف است درہمۂ اجزای بدن و موجود است
درہمۂ ذرات وجود انسان و زندگی ہمہ بدوست و از وست و با این ہمہ از
نجاسات قالب از خون و جز آں ہیچ خلل و نقصان بنزاہت و پاکی
روح راہ نیابد کہ اگر روح ہزاراں سال با قالب پلید صحبت دارد
ہمچناں پاک و مطہر باشد کہ پیش از تعلق بقالب بود و ہیچ تفاوت
نکند۔

ای دوست من می خواہم کہ روح قرب من بمشام روح تو رسد
و تو ہر ساعت دوری را بہانہ می جوئی ، بہانہ جویاں دوری بسیارند
و ہر روز از من دور ترند تو نزدیکی مرا بہانہ جوئی تا ہر دم بمن نزدیکتر
نزدیکتر باشی ، پادشاہی و کامرانی و راحت و انس تو بمن است
خود را بخیال فاسد و ہم خطا و تسوید بی خبراں و وسوسہ دیو بردگان
از من دور میندازتا از دولت قرب من محروم نشوی و از خلعت قبول
و نواخت من برہنہ نمانی ، قرب من با قرار و انکار تو و دیدن و نادیدن
تو بنگردد من قریبم اگر تو خواہی و اگر نہ ، و با توام اگر تو بینی و اگر نہ ،
از اقرار و انکار تو مرا چہ زیادت و نقصان بود مقصود فتوح تست
و غرض راحت و روح تو ۔

اور پاکی سے کچھ اضافہ ہوتا ہے اور نہ گند و مردار اور ناپاکی سے کوئی کمی آتی ہے۔

مثال دوم یہ ہے کہ روح تمام اجزائے بدن میں منصرف ہے اور انسان کے وجود کے تمام ذرات میں موجود ہے اور زندگی کا تمام تر دارو مدار اسی روح پر ہے، بایں ہمہ قالب کی نجاستوں، خون اور اس کے علاوہ دیگر غلاظتوں سے روح کی پاکی اور نزاہت میں کوئی خلل اور نقصان نہیں ہوتا حتیٰ کہ اگر روح ہزار ہا سال بھی ناپاک قالب کے ساتھ رہے تب بھی اسی طرح پاک اور مطہر رہے گی جس طرح قالب کے تعلق سے قبل تھی اور اس میں کوئی فرق پیدا نہ ہوگا۔

اے دوست میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرے قرب کی روح کی خوشبو تمہاری روح کے مشام تک پہنچے اور (افسوس کہ) تم ہر ساعت دوری کا بہانہ کرتے ہو۔ دوری کا بہانہ کرنے والے بہت ہیں اور ہر روز مجھ سے دور تر ہوتے جاتے ہیں (تم میرے نزدیک آنے کا کوئی بہانہ اختیار کرو تاکہ ہر دم مجھ سے قریب تر ہوتے رہو تمہاری پادشاہی، کامرانی، راحت اور انس مجھ سے وابستہ ہے۔ اپنے فاسد خیال، پرگناہ وہم غافلوں کے دل کی سیاہی اور گرفتار شیطان (لوگوں) کے وساوس میں مبتلا ہو کر خود کو مجھ سے دور نہ کرو، تاکہ تم میری دولت قرب سے محروم نہ ہو جاؤ اور میری پسندیدگی اور نوازش کی خلعت سے برہنہ نہ رہ جاؤ۔ میرا (ایقان) قرب تمہارے اقرار اور انکار یا تمہاری دید و نادید سے بدل نہیں جائے گا۔ تم چاہو نہ چاہو، میں تمہارے قریب ہوں۔ تم دیکھو یا نہ دیکھو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہارے اقرار و انکار سے میرا کیا فائدہ اور کیا نقصان ہوتا ہے۔ مقصود تو تمہیں نتیجہ (روحانی مشاہدہ) عطا کرنا اور تمہاری روح کو راحت و خوشی سے ہمکنار کرنا ہے۔

سوال : اگر سایلی سوال کند که چوں مکاں اینست که تو بیاں کردی:
اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی[1] چیست ؟

جواب : گوییم پادشاهی پادشاهان صورت نمودار پادشاهی پادشاه پادشاهاں است جل جلاله، و پادشاهان صورت را دو جای باشد یکی سرای حرم خاص و وطن پادشاه بدان مخصوص باشد و محرماں پادشاه وخاصگیاں او بداں مقرون و دیگر بارگاه عام که رعیت را آنجا بار دهند و مظلومان آنجا داد خواهند و حاجتمنداں آنجا حاجت عرض کنند و خدمت گاران وظیفه خدمت آنجا گزارند و مشتاقان دیدار پادشاه آنجا بمقصود رسند و نواختگاں را آنجا خلعت دهند و محرمان را آنجا سیاست فرمایند و علی الجمله مصالح مملکت و ترتیب مناظم دولت دریں سرای بار باشد نه در سرای خاص، وچوں ایں معلوم کردی بداں که همه ذره های آفرینش سرای خاص مالک الملوکست جل جلاله، وجز محرمان را و خاصگیان حضرت عزت را دریں مقامها راه نبود وجز خواص انبیاء واولیاء او را در ذات آفرینش نتوانند دیدن

۱- سورهٔ ۲۰ آیهٔ ۵

سوال۔ اگر کوئی سائل سوال کرے کہ جب مکان یہی ہے جو تو نے بیان کیا ہے تو الرحمٰن علی العرش استویٰ (وہ بڑی رحمت والا عرش پر قائم ہے) کا مفہوم کیا ہے؟۔

جواب۔ ہم کہتے ہیں کہ ظاہری بادشاہوں کی بادشاہت میں اس بادشاہوں کے بادشاہ جل جلالہ کی بادشاہت کی ایک صورت ہے۔ ظاہری بادشاہوں کے دو مقام ہیں، ایک بارگاہِ خاص (حرم سرا) جو بادشاہ کے قیام کے ساتھ مخصوص ہے اور بادشاہ کے محرم اور خاص ملازم وہاں باریاب ہوتے ہیں اور دوسرا بارگاہ عام، جہاں رعیت کو حاضر ہونے کی اجازت ہے۔ وہاں مظلوم دادخواہ ہوتے ہیں، اہل حاجت اپنی حاجت پیش کرتے ہیں خدمت گار وظیفۂ خدمت پیش کرتے ہیں، بادشاہ کے دیدار کے مشتاق اپنا مقصود پاتے ہیں۔ جن کو نوازا گیا ہے ان کو خلعت عطا کرتے ہیں اور مجرموں کو سزا دیتے ہیں۔ اور فی الجملہ مملکت کی پالیسیاں اور حکومت کا نظم ونسق اسی جگہ طے ہوتا ہے۔ بادشاہ کی سرائے خاص میں یہ معاملات نہیں ہوتے۔
جب تمہیں یہ معلوم ہو گیا تو جان لو کہ آفرینش کے تمام ذرّے مالک الملوک جل جلالہ کی سرائے خاص ہے۔ جہاں سوائے محرموں اور حضرت عزّت کے خاص بندوں کے کسی اور کا گزر نہیں اور سوائے اس کے خواص انبیا اور اولیاء کے کوئی ہستی آفرینش میں حق تعالیٰ کا مشاہدہ نہیں کر سکتی

[1] شیخ اکبر قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ" ہمارے شیخ المعنی کہا کرتے تھے کہ کل ماسوی اللہ حق تعالیٰ کا عرش ہے بکل شیٔ محیط کا مطلب بھی یہی ہے۔ ہر شئے پر وہ مستوی ہے اور شان احاطت وعلوحقیقی اسی کی ذات غنی وحمید کو ثابت کرتا ہے۔
(فتوحات مکیہ جلد ۳ صفحہ ۲۱۲)

باز عرش مجید بارگاه عامست محتاجان را جای عرض حاجت آنجاست
وملایک درد قایع بدانجا رجوع کنند و اعمال بندگان آنجا عرض کنند
ومشتاقان آنجا دیدار یابند وخلعت مقبولان از آنجا فرستند وشقاوت
مردوداں آنجا رقم زنند وعلی الجملہ ہرچہ در کل مملکت رود از
خیر وشر ونفع وضر حوالت گاہ آں بارگاہ عرشست وعرش را حوالت
گاہ ایں ہمہ وقایع ساختن محض رأفت وعین رحمت بود تا سرگشتگان
از تیہ حیرت برہند و در سوانح وقایع وحاجات قصد آں بارگاہ کنند
وازیں سبب گفت کہ : اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى۔ ۱
ولفظ استوی اشارت بدوام ظہورست بی احتجاب ومثال استوای
حق تعالی برعرش از راہ تقریب است بافہام وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ۲
چناں داں کہ استوار آفتاب درنیم روز است وجرم آفتاب ونور
او درنیم روز وغیر نیم روز یکساں باشد ولیکن محتاجان نور بہرہ
تمام تر از نور او در وقت استوا یابند، ہم چنیں ذات حق تعالی
وصفات او پیش از استوی برعرش وپس از استوی در قدس و
نزاہت وجلال وکمال یکساں بود وبا استوی ہیچ تغیّر وتبدیل بدو
راہ نیافت الا آنکہ نصیب محتاجان از وجود او بعد از استوی
تمام شد

۱- سورۂ ۲۰ آیۂ ۵ ۲- سورۂ ۱۶ آیۂ ۶۰

اور عرشِ مجید (حق تعالیٰ کی) عام بارگاہ ہے جہاں محتاج اپنی حاجت پیش کرتے ہیں اور ملائکہ وقوعات کے سلسلے میں اسی جگہ رجوع کرتے ہیں اور بندوں کے اعمال پیش کرتے ہیں (اور یہیں) مشتاق دیدار (دیدار الٰہی) سے مشرف ہوتے ہیں، یہیں سے مقبولوں کے لئے خلعت بھیجی جاتی ہیں اور مردود دل کی بدبختی یہیں رقم کرتے ہیں الحاصل جو کچھ کل کائنات میں خیر وشر اور نفع و ضرر ہوتا رہتا ہے، ان کے تحویل کی جگہ یہی بارگاہ عرش ہے اور عرش کو ان تمام وقوعات کی تحویل گاہ بنانا عین مہربانی اور رحمت کی بنا پر تھا تاکہ بیابان حیرت کے سرگشتہ خلاصی پاکر اپنے اچھے برے احوال واقعات اور حاجات پیش کرنے کے لئے اس بارگاہ کا قصد کریں اور اسی سبب سے فرمایا الرحمٰن علی العرش استویٰ (وہ بڑی رحمت والا عرش پر قائم ہے) اور استویٰ کا لفظ بے پردہ دوام ظہور کی جانب اشارہ ہے.
حق تعالیٰ کے عرش پر استویٰ کی مثال (اس کی حقیقت کو) قریب الفہم بنانے کے لئے ہے ولہ المثل الاعلیٰ (اور اللہ تعالیٰ کے لئے تو بڑے اعلیٰ درجے کی صفات ثابت ہیں) یوں سمجھو کہ آفتاب کا استویٰ نصف دن ہے حالانکہ آفتاب کا جسم اور اس کا نور نصف دن اور اس کے علاوہ دن کے کسی حصے میں بھی یکساں ہوتا ہے لیکن روشنی کے حاجت مند آفتاب کے نور سے تمام تر حصہ اس کے استویٰ کے وقت پاتے ہیں اسی طرح حق تعالیٰ کی ذات اور ان کی صفات عرش پر مستوی ہونے سے قبل یا مستوی ہونے کے بعد نزاہت پاکی اور جلال وکمال میں یکساں تھیں اور مستوی ہوکر کسی تبدیلی اور تغیّر نے ان میں راہ نہیں پائی۔ البتہ استویٰ کے بعد سے محتاجوں کے نصیب اس کے وجود سے (استویٰ کے وجود سے) بہرہ مند ہوگئے۔ استویٰ کی اس

و استوی را مثالی روشن تر از این نتوان نبود و ورای این جز ذوق و مشاهده نیست، بیت :

لقد اسمعت لو نادیت حیاً
ولکن لا حیات لمن ینادی

سے زیادہ واضح اور روشن مثال نہیں بیان کی جا سکتی اور اس سے آگے
سوائے ذوق و مشاہدہ کے کچھ نہیں ہے۔ بیت

اگر کوئی زندہ ہوتا اور میں اس کو آواز دیتا تو وہ سن لیتا مگر جب
حیات ہی نہیں تو کس کو پکارا جائے۔

فصل در بیان زمان

و معرفت کن فیکون، قوله عزّ و جلّ : وَمَا اَمْرُنَا اِلَّا وَاحِدَةٌ کَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ۱ وقوله تعالی : اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْئٍ اِذَا اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۔۲

سؤال : اعتقاد اہل سنّت و جماعت آنست کہ اللہ مرید ست بارادتی قدیم ازلی متعلق بارادت نامتناہی، و ارادت قدیم جز موجبہ نتواند بود و موجبہ آں باشد کہ حصول ہمہ مرادات بدو مقرون بود بی درنگ، و معلومست کہ ہیچ چیز از مرادات ازلی نیست ارادت نیز باید کہ ازلی نبود چہ تعلق ارادت بچیزی حدوث آں اقتضا کند زیرا کہ تعلق مرادات حادث با ارادت قدیم محال باشد، پس مرادانی کہ تا ابدالاباد در وجود خواہد آمد متعلق ارادت موجبہ کہ در ازال ازال بود چوں تواند بود ؟ و نیز از موجودات چیزی ہست کہ بشش ہزار سال موجود گشت و آں آسمان و زمین است کہ : فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ۳ وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۴

۱۔ سورۂ ۵۴ آیۂ ۵۰   ۲۔ سورۂ ۱۶ آیۂ ۴۰

۳۔ سورۂ ۷ آیۂ ۵۴   ۴۔ سورۂ ۲۲ آیۂ ۴۷

فصل زمان کے بیان میں اور معرفت کن فیکون

اللہ عزّ وجل فرماتے ہیں" وما امرنا الّا واحدۃ کلمح البصر" (اور ہمارا حکم یکبارگی ایسا ہو جائے گا جیسے آنکھوں کا جھپکانا) اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں" انما قولنا لشیئ اذا اردناہ نقول لہ کن فیکون" (ہم جس چیز کو (پیدا کرنا) چاہتے ہیں پس اس سے ہمارا اتنا ہی کہنا (کافی) ہوتا ہے کہ تو (پیدا) ہو جا پس وہ (موجود) ہو جاتی ہے)

سوال۔ اہل سنت وجماعت کا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ارادۂ قدیم ازلی کے ساتھ جو متناہی الارادت سے متعلق ہے ارادہ فرماتے ہیں۔ اور ارادۂ قدیم لغیرہٖ "موجبہ" کے نہیں ہو سکتا۔ اور "موجبہ" وہ ہوتا ہے کہ بے تامّل تمام مرادات کا حصول اس سے قریب ہو۔ اور معلوم ہے کہ مرادات میں کوئی شیٔ ازلی نہیں ہے تو پھر ارادت کو بھی ازلی نہ ہونا چاہئے، کیونکہ ارادت کا کسی شیٔ سے تعلق اس کے حادث ہونے کا مقتضی ہے، اسی لئے مُرادات حادث کا ارادۂ قدیم سے تعلق محال ہے۔ پس وہ مرادات جو ابدالآباد تک وجود میں آئیں گی ان کا تعلق ارادتِ موجبہ سے جو ازل الازال میں تھی کس طرح ہو سکتا ہے؟ نیز موجودات میں سے کوئی شیٔ ہے جو چھ ہزار سال تک پیدا ہوئی جیسے آسمان وزمین کہ فی ستۃ ایام (چھ روز میں پیدا کیا) وان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون (اور آپ کے رب کے پاس کا ایک دن یعنی

د چیزی هست که او بچهل هزار سال موجود گشت وآن آدم بود علیه السلام
که : خمرت طینة آدم بیدی اربعین صباحًا، پس کن فیکون که بچهل هزار
سال پدید آید چگونه دانیم ؟

جواب : وبالله التوفیق والعصمة ، گوئیم ارادت موجبه حصول مرادات
را اقتضا کند چناں که گفتیم الا آنکه چهار چیز دیگر بباید تا حصول مرادات
با نفاذ ارادت کامل باشد و اگر یکی ازیں چهار یافته نشود نفاذ ارادت
ناقص بود و نقصان نفاذ ارادت از نقصان ارادت بود، وتقدست
صفة الازلیه عن وصمة النقصان وسمة الحدثان :

اول آنکه مراد بر وفق مرید باشد بداں وقت کہ او خواهد نہ پس و
نہ پیش ۔

دوم آنکه آنجا پدید آید که مرید خواهد نہ جای دیگر ۔

سوم آنکه باں مدت پدید آید که مرید خواهد نہ کم و نہ بیش ۔

چهارم آنکه بداں صفت پدید آید که مرید خواهد نہ بصفتی دیگر ۔

تقدیرا آدم را علیه السلام گفت : بباش بفلاں صفت بفلاں وقت
درمیاں مکه وطایف بچهل هزار سال، لاجرم ببود چنانکه خواست بچنداں
مدت که خواست، درآں وقت که خواست، آنجا که خواست، بداں
صفت که خواست، و اگر تقدیرا دریک طرفة العین پدید آمدی بر
خلاف امر کن فیکون بودی زیرا که اقتضاء کن درحق او آں بود که
بچهل هزار سال موجود شود ، نہ کم و نہ بیش ، پس معلوم شد که حق
تعالیٰ هرچه می آفریند ۔

قیامت کا دن امتداد میں) برابر ایک ہزار سال کے ہے تم لوگوں کے شمار کے موافق)
اور کوئی شئے جو چالیس ہزار سال میں وجود میں آتی اور وہ آدم علیہ السلام تھے
کہ (جن کے بارے میں خدا نے فرمایا کہ) میں نے اپنے ہاتھ سے چالیس دن میں آدم کی
مٹی کا خمیر اٹھایا پس کن فیکون کو جو چالیس ہزار سال میں ظاہر ہوا کس طرح سمجھیں۔

جواب:۔ توفیق اور حفاظت اللہ کے ہاتھ ہے۔ ہم کہتے ہیں جیسا کہ ہم نے پہلے
بیان کیا ہے ارادتِ ذ ... ارادات کے حصول کو مقتضی ہوتی ہے یعنی اس کے باوجود
چار دوسری چیزیں بھی درکار ہوتی ہیں، تاکہ مرادات کا حصول ارادے کے نفاذ کے
ساتھ مکمل ہو سکے۔ اگر ان میں ایک کی کمی ہو تو ارادے کا نفاذ ناقص ہوگا اور ارادے
کے نفاذ کا نقص خود ارادے ہی کا نقص ہے دراں حالیکہ صفتِ ازلیہ نقص کے عیب
سے پاک ہے۔ پہلی بات یہ کہ ارادہ کرنے والا جب ارادہ کرے تو مراد عین اس کے
موافق ہو اور اسی وقت حاصل ہو جائے نہ جلد ہو نہ دیر سے۔ دوسرے یہ کہ
ارادہ کرنے والا جہاں چاہے وہیں ظاہر ہو نہ کہ دوسری جگہ۔ تیسرے یہ کہ ارادہ
کرنے والا جتنی مدت میں چاہے ٹھیک اتنی ہی مدت میں ظاہر ہو نہ کہ کم اور زیادہ
مدت میں۔ چوتھے یہ کہ ارادہ کرنے والا جس صفت پر پیدا کرنا چاہے اسی صفت
پر ظاہر ہو نہ کہ کسی دوسری صفت پر۔ بالفرض آدم علیہ السلام کو کہا: فلاں
صفت کے ساتھ، فلاں وقت مکہ اور طائف کے درمیان چالیس ہزار سال
تک منتظر رہ۔ چنانچہ قطعی طور پر ایسا ہی ہوا۔ جیسا کہ (حق تعالیٰ نے) چاہا، جتنی
مدت کے لئے چاہا، جس وقت چاہا اور جس جگہ پر چاہا اور جس صفت کے ساتھ۔
بالفرض (آدمؑ) چشم زدن میں پیدا ہو جاتے تو کُن فیکون کے امر کے خلاف ہوتا کیونکہ
آدم علیہ السلام کے حق میں امر کُن فیکون وہی تھا کہ چالیس ہزار سال میں پیدا
ہوں نہ کم نہ زیادہ پس معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ جو کچھ پیدا فرماتے ہیں ارادتِ موجبہ اور

بارادت موجبه و امر کن فیکون می آفریند و اختلاف ازمنهٔ مرادات هم ازمقتضای ارادت و امر کن فیکون است نه مناقص قدم و ایجاد ارادت و نه منافی کن فیکونست۔

اکنوں بداں ای طالب حقایق اشیا و ای مرید معرفت غوامض اسرار که ایں جواب اگرچه شافی وکافی و مبرہن و روشنست اما در قعر ایں دریا بس درہای معرفتست بلکه خس و مهره ہای ساحل ایں دریا بحری منتہاست و شناختن حقیقت کن فیکون ورای اینست و صحت ایں دعوی آنست که حق تعالی می فرماید که : وَمَا اَمْرُنَا اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ [1] کار من یکیست و آں چند چشم زدنی است نه بیش و نه کم، وجای دیگر می فرماید : وَمَا اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْهُوَ اَقْرَبُ [2] ای بل ہو اقرب، یعنی کار روز قیامت کم از یک چشم زدنست ومعلوم است که درازی روز قیامت پنجاه ہزار سال خواہد بود : فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِينَ اَلْفَ سَنَةٍ [3] پس بدانستیم که ایں پنجاه ہزار سال بنزدیک حق تعالی کم از یک چشم زدن است وشناختن و دانستن ایں سر نگرد جز بمعرفت تفاصیل ازمنه نتواند بود وشناختن آں سخت غامض و باریکست و اثبات آں بطریق اقامت حجج و براہین متعذرست زیراکه چیزی چندست در شناختن آں که جز بمشاہدهٔ بصایر نتواں دانست اما اگر بایمان وتسلیم قبول کنی بآخر روشن گردد چناں که طریقت بیان کرد اکنوں آمدیم به بیان زماں۔

۱۔ سورهٔ ۵۴ آیهٔ ۵۰ ۔ ۲۔ سورهٔ ۱۶ آیهٔ ۷۷

۳۔ سورهٔ ۷۰ آیهٔ ۴

امرِ کن فیکون کے مطابق ہی پیدا فرماتے ہیں نیز ظہور (مرادات) کے زمانوں میں جو اختلاف پایا جاتا ہے وہ ارادت اور امرِ کُن فیکُون ہی کا مقتضا ہوتا ہے۔ اس لئے نہ یہ قِدم اور ایجاد ارادت کے منافی ہے، نہ ہی کُن فیکُون کے منافی۔

اے حقائق اشیاء کے طالب اور اسرار کی باریکیوں کی معرفت کا ارادہ کرنے والے، جان لے کہ اگرچہ یہ جواب شافی و کافی، اور مدلّل و روشن ہے تاہم اس اس دریا کی تہہ میں معرفت کے موتی بہت زیادہ ہیں، بلکہ اس دریا کے ساحل کا کوڑا اور مہرہ خود ایک بحرِ بے کنار ہے اور کُن فیکُون کی حقیقت کی معرفت اس سے دری ہے اور اس دعویٰ کی صداقت (کی دلیل) یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں "وما امرنا الّا واحدۃٌ کلمحٍ بالبصر" (اور ہمارا حکم یکبارگی ایسا ہو جاتے گا جیسے آنکھوں کا جھپکانا) اور دوسری جگہ فرماتے ہیں "وما امر الساعۃ الّا کلمح البصر او ھو اقرب" (اور قیامت کا معاملہ بس ایسا (جھٹ پٹ) ہوگا جیسے آنکھ جھپکنا بلکہ اس سے بھی جلدی) یعنی قیامت کا وقوع آنکھ جھپکنے سے بھی زیادہ جلد ہوگا حالانکہ معلوم ہے کہ قیامت کے دن کی درازی پچاس ہزار سال ہوگی فی یومٍ کان مقدارہٗ خمسین الف سنۃ (اس دن میں جس کی طوالت پچاس ہزار برس ہے) پس ہمیں معلوم ہوگیا کہ حق تعالیٰ کے نزدیک یہ پچاس ہزار سال ایک چشم زدن سے بھی کم ہے۔ اس سرِ عجیب کا علم زمانوں کی تفصیل کی معرفت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کی معرفت بہت دقیق اور باریک ہے اور اس کا اثبات حجت اور دلیل کے طریقے کو اختیار کرنے کے باوصف تشنہ رہتا ہے کیونکہ اس مسئلے میں بعض باتیں ایسی ہیں جن کی معرفت بغیر مشاہدہ کے حاصل نہیں ہوتی۔ لیکن اگر تم (ابتداءً) ایمان اور عاجزی فہم کے ساتھ اس بات کو قبول کر لو تو بالآخر زمان کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔ جیسا کہ اہلِ طریقت نے بیان کیا ہے۔ اب ہم زمان کے مسئلہ پر آتے ہیں۔

بداں بارک اللہ علیک کہ زماں سہ نوعست : زماں جسمانیات و زماں روحانیات و زمان حق تعالی -

اما نوع اول دو مرتبہ است : مرتبۂ اول زمان جسمانیات کثیف؛ و آں زماں از حرکات افلاک خیزد و چناں کہ پار و امسال و دی و امروز و فردا و درازی و کوتاہی ایں زماں روشنست ، و معلومست کہ سال دراز ترست از ماہ ، و ماہ کوتاہ ترست نسبت با سال و دراز ترست نسبت با روز ، و دریں زماں ہم ماضی و ہم مستقبل و ہم حال بود ؛ دی ماضی است و فردا مستقبل ، و آنکہ در آنی حال ، و دریں زماں مضایقت ہم ہست تا دی نرفت امروز نتوانست آمد و تا امروز نرود فردا نتواند آمد و اجتماع ایشاں دریک زماں محال ست ، مرتبہ دوم زمان جسمانیات لطیف است و آں زمان پریانست دہرچہ درزمان جسمانیات کثیف درازست دریں زمان کوتاہست و ہرکہ دریں زماں کاری کند بروزی چنداں کار کند کہ بماہی بل کہ بسالی در زمان جسمانیات کثیف نتواند کرد ، چنانکہ شنیدہ باشی از سرعت کار جن و شیاطین و نیز فرزنداں جنیاں بروزی چنداں بپالند کہ فرزنداں آدمیاں بدہ سال بسبب آں بالیدن ایشاں در زمانیست کہ اندک آں بسیارست و کوتاہ آں دراز ، و ایں زمان را نیز ماضی و مستقبل و حال ہست ولیکن لایق آں زمان دی و فردا کہ مستقبل و ماضی آدمیان است جنیانرا حالست و ایشاں در آں تصرف توانند کرد و ماضی و مستقبل کہ حال ایشانست

اللہ تعالیٰ تم پر برکت نازل فرماتے جان لو کہ زمان کی تین قسمیں ہیں۔
زمانِ جسمانیات، زمانِ روحانیات اور زمانِ حق تعالیٰ

نوعِ اوّل کے دو مرتبے ہیں۔ مرتبۂ اوّل جسمانیاتِ کثیف کا زمان۔ یہ وہ زمان ہے جو افلاک کی گردش و حرکت سے پیدا ہوتا ہے جیسے پچھلا اور موجودہ سال پچھلا اور آج کا دن اور کل کا دن۔ یہاں زمانے کی درازی اور کوتاہی قطعی واضح ہے، سب کو علم ہے کہ سال مہینے سے بڑا ہوتا ہے اور مہینہ سال کی نسبت سے چھوٹا ہوتا ہے لیکن دن کی نسبت سے بڑا ہوتا ہے۔ اس زمان میں ماضی بھی ہوتا ہے، مستقبل بھی اور حال بھی۔ گزرا ہوا کل ماضی ہے، آنے والا کل مستقبل ہے اور جو موجودہ آن ہے وہ حال ہے۔ اس زمانے میں تنگی اور تضاد بھی ہے۔ جب تک گزشتہ کل رخصت نہیں ہوتا آج کا دن نہیں آسکتا اور جب تک آج کا دن باقی ہے آنے والا کل نہیں آسکتا اور ان کا ایک زمان میں جمع ہونا بھی محال ہے۔

مرتبہ دوم جسمانیاتِ لطیف کا زمان ہے۔ یہ اڑنے والی مخلوق کا زمان ہے۔ جو کچھ جسمانیات کثیف کے زمان میں دراز ہے اس زمان میں وہ کوتاہ ہے اور جو کوئی اس زمان میں کوئی کام کرے وہ ایک دن میں اس قدر کام کرسکتا ہے کہ جسمانیات کثیف کے زمان میں ایک ماہ بلکہ ایک سال میں پورا نہیں ہوسکتا۔ اور یہ جو تم نے سنا ہے کہ سرعتِ کار کے سبب سے جن اور شیاطین نیز جنّیوں کے فرزند ایک دن میں اس قدر بالیدگی حاصل کرتے ہیں کہ آدمیوں کے فرزند دس سال میں ان کی اس قدر بالیدگی ایسے زمان میں ہے جہاں کا تھوڑا بھی بہت ہوتا ہے اور چھوٹا بھی بڑا ہوتا ہے۔ اس زمانے میں بھی ماضی، مستقبل اور حال ہے لیکن اس زمان کے متناسب ... اور آنے والا کل جو انسانوں کا ماضی اور مستقبل ہے جنّیوں کا حال ہے او... اس میں کوئی تصرّف نہیں کر سکتے اور ماضی و مستقبل جو ان کا حال ہے...

پارو امسال آدمیانست و این معنی تقریبست نه تحدید و بر این حجتی اقامت نتوان کرد اما بصائر را درین شکی نیست و نباشد۔

اما نوع دوم زمان ارواحست : در روحانیات و این زمان را اقسام بسیاراست وغرض ما از یک قسم حاصل می آید بر آں اختصار کردیم و آں زمان ملایکہ است، علیہم السلام : بداں کہ ہرچہ در زمان جنیاں درازست و بسیار، در زمان ملایکہ کوتاہست واندک، ہزار سال درین زماں یک نفس باشد و ہرکہ درین زمان کاری کند کار ہزار سال بیک نفس تواند کرد و درین زمان مزاحمت و مضایقت نیست ہزار سال گذشتہ با ہزار سال ناآمدہ درین زماں جمع توانند آمد و ماضی این زماں با ازل و ابد محیط نیست و نتواند بود زیراکہ این متناہی است و متناہی بنا متناہی محیط نشود و رای این ہمہ زمان حق تعالی فہم کن، حالتی است کہ آنرا نہ ماضی است و نہ مستقبل ، محیط با ازل و ابد، بل کہ ازل و ابد در آں یک نقطہ است ، و ازل آں ابد و ابد آں ازل ، بل کہ آنرا نہ ازل بود و نہ ابد ، اگر بدرازی آں زماں نگری ازل و ابد کمتر از طرفۃ العینی نماید و اگر از کوتاہی آں اندیشہ کنی ازل و ابدرا در آں یک لمحہ یابی و این زماں را گذشتن و آمدن نیست و تعدد و تجدد و تبعیض را بداں راہ نیست و ہمچناں کہ مکاں حق تعالی یکیست نا متعدد و با آنکہ یکیست

کا گزشتہ سال اور موجودہ سال ہے۔ یہ بات ایک درجہ میں سمجھنے کے لئے ہے نہ کہ حد بندی کے لئے اور (گو) اس پر حجت کبھی قائم نہیں کی جا سکتی، لیکن بصیرت کو اس حقیقت کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے اور نہ ہونا چاہئے۔

البتہ نوعِ دوم ارواح اور روحانیات کا زمان ہے۔ اس زمان کی بہت سی قسمیں ہیں اور ہماری غرض ایک کے ذکر سے حاصل ہو جاتی ہے، اسی پر ہم اختصار کرتے ہیں، اور وہ ملائکہ علیہم السلام کا زمان ہے۔ تم جان لو کہ جو کچھ جنّیوں کے زمان میں بڑا اور بہت ہے وہ ملائکہ کے زمان میں چھوٹا اور کم ہے۔ اس زمان میں ہزار سال ایک نفس ہوتا ہے اور جو کوئی اس زمان میں کام کرے تو ہزار سال میں ختم ہونے والا کام ایک نفس میں انجام دے سکتا ہے اور اس زمان میں مزاحمت اور تنگی کبھی نہیں ہے۔ گزرے ہوئے ہزار سال آنے والے ہزار سال اس زمان میں جمع ہو سکتے ہیں۔ اس زمان کا ماضی بجز ازل نہیں ہے اور اس کا مستقبل بجز ابد نہیں ہے۔ اور یہ زمان ازل اور ابد پر محیط نہیں ہے اور نہ ایسا ہونا ممکن ہے۔ کیونکہ یہ زمان (زمانِ ملائکہ) متناہی ہے، اس لئے متناہی نامتناہی پر محیط نہیں ہو سکتا۔ اس زمان سے وریٰ حق تعالیٰ کے زمان کو تصوّر کرو۔ وہ ایک حالت ہے کہ اس کا نہ ماضی ہے نہ مستقبل ہے۔ ازل و ابد پر محیط ہے۔ بلکہ ازل اور ابد اس کا ایک ہی نقطہ ہے اور ابد اس کا ازل ہے اور ازل اس کا ابد بلکہ (درحقیقت اس زمان کا) نہ ازل ہے اور نہ ابد۔ اگر تم اس کی درازی پر نگاہ ڈالو تو ازل اور ابد پلک کی ایک جھپک سے بھی کم تر نظر آئے اور اگر اختصار کا تصوّر کرو تو ازل اور ابد کو اس میں ایک لمحہ (کے بقدر) پاؤ گے اور اس زمان میں گزرنا اور آنا نہیں ہے، تعدد، تجدد، اور شمار کو اس میں راہ نہیں ہے اور جس طرح حق تعالیٰ کا مکان "ایک" نامتعدد ہے اور اس سبب سے کہ وہ ایک ایسا ہے کہ تعدد...

که تعدد نپذیرد هیچ ذرهٔ از ذره های آفرینش از وجود نیست بلکه باهر ذره چنانست که گوئی درهمهٔ مملکت جز آن یک ذره نیست و این زمان ما نیز یکیست که تعدد نپذیرد و با آنکه یکیست هیچ لحظه از ازل بی اول و ابد بی آخر تقدیر نتوان کرد که نه این زمان را با آن لحظه چنان یابی که نه قبل آن توان گفت و نه بعد آن، و گوئی که زمان خود جز آن یک لحظه نیست و حق تعالی درین یک زمان که تعدی و تجزی نپذیرد و نه هیچ متعدد و متجزی در و گنجد قادرست بیک قدرت نامتعدد برهمهٔ مقدورات نامتناهی و مریدست بیک ارادت نامتعدد برهمهٔ مرادات نامتناهی عالمست بیک علم نامتعدد برهمهٔ معلومات نامتناهی و بیناست بیک بینائی نامتعدد برهمهٔ مرئیات نامتناهی و شنواست بیک شنوائی نامتعدد برهمهٔ مسموعات نامتناهی و متکلم است بیک کلام نامتعدد برهمهٔ سخنهای نامتناهی، و اهل بدعت چون از نور ظهور این سر محجوب گشتند منکر قدم قرآن شدند و گفتند که آنگه که موسیٰ نبود و کوه طور نبود حق تعالی با او چون گفت : فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى۔[۱] با آنکه با معدوم سخن گفتن سفه باشد، بیچارگان چون جز زمان گاو و خر نشاختند و با زمنهٔ روحانیات هرگز سفر نکردند شبهتی بدین رکیکی

۱۔ سورۂ ۲۰ آیۂ ۱۲

قبول نہیں کرتا، آفرینش کے ذروں میں سے کوئی ذرّہ اس سے دور نہیں ہے بلکہ وہ ہر ذرّے کے ساتھ ایسا ہے کہ گویا تمام مملکت میں کوئی ذرّہ اس کے بغیر موجود نہیں ، اسی طرح ہمارا یہ زمان بھی ایک ہے جو تعدّد کو قبول نہیں کرتا اور اس سبب سے کہ یہ ایک ہے اس کو ازلِ بے اوّل اور ابدِ بے آخر سے کسی لحظہ بھی جدا نہیں پایا جا سکتا حتّٰی کہ تم اس زمان کو پَل بھر کے لئے بھی ایسا نہ پاؤ گے کہ یہ کہہ سکو یہ اس سے قبل تھا یا بعد اور کھو گے اپنا زمان اُس (زمان الٰہی) کے بغیر ایک لحظہ بھی متصوّر نہیں ہوسکتا حق تعالیٰ اس ایک زمان میں جو نہ تو تعدّد اور تجزیہ کو قبول کرتا ہے اور نہ تعدّد اور تجزیہ کی وہاں گنجائش ہے، تمام ناتناہی مقدورات پر ایک نامتعدد قدرت کے ساتھ قادر ہے (اور وہی) تمام نامتناہی مرادات پر بلا تعددِ ارادت ایک (ہی) ارادہ کرنے والا ہے (وہ) تمام نامتناہی معلومات پر ایک ایسے علم کے ساتھ عالم ہے جس میں کوئی تعدد نہیں (وہ) تمام نامتناہی مرئیات کو ایسی نظر سے دیکھ رہا ہے جس میں کوئی تعدد نہیں (وہ) تمام نامتناہی مسموعات کو اس طرح سُن رہا ہے کہ اس کی سماعت میں کوئی تعدد نہیں اور (وہ) تمام نامتناہی کلمات کا ایسا متکلّم ہے کہ خود اس کے کلام میں کوئی تعدد نہیں۔ اہلِ بدعت چونکہ اس راز سے محروم رہے اس لئے قِدمِ قرآن کے منکر ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ اس وقت جبکہ نہ موسیٰ علیہ السّلام پیدا ہوتے تھے اور نہ ہی طُور کا وجود تھا حق تعالیٰ نے ان سے یہ کیسے خطاب کیا " فاخلع نعلیک انک بالواد المقدّس طوی (پس تم اپنی جوتیاں اُتار ڈالو کیونکہ تم ایک پاک میدان یعنی طویٰ میں ہو) اس لئے کہ معدوم سے کلام کرنا تو دیوانہ پن ہے۔ ان بے چاروں نے چونکہ گاتے اور گدھے کے زمان کے سوا کچھ نہیں پہچانا اور انہوں نے روحانیات کے زمانوں کا سفر قطعاً نہیں کیا اسی باعث اس نوعیت کے رکیک شبہ اور باطل

وخیالی بدیں باطلی راہ برایشاں بردو اگر ہیچ گونہ از مضیق اجسام
ذرمان او وتنگنائی عالم صورت بمقدار یک نفس باز رستہ بودندی
واز میان جان مطالعۂ ازمنۂ روحانیات کردہ بودندی بدانستندی
کہ زمانی کہ آنرا ماضی ومستقبل نباشد وتعدد وتجدد وتجزی نپذیرد
وازل وابد یک نقطۂ آں بود موسیٰ معدوم در وچگونہ موجود باشد و
با اوچگونہ سخن گوید۔

سؤال : ایں سخن بسخن تذکیر ماند وطالبان حقائق را ازچنیں سخن
شفار دل حاصل نباید لابد صحبتی بباید کہ دست آویز دل گردد ،

جواب : گوئیم کہ ہرچہ از راہ مکاشفات قلبی ومشاہدات سری
ومعانیات روحی معلوم گردد اقامت حجت برآں جز اہل ذوق را
متعذر باشد ولیکن حالتی از احوال سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم حکایت
کنم تا طالب منصف را تمسکی باشد وآں اینست کہ در قصۂ معراج
فرمودہ است : رایت یونس فی بطن الحوت ، یعنی یونس را در شکم
ماہی دیدم و در صحاح آمدہ است ہم در قصۂ معراج کہ فرمود : رایت
عبدالرحمٰن بن عوف یدخل الجنۃ حبواً ، یعنی عبدالرحمٰن عوف را دیدم
کہ خزاں خزاں در بہشت می شد پس اورا گفتم چرا دیر آمدی ؟
گفت یارسول اللہ

خیال میں مبتلا ہوگئے۔ اگر (انہوں نے) ذرا بھی اجسام کی تنگی اور اس کے زمان کی مزاحمت اور عالمِ اشکال کی تنگنائے سے دم بھر کے لئے رہائی پائی ہوتی اور اپنی روح میں روحانیات کے زمانوں کا مشاہدہ کیا ہوتا تو جان لیتے کہ وہ زمان جس میں ماضی و مستقبل نہیں ہوتا اور جو تعدد، تجدد اور تجزیہ کو قبول نہیں کرتا اور ازل و ابد جس کا محض ایک نقطہ ہوتا ہے اس میں معدوم موسیٰ (علیہ السلام) کس طرح موجود ہوسکتے ہیں اور ان سے کس طرح کلام کیا جا سکتا ہے۔

سوال:۔ یہ باتیں تو وعظ و نصیحت میں ہوتی ہیں اور ایسی باتوں سے حقائق کے طالبوں کے دل کی تشفی نہیں ہوتی لامحالہ ایسی حجت کی ضرورت ہے (جس سے یہ حقائق) دل میں اتر آئیں۔

جواب:۔ ہم کہتے ہیں کہ جو حقائق قلبی مکاشفات، باطنی مشاہدات اور روحی معائنات کی راہ سے معلوم ہوتے ہیں ان پر بجز اہلِ ذوق کے حجت قائم کرنا دشوار ہے لیکن سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال (مبارکہ) سے ایک حالت کو ہم بیان کرتے ہیں تاکہ منصف مزاج طالب کی تسلی ہوجائے اور وہ یہ ہے کہ معراج کے واقعہ میں آپ نے فرمایا۔ میں نے یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں دیکھا اور صحاح میں آیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ معراج ہی میں فرمایا میں نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ[1] کو بچوں کی طرح بہشت میں داخل ہوتے دیکھا پس میں نے ان سے دریافت کیا کہ دیر سے کیوں آئے۔ انھوں نے جواب دیا' یارسول اللہ

---

[1] ابو محمد عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ۔ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ ۳۲ھ میں وفات پائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بقیع میں دفن کئے گئے۔

دائرۃ المعارف اسلامیہ جلد ۱۲ صـ۹۶۳

آن سخنہا بمن رسید کہ کودکا نرا پیرگردانند، ازآن بتو نتوانستم رسید وچناں پنداشتم کہ نیز ترا نخواہم دید، اکنوں معلوم شد کہ یونس علیہ السلام درحالتی کہ درشکم ماہی بود تا آن زماں سہ ہزار سال بود دیدن وعبدالرحمٰن عوف را درحالتی کہ بعداز پنجاہ ہزار سال خواہد بود دیدن وبا او سخن گفتن جز در زمانی نتواند بود کہ ہزاراں سال گذشتہ وہزاراں سال نا آمدہ دروی یک حالت باشد تا ماجرای احوال گذشتہ ونا آمدہ نقد وقت او تواند بود، پس چوں روا باشد کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم باعبدالرحمٰن عوف سخن گوید درحالتی کہ بعداز پنجاہ ہزار سال خواہد بودن، مکالمت حقیقی نہ مجازی، وآن حالت از راہ صورت موجود نی؟ چرا روا نباشد کہ حق تعالیٰ در ازل آزال باموسیٰ علیہ السلام درحالت نبودن او برکوہ طور سخن گوید واورا بیند ووجود او ازراہ صورت درین زماں ملکی درمیاں نہ؟ وامثال ایں از وقایع سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بسیار است وزیرک منصف را ایں قدر کفایت باشد۔

اگر معتزلی گوید کہ : معراج سید صلی اللہ علیہ وسلم درخواب بودہ است نہ دربیداری، وایں مکاشفات بدیدۂ سر بودہ است نہ بدیدۂ سر
گوئیم : اولا اعتقاد اہل سنت وجماعت آنست کہ معراج سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دربیداری بودہ است بقالب نہ بخاطر وبرین حجتہا ست نقلی کہ ایں مختصر موضوع ذکرآن نیست واگر نیز تسلیم کنیم کہ معراج بخواب بودہ است غرض ما از اثبات زماں روحانیات

صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایسی باتیں سنی ہیں جو بچوں کو بھی بوڑھا کر دیتی ہیں، اسی سبب سے میں آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا اور مجھے ایسا گمان ہوا کہ شاید آپ کی زیارت بھی نہ کر سکوں گا۔ اب معلوم ہوا کہ یونس علیہ السلام کو شکم ماہی میں دیکھنا جبکہ اس واقعہ پر تین ہزار سال گزر چکے تھے اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں دیکھنا جس میں وہ پچاس ہزار سال بعد آئیں گے

اور ان سے گفتگو فرمانا بجز اس کے ممکن نہیں کہ وہ ایسا زمان تھا جس میں ہزار ہا گزرے ہوئے اور آنے والے سال ایک ساتھ موجود تھے اور گزشتہ و آئندہ واقعات اور حالات اس زمان میں یکجا حاضر تھے۔ پس یہ کیسے روا ہو سکتا ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن بن عوفؓ سے ایسی حالت میں باتیں کیں جو پچاس ہزار سال بعد واقع ہو گی (مکالمت بھی حقیقی نہ کہ مجازی) وہ حالت ظاہری طور پر موجود نہ ہو، اور یہ کیوں روا نہیں ہو سکتا کہ ازل لازال میں حق تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے کوہِ طور پر ایسی حالت میں جب کہ وہ (عالم ظاہر میں) پیدا نہ ہوئے تھے، ہم کلام ہوں اور انھیں دیکھیں اور ان کا وجود بصورت ظاہر اس زمانِ ملکی کے درمیان نہ ہو۔ اس طرح کی مثالیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک میں بہت ہیں اور منصف مزاج صاحب عقل کو اسی قدر کافی ہے۔

اگر معتزلی کہتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج حالتِ خواب میں تھی، بیداری میں نہیں تھی اور یہ مکاشفات چشم باطن کے تھے چشمِ سر کے نہیں تھے، تو ہم کہتے ہیں کہ اوّلاً اہل سنت و جماعت کا اعتقاد یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج اسی قالب کے ساتھ بیداری میں ہوئی تھی نہ کہ خواب میں اور اس پر نقلی دلائل ہیں جنھیں اس مختصر مقام پر بیان نہیں کیا جا سکتا اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ معراج خواب میں ہوئی تھی تو ہماری غرض زمانِ روحانیات کے اثبات سے

حاصل میآید چوں درخواب گذشتہ و ناآمدہ جز در زمان ارواح و روحانیات نتواند دیدن کہ گذشتہ و ناآمدہ درآں نقد وقت باشد وبداں کہ عامۂ خلق را مطالعۂ آں زمان دست دہد لیکن درخواب، و درعقب ایں درمعنی آں تقریر کنیم انشاءاللہ تعالیٰ، وانبیا و اولیا را دست دہد در بیداری، لکن بخاطر مہتر و بہتر موجودات را علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات دست دادہم بہ سر وہم بقالب۔

سوال : براصل سخن چوں ہمہ موجودات کہ بود و ہست وخواہد بود دریں زماں کہ بیان کردی وام الکتاب لقب نہادی موجود بود وایں زماں درازل بی اول موجود بود بل کہ با ازل محیط بود چناں کہ بیان کردی پس لازم آید کہ جملۂ موجودات درازل موجود باشند وچوں ازلی باشند قدیم باشند ناچار، وایں عین مذہب فلاسفہ و دہریانست وبرخلاف قواعد عقاید مسلمانان۔

جواب : ایں سوال سخت واقع است وجوابش نیک غامض، اگر زیرکانہ بشنوی ونیک فہم کنی برخوری انشاءاللہ : بداں کہ درآں زماں نہ ازلست ونہ ابد نہ اولست ونہ آخر، بلکہ تہمت وجود موجودات درازل از اتحاد و یگانگی آں زماں می خیزد کہ آنچہ ازلست بعینہ ہماں ابدست، وآنچہ اولست بعینہ ہماں آخرست پس آنچہ اول می دانی وتہمت ازلیت عالم از آں می انگیزی، جہد آں کن کہ ہماں بعینہ ابدیت بینی، وآنچہ ابدیت می پنداری ازلیت یابی، وایں سر را بیاں شافی تر وروشن تر بنولیسم :

حاصل ہوجاتی ہے، خواب میں بھی گزشتہ اور آئندہ کو ایسی صورت میں کہ گذشتہ اور آئندہ اس میں حال کا لمحہ بن جاتے، سوائے ارواح اور روحانیات کے زمان کے نہیں دیکھا جاسکتا۔ اور جان لو کہ عام لوگوں کو بھی اس زمان کا مشاہدہ حاصل ہوجاتا ہے۔ لیکن خواب میں۔ اور آگے ہم اس معنی میں تقریر کرتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ انبیاء و اولیاء کو اس کا مشاہدہ بیداری میں ہوتا ہے لیکن موجودات میں سب سے اعلیٰ و بہتر علیہ افضل الصّلوٰت و اکمل التحیاتؑ کے قلب پاک کو یہ مشاہدہ باطن اور قالب دونوں کے ساتھ حاصل ہوا۔

سوال:۔ بربنائے کلام جب تمام موجودات جو تھی، ہے، اور ہوگی، اس زمان میں جسے تو نے بیان کیا اور ام الکتاب اس کا لقب رکھا موجود تھی اور یہ زمان ازلِ بے اوّل میں موجود تھا، بلکہ ازل کو احاطے میں لئے ہوتے تھا، جیسا کہ تم نے بیان کیا، تو لازم آتا ہے کہ تمام موجودات ازل میں موجود ہوں گی اور جب ازلی ہوں گی تو لازماً قدیم ہوں گی اور یہ مسلمانوں کے قواعد اور عقائد کے برخلاف عین فلاسفہ اور دہریوں کا مذہب ہے۔

جواب:۔ یہ سوال بہت اہم ہے اور اس کا جواب بھی بہت باریک ہے۔ اگر تم ہوشمندی سے سنو اور اچھی طرح سمجھو تو تمھیں نفع حاصل ہوگا انشاء اللہ۔ جان لو کہ اس زمان میں نہ ازل ہے اور نہ ابد، نہ اوّل ہے اور نہ آخر بلکہ ازل میں موجودات کے وجود کا اتہام اس زمان کے اتحاد و یگانگت سے پیدا ہوتا ہے کہ جو کچھ ازل ہے بعینہٖ وہی ابد ہے اور جو کچھ اوّل ہے بعینہٖ وہی آخر ہے پس جسے تم اوّل سمجھتے ہو اور اس بنا پر عالم کی ازلیت کا اتہام لگاتے ہو اس امر کی کوشش کرو کہ اسے ہی بعینہٖ ابدیت بھی دیکھو اور جسے تم ابدیت گمان کرتے ہو اسے ازلیت پاؤ اور اس سِر کو ہم زیادہ شافی اور زیادہ واضح بیان کے ساتھ لکھتے ہیں۔

بداں کہ ایں ام الکتاب از مضیق زمانی کہ از دوراں افلاک می خیزد بیرونست و از ازل و ابد برترست و آں چاشنی صفت عالم قدیم دارد و آنچہ در او موجود بود وجود آں در عالم صورت و ازل و ابد لازم نیاید و مثالش آنست کہ در قصہ معراج گفتیم کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم چوں از تنگنای زمان و مکان بیروں شد و از مضیق ازل و ابد کہ مفہوم خلقست برتر آمد عبدالرحمٰن عوف را بدید و با او سخن گفت در حالت رفتن او در بہشت، و آنچہ در آں زماں بدید و بگفت لازم نبود کہ دریں زماں ما موجود باشد بلکہ آں حالت در زماں ما بعد از پنجاہ ہزار سال در وجود خواہد آمد و ایں حالت سیّد را صلی اللہ علیہ وسلم در شب معراج موجود بود و ما را معدوم، و قدم عالم از آں روی محالست کہ بزماں ما تعلق دارد و نہ از آں روی کہ بعالم پادشاہ و زمان او تعلق دارد و باللہ التوفیق۔

بداں کہ اگر روح انسانی قوت گیرد بانواع تصفیہ و تزکیہ و تربیت بمتابعت صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم موصوف شود تواند کہ قالب را بزماں جسمانیات لطیف کشد و نشانش آں بود کہ برزیگر چنداں کند کہ دیگری بسالی نتواند کرد و آنچہ شنیدہ باشی در قصۂ خضر علیہ السلام کہ کوہی را از باغ دہقانی کہ بہ بندگی او مبتلا شدہ بود بیکدم از بن برکند و باز زمیں ہموار کرد و جملۂ خاک آں بجای دیگر نقل کرد دریں مقام بود۔

جان لو کہ یہ ام الکتاب، اس زمان کی تنگی سے جو گردشِ افلاک سے پیدا ہوتا ہے باہر ہے اور ازل و ابد سے برتر ہے۔ وہ عالمِ قدیم کی صفت کا ذائقہ رکھتی ہے اور جو کچھ اس میں موجود ہے، اس کا وجود عالمِ صورت (دنیا) نیز ازل و ابد پر لازم نہیں آتا۔ اس کی مثال وہ ہے جو ہم نے واقعۂ معراج میں بیان کی ہے کہ جب سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم زمان و مکان کی تنگنائے سے باہر ہوئے اور ازل و ابد کی حد سے، جو خلق کا مفہوم ہے، برتر ہوئے تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو آپؐ نے بہشت میں داخل ہونے کی حالت میں دیکھا اور ان سے گفتگو فرمائی اور جو کچھ آپؐ نے اس زمان میں دیکھا اور فرمایا لازم نہیں کہ وہ ہمارے زمان میں موجود ہو بلکہ وہ حالت ہمارے زمان میں پچاس ہزار سال کے بعد وجود میں آئے گی جب کہ یہ حالت سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لئے شبِ معراج میں موجود تھی اور ہمارے لئے معدوم۔ قدمِ عالم اس نسبت سے محال ہے کہ ہمارے زمان سے تعلق رکھتا ہے نہ اس اعتبار سے کہ بادشاہ کے عالم اور اس کے زمان سے تعلق رکھتا ہے وباللہ توفیق۔

جان لو کہ اگر روحِ انسانی تصفیہ، تزکیہ اور تربیت کی انواع کے ساتھ صاحب شریعت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع سے موصوف ہو کر قوّت حاصل کرے تو ممکن ہے کہ اپنے قالب کو جسمانیاتِ لطیف کے زمان میں پہنچا دے، اس کی علامت یہ ہو گی کہ وہ ایک دن میں اس قدر کام انجام دے گا کہ دوسرے ایک سال میں نہ کر سکیں اور تم نے خضر علیہ السلام کے قصّے میں سُنا ہوگا کہ ایک پہاڑ کو جس کی وہ عبادت کرتا تھا اس دہقان کے باغ سے ایک ہی دن میں جڑ سے کھود دیا اور زمین سے ہموار کر دیا اور اس کی تمام مٹی کو جو اس جگہ تھی دوسری جگہ منتقل کر دیا،

وہمچنیں حکایت ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ کہ گفت یکشب
مارا ازما لبستدند وجملۂ اورا دما ازما فوت شد چوں مارا با ما
دادند ہنوز موی روی ما ازآب وضوتر بود، واز یاران ماکسی
ہست کہ درکم از یک ساعت صد بار ہمۂ قرآن حرف حرف وآیۂ آیہ
برخواند وایں حالت اورا بارہا افتادہ است واگر قوت روح بکمال
رسد تواند کہ قالب را بزمانی ازمنۂ روحانیات کشد ونشانش آں باشد
کہ بیک ساعت کار صد سالہ بکند بلکہ کار ہزار سالہ تواند کرد۔

وقصۂ معراج سیّد صلی اللہ علیہ وسلم دریں مقام بود کہ دریک ساعت
ازشب، ہمۂ تفاصیل عالم بروی عرض کردند ونود ہزار کلمہ از حق
تعالیٰ بشنید چوں بازآمد ہنوز بسترش گرم بود واگر ناکسی ایں را انکار
کند باری امکاں ندارد کہ مثل ایں حکایت درخواب بیند وانکار
تواند کرد، وامثال ایں درخواب بسیار است وآں ہمہ کس را ممکنت
مثلاً کسی درخواب بیند کہ بترکستان رفت وآنجا زن خواست ہزار
سال آنجا بماند وہزار فرزندش بزاد وجز ایں کارہا کرد وایں ہزار
سال دریک ساعت گذشتن جز دریں زمان کہ بیان کردیم نباشد
وصورت نبندد۔

ووقوع مثل ایں در بیداری ہم رواست چناں کہ درحکایت
آمدہ است کہ یکی از اصحاب شیخ جنید رحمتہ اللہ علیہ

اسی طرح کی ایک حکایت ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ[1] سے منسوب ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم کو ایک شب ہمارے احساس وجود سے بے خبر کر دیا اور ہمارے تمام اور اد ہم سے فوت ہو گئے، جب ہم کو حالت صحو میں لوٹا دیا گیا تو ہماری ڈاڑھی وضو کے پانی سے تر تھی اور ہمارے احباب میں سے کوئی ہے جو ایک ساعت سے کم مدت میں سو بار قرآن کو حرف بہ حرف اور آیت بہ آیت تلاوت کرے، جب کہ ان پر یہ حالت بار ہا گزری ہے۔ اگر قوت روح درجہ کمال تک پہنچ جائے تو یہ بھی ممکن ہے کہ قالب کو روحانیات کے زمانوں میں سے کسی زمان تک پہنچا دے، اس کی علامت یہ ہے کہ ایک ساعت میں کار صد سالہ بلکہ ہزار سالہ انجام دے سکتا ہے۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا واقعہ اسی مقام سے متعلق تھا کہ آپؐ پر رات کی ایک ساعت میں تمام تفصیل پیش کی گئیں اور نوّے ہزار کلمات آپ نے حق تعالیٰ سے سُنے، جب واپس آئے تو آپ کا بستر مبارک ابھی گرم تھا۔ اگر کوئی بے فہم اس کا انکار کرتا ہے تو کیا اس کا امکان نہیں ہے کہ اس طرح کا قصہ وہ خود خواب میں دیکھے اور پھر بھی انکار کرے۔ خواب میں اس طرح کی مثالیں بہت ہیں اور تمام لوگوں کے لئے ممکن ہیں مثلاً کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ ترکستان گیا، اس نے وہاں نکاح کیا۔ ہزار سال وہاں رہا اور ہزار فرزند وہاں پیدا ہوئے اور اس کے علاوہ بھی کام انجام دیئے (حالانکہ نیند چند گھڑی کی تھی) تو ان ہزار برسوں کا گزرنا سوائے اس زمان کے جو ہم نے بیان کیا ہے واقع نہیں ہو سکتا۔ بیداری میں بھی اس طرح وقوع میں آنا روا ہے کہ حکایت میں آیا ہے کہ شیخ جنید رحمتہ اللہ علیہ[2]

[1] ابوالحسن علی بن جعفر خرقانی م متوفی ۴۲۵ھ سرچشمۂ تصوف در ایران ص ۲۰۲

[2] ابوالقاسم جنید بن محمد نہاوندی بغدادی متوفی ۲۹۷ھ یا ۲۹۸ھ ایضاً ص ۱۹۵

بکنار دجله رفت تا غسل کند، جامه بیرون کرد و درمیان آب رفت
چون سر فرو برد ہم در دم به ہندوستان شد و آنجا زن خواست و
فرزندش آمد و سالہای بسیار آنجا بماند پس خود را دیگر باره درمیان
آب دید در دجله، وجامهٔ خود دید ہم آنجا نہاده، جامه در پوشید و
وبه خانقاه رفت اصحاب را دید که ہمان نماز را وضوی ساختند و روا باشد
که این واقعه قلبی باشد نه قالبی ونیز تواند بود که بقالب باشد که
پادشاه عالم جل جلاله بر ہمه چیزی قادرست۔

و آنچه در کلمات بزرگان شنیدهٔ که یک نفس روندگان ہزار
سال عامه بیش ارزد و این فضیلت از روی عزت فہم کردهٔ این خود ہست
لیکن حقیقت آن بود که چون روندهٔ بدین مقام رسد در یک نفس
ہزار ساله بلکه صد ہزار ساله طاعت تواند کرد این ہمه ممکن باشد ولیکن
ہرگز نتواند بود که ہیچ آفریدهٔ بزمان حق تعالیٰ رسد یا بدان مطلع شود
و ام الکتاب این زمانست، ہرچه ماجرای ازل و ابدست در وموجود
است ومرقوم، لوح محفوظ نسخهٔ چیزی اندکست از و واسرافیل
علیه السلام برلوح محفوظ مطلع است۔ اما برام الکتاب ہیچکس را
اطلاع نیست جز حق تعالیٰ، وآنچه در لوحست محو و اثبات پزیرد:
يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ ۔[1] اشاره بدانست اما آنچه درین زمانست
که ام الکتابست تغیر و تبدیل بدو راه نیابد مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ.[2]
اشارت بدانست حق تعالیٰ درین زمان نیست اما مطلع است براین
زمان، و این زمان را

۱۔ سورهٔ ۱۳ آیهٔ ۳۹ ۲۔ سورهٔ ۵۰ آیهٔ ۲۹

کے اصحاب میں سے ایک شخص دجلہ کے ساحل پر گیا تاکہ غسل کرے۔ اس نے کپڑے اتارے، اور پانی میں غوطہ لگایا، جب پانی سے سر باہر نکالا تو اس وقت ہندوستان میں تھا۔ وہاں نکاح کیا، اور اس کے ہاں فرزند پیدا ہوا۔ بہت برسوں وہاں رہا۔ پھر خود کو دوسری بار دجلہ کے پانی میں دیکھا۔ اپنے کپڑے دیکھے جو وہیں پڑے ہوئے تھے۔ کپڑے پہن کر خانقاہ میں گیا، ساتھیوں کو دیکھا کہ اسی طرح نماز کے لیے وضو کر رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ واقعہ قلبی ہو اور قالبی نہ ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ قالب کے ساتھ ہو کہ پادشاہِ عالم جلّ جلالہٗ ہر بات پر قادر ہے۔

یہ جو تم نے بزرگوں کے ملفوظات میں سنا ہوگا کہ سالکین کا ایک نفس عام ہزار سال سے بیش قیمت ہے اور تم نے یہ فضیلت باعتبار اس کی بیش قیمتی کے خیال کی ہے۔ یہ بھی درست ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب سالک اس مقام پہ پہنچتا ہے، ایک نفس میں ہزار سالہ بلکہ صد ہزار سالہ عبادت کر سکتا ہے۔ یہ تمام باتیں ممکن ہیں لیکن یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ کوئی مخلوق حق تعالیٰ کے زمان تک پہنچ سکے یا اس کی حقیقت پر مطلع ہو سکے۔ "ام الکتاب" یہی زمان ہے، جو کچھ ازل و ابد کا قصہ ہے اس میں موجود و مرقوم ہے۔ لوحِ محفوظ اس سے کم تر درجہ کی ایک کتاب ہے۔ اسرافیل علیہ السلام لوحِ محفوظ پر مطلع ہیں۔ لیکن کوئی ہستی سوائے حق تعالیٰ کے امّ الکتاب پر مطلع نہیں ہے اور لوحِ محفوظ میں جو کچھ ہے وہ مٹتا اور قائم ہوتا ہے یمحوا اللہ مایشاء ویثبت (خدا تعالیٰ وہی جس حکم کو چاہیں موقوف کر دیتے اور جس حکم کو چاہیں قائم رکھتے ہیں) اسی جانب اشارہ ہے۔ اس زمانہ میں امّ الکتاب ہے، اس میں تغیر اور تبدیلی کا گزر نہیں۔ مایبدل القول لدیّ (میرے ہاں (وہ) بات (وعید مذکور کی) نہیں بدلی جاوے گی) اسی جانب اشارہ ہے۔ حق تعالیٰ اس زمان میں نہیں ہیں لیکن اس زمان پر مطلع ہیں اور اس زمان کو اس کی

زمان اللہ گویند از راہ تخصیص وتشریف، چناں کہ بیت اللہ وناقۃ اللہ
وروح اللہ وغیرآں، چوں نیک فہم کنی بدانی چناں کہ شک وشبہ را در
مجال نماند کہ حق تعالیٰ ازلی وابدیست ودایم وباقی، وکلام او قدیم
وازلی وابدیست، وسخن او یکیست کہ تعدد نپذیرد وازازل بی
اوّل تا ابد بی آخر بداں یک سخن متکلم است بی انقطاع، وبدانی کہ جملۂ
مکونات بیک امر کن فیکون ایجاد کردہ است وآں کن فیکون بازل
وابد محیطست چناں کہ یک طرفۃ العین از و دور نیست واز وبیروں نیست
وبدانی کہ حق تعالیٰ بیک قدرت نامتعدد قادرست برہمۂ مقدورات
وبیک علم نامتعدد عالمست برہمۂ معلومات، وبیک نظر نامتعدد ہمۂ
منظورات را از ازل تا ابد می بیند وبیک شنوای نامتعدد ہمۂ مسموعات
را می شنود وبیک ارادت نامتعدد ہمۂ مرادات می خواہد وبدانی کہ
اولیت او نہ از تقدم زمانست بل کہ تقدم زمان از اولیت اوست
وآخریت او نہ از تاخر زمانست بلکہ تاخر زمان از آخریت اوست
اولیت وآخریت دوصفت قدیم اوست وتناقص وتنافی رالبصفات
او راہ نیست ہم از آں روی کہ اولست آخرست وہم از آں روی کہ
آخرست اولست، در ازل آخرست وزمان آخریت ناآمدہ، ودر
ابد اولست وزمان اولیت ناگذشتہ۔

آری جانا آنچہ گفتہ آمد از اسرار زماں ومکاں قطرہ ایست از
دریای بی کران او، لبسی اسرار عزیز کہ ناگفتہ بماند وبسا درشاہوار

خصوصیت اور شرف کے سبب زمان اللہ کہتے ہیں جیسے کہ بیت اللہ، ناقۃ اللہ اور روح اللہ وغیرہ۔ جب تم غور کرو گے تو سمجھ جاؤ گے اور اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہ رہے گی کہ حق تعالیٰ ازلی و ابدی ہیں اور دائم و باقی ہیں۔ ان کا کلام بھی ازلی و ابدی ہے اور ان کا کلام ایک ہے جو تعدد پذیر نہیں ہے۔ وہ ازلِ بے اوّل سے ابدِ بے آخر تک بغیر انقطاع اس ایک کلام کے ساتھ متکلّم ہیں اور تم یہ بھی جان جاؤ گے کہ حق تعالیٰ نے تمام کائنات اور اس میں موجود اشیاء کو ایک امر کن فیکون سے ایجاد کیا ہے اور وہ کن فیکون ازل و ابد کو محیط ہے، اس طرح کہ ایک چشم زدن کے لئے بھی اس سے دور نہیں ہے اور نہ اس سے باہر ہے اور تمہیں یہ علم بھی حاصل ہوگا کہ حق تعالیٰ ایک نامتعدد قدرت کے ساتھ تمام مقدورات پر قادر ہیں۔ ایک نامتعدد علم کے ساتھ تمام معلومات کے عالم ہیں۔ ایک نامتعدد نظر سے ازل سے ابد تک تمام منظورات کو دیکھتے ہیں۔ ایک نامتعدد سماعت کے ساتھ تمام مسموعات کو سنتے ہیں اور ایک ارادۂ نامتعدد سے تمام مرادات کو چاہتے ہیں۔ اور جانو گے کہ ان کی اوّلیت زمان کے تقدّم سے نہیں ہے بلکہ زمان کا تقدّم ان کی اوّلیت سے ہے اور ان کی آخریت زمان کے تاخر سے نہیں ہے بلکہ زمان کا تاخر ان کی آخریت سے ہے (درحقیقت اوّلیت اور آخریت حق تعالیٰ کی دو قدیم صفتیں ہیں اور ان کی صفات میں تخالف و تضاد کا گزر نہیں ہے اس اعتبار سے کہ وہ اوّل ہے آخر بھی ہے اور اس اعتبار سے وہ آخر ہے اوّل بھی ہے۔ ازل میں آخر (مندرج) ہے اور جو زمان آخریت ہے وہ دراصل ناآمدہ حقیقت ہے اور (اسی طرح) ابد میں اوّل (مندرج) ہے اور اولیت کا زمان (درحقیقت) ناگزشتہ ہے۔

ہاں اے جان جو کچھ بیان کیا گیا ہے زمان و مکان کے بیکراں دریا کے اسرار سے ایک قطرہ ہے بہت سے گراں قدر اسرار ہیں جو بے کہے رہ گئے ہیں اور بہت سے دُر ناہموار ہیں جو

که درقعر این بحر نا سفته بماند، بسبب تنگ حوصلگی و بی حاصلی تو
نهان می دارم و درگفت آوردن نمی یارم، از آنکه فهم نکنی بیت:

دارم سخن و یاد نمی یارم کرد
فریاد که فریاد نمی یارم کرد

اے جوانمرد می دان که این بیان که نوشته آمد کلید گنج معرفتست
که بدست تو دادم بل که در خزانۂ اسرار بکرست که بر تو گشادم،
شکر حق تعالی بگزار که اسراری که هزاران هزار سالست تا در حجاب
عزت محتجب بود در روزگار تو بصحرا افتاد و درهای گران مایه که
اند هزار سالست تا در قعر بحر غیرتست در بازار روزگار تو بمن یزید
عرض فرستادند، برخوان و بدان، و اگرنه باری نه بجود و انکار کفران
این نعمت روا آمد، و آن کس که حمال بار این امانتست و منبع
این اسرار و مطلع این انوار، اگر خاک پای او نباشی باری خاک
جفا بر روی او مپاش، رونده گانرا نفس گریز نیست ولیکن از
رنجاننده چاره نیست که حمال تجلی جز جمال اذی نه بیند، ایشان را
رنجاننده کم نباید، بکوش تا آن رنجاننده تو نباشی چه هر که در راه
رونده خاری نهد او را فدای آن رونده گردانند رونده بتحمل
ی سوی علیین میرود و موذی را بسبب اذیت سوی سجین می کشند۔
ای جوانمرد اگر تو کلمۂ ندانی شنود بسبب تنگ حوصلگی علم تو
بود وچوں تو بر آن انکار کنی

اس بحر کی گہرائی میں ہیں اور بغیر پردے ہوتے رہ گئے ہیں انھیں تمہاری بے حوصلگی اور بے بضاعتی کے سبب نہاں رکھتا ہوں اور اس وجہ سے کہ تم سمجھ نہ سکو گے، انھیں ظاہر کرنے کا یارا نہیں پاتا۔ بیت:۔

اے دوست کہنے کو بہت کچھ ہے مگر کہہ نہیں سکتا، اے دوست شکوہ اس کا ہے کہ شکوہ بھی نہیں کر سکتا۔

اے صاحب ہمت جان لو کہ یہ بیان جو صورت تحریر میں آیا ہے درحقیقت خزانۂ معرفت کی کلید ہے جو میں نے تمہارے سپرد کر دی ہے بلکہ خزانۂ اسرار کی دوشیزہ ہے (رازِ نہاں ہے) جسے میں نے تم پر ظاہر کر دیا ہے۔ حق تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ جو راز ہزار ہا ہزار سال سے اب تک پردۂ عزّت میں چھپا ہوا تھا، تمہارے زمانے میں عام ہو گیا، اور وہ گراں مایہ موتی جو ہزار ہا سال سے بحرِ غیرت کی تہ میں پڑے ہوتے تھے تمہارے زمانے میں میرے واسطے سے بھیجے گئے۔ (انھیں اچھی طرح) پڑھو اور سمجھو۔ اور اگر یہ نعمت بے جا ضد انکار اور کفران کے سبب تمھیں پسند نہیں، اور اس شخص پر جو اس امانت کے بار کا حامل، ان رازہائے سربستہ کا منبع اور ان اسرار کا مطلع ہے۔ اگر تم اس کی خاکِ پا نہ بن سکو تو خدارا اس کے چہرے پر خاکِ جفا نہ ڈالو۔ سالکین کے لئے تو مجالِ گریز نہیں ہے مگر تکلیف پہنچانے والوں کا بھی کوئی علاج نہیں ہے کہ حاملِ تجلّی کے لئے مشاہدۂ جمال ہی کافی کرب انگیز ہے ایسے لوگوں کو تکلیف دینے والوں کی کمی نہیں۔ کوشش کرو کہ تم ایذا پہنچانے والے نہ بنو جو کوئی سالک کی راہ میں کانٹے بچھاتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو سالک کا فدیہ کر دیتے ہیں۔ سالک تو تکلیف پر صبر کرنے کے سبب علّیّین کی جانب بڑھتا ہے اور تکلیف پہنچانے والے کو تکلیف پہنچانے کے سبب جہنّم کی طرف گھسیٹ لے جاتے ہیں۔

اے صاحبِ ہمت اگر تم ایسی بات سنو جو تم نہیں جانتے اور جس کا سبب خود تمہارے علم کی تنگ حوصلگی ہوتی ہے۔ جب تم ایسی بات کا انکار کرتے ہو اور کہتے ہو کہ حقیقت

و گوئیَ این خود نیست پس مجال علم تنگ گشت و بارگی هنر لنگ شد گمان کمال برخود مبر و خود را وقف کن و در طلب زیادتی قدمی می نه و دمی می زن : لتعلم کم خبایا فی الزوایا و پیوسته این خبر عزیز خود میخوان که سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمود ! ان من العلم کھیئة المکنون لا یعلمه الا العلماء باللہ فاذا نطقوا به لم ینکر علیهم الا اهل العزة باللہ ، یعنی در جملهٔ علمی که بآدمیان آمده است علمی هست که از افهام عوام پوشیده است نتوانند در آن شروع کردن الا دانایان بخدای تعالی ، ای دوست اگر علم همین است که از استادان گیرند پس علم امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجهه که از خود چنین خبر میدهد : لو شئت لاوقرت سبعین بعیراً من تفسیر فاتحة الکتاب ؛ از که گرفت ؟ و آنکه سهل عبداللہ رحمه اللہ میگوید : لکل آیة من القران سبعون الف فهم و ما بقی من فهمها اکثر ، از که توان گرفت ؛ و آنچه پادشاه عالم جل جلاله میفرماید : قُلْ لَوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِکَلِمَاتِ رَبِّی [۱] الایه ، برچه حمل توان کرد ؟ و اگر علم اینست همهٔ مدعیان علم را درین شریک باید بود ، و آنچه عبداللہ عباس حی گوید :

۱- سورهٔ ۱۸ آیهٔ ۱۰۹

ایسی نہیں تو (اس کا مطلب یہ ہے کہ) علم کا راستہ تنگ ہوگیا اور ہنر کی رسائی میں لنگ آگیا۔ خود پر کمال کا گمان نہ کرو بلکہ خود کو کسب کمال کے لئے) وقف کر دو اور زیادہ طلب کے لئے قدم اٹھاؤ اور حوصلہ کرو، تم سمجھ لو کہ زاویوں میں پوشیدہ باتیں ہوتی ہیں۔ اور اس حدیث کو متواتر پڑھو کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بے شک علم میں سے ایک علم ہے جو لوگوں کی سمجھ سے پوشیدہ ہے اسے علماء باللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا پس جب وہ تم سے مخاطب ہوں تو ان پر نکیر نہ کرو۔ آگاہ ہو جاؤ کہ اہل عزت اللہ کے ساتھ ہیں۔ اے دوست اگر علم یہی ہے جو استادوں سے حاصل کیا جاتا ہے تو امیر المومنین علی کرم اللہ وجہ نے یہ علم کس سے سیکھا جس کی بابت اپنے بارے میں خبر دیتے ہیں ،" اگر میں چاہتا تو بے شک سورۃ فاتحہ کی تفسیر (اتنی مفصل) لکھتا کہ ستر اونٹ پر لادی نہ جا سکتی۔ اور سہل عبداللہ[1] رحمۃ اللہ کہتے ہیں،" قرآن کی ایک آیت کے ستر ہزار بلکہ اس سے بھی زیادہ مطالب ہیں اور پھر بھی اکثر مضامین نافہمیدہ رہ جائیں۔ انھوں نے یہ علم کس سے حاصل کیا اور پادشاہ عالم جلّ جلالہٗ جو ارشاد فرماتے ہیں" قل لو کان البحر مدادًا لکلماتِ ربّی" الآیہ (آپ (ان سے) کہد یجئے کہ اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لئے سمندر (کا پانی) روشنائی (کی جگہ) ہو تو میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جاوے (اور باتیں احاطے میں نہ آویں) اگرچہ اس سمندر کی مثل دوسرا سمندر (اس کی) مدد کے لئے ہم لے آویں) تو اس پر کس طرح عمل کیا جا سکتا ہے اور اگر علم یہی ہے تو تمام مدعیان علم کو اس میں شریک ہونا چاہئے اور عبداللہ ابن عباسؓ کہتے ہیں

---

[1] ابو محمد سہل بن عبداللہ تستری ساکن مکہ معظمہ متوفی ۲۸۳ھ۔ سرچشمۂ تصوف در ایران ص ۱۹۵

لو ذكرت ما اعلم من تفسير هذه الاية لرجمتموني' وفي روايه : لعلتم انه كافر، يعني قوله تعالى : الله الذي خلق سَبْعَ سمٰوٰتٍ ' الاية چرا صحابه وتابعين با او شریک نبودند درآن ؟ وآں علم عزیز وآں سر مکنون ومخزون که از غایت دوری وغموض بنزدیک افهام صحابه وتابعین کفری نمود ازکه آموخته ؟

ای جوانمرد انصاف نمیدهی، آخر اسرار صمدیت در مسایل سلم و رهن وشفعه واجارت چگونه محصور گشت ؟ ودانستن آں بر اهل آں از چه سبب روانیست ؟ وچگونه مقصور شد ؟ ای عجب علم نحو بیک هفته بتواں آموخت نحویان را مسلم میداری، اطبا را معتبر میدانی بلکه علم کفشگری وجولاهگی از کفشگر وجولاهه مسلّم میداری علم راه خدای روندگان گرم رو را که گام بر آرزو وکام خویش نهند و در ترک تمتع وقمع عوارض بشریت کوشند وباقصی الغایت برسند

۱- سوره ۶۵ آیه ۱۲

اگر اس آیت کی تفسیر جو میں نے سمجھی ہے بیان کروں تو تم مجھ کو سنگسار کر دگے اور دوسری روایت میں ہے تم مجھے کافر سمجھو گے یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں" اللہ الذی خلق سبع سمٰوٰت الآیہ (اللہ ایسا ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور ان ہی کی طرح زمین بھی (اور) ان سب میں (اللہ تعالیٰ کے) احکام نازل ہوتے رہتے ہیں (اور یہ اس لئے بتلایا گیا ہے) کہ تم کو معلوم ہو جاتے کہ اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قادر ہے اور اللہ ہر شئے کو (اپنے) احاطہ علمی میں لئے ہوتے ہے) اس علم میں ان کے ساتھ صحابہ اور تابعین کیوں شریک نہ تھے اور وہ علم عزیز وہ مخفی اور پوشیدہ راز جو انتہائی دوری اور باریکی کی وجہ سے صحابہ اور تابعین کی سمجھ میں کفر محسوس ہوتا تھا (عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کس سے سیکھا تھا۔

اے جواں مرد تم انصاف نہیں کرتے کہ آخر سلم[1]، رہن[2]، شفعہ[3]، اجارت[4] کے مسائل میں صمدیت کے اَسرار کو کس طرح محصور کیا جا سکتا ہے، اور اس شخص پر ان اَسرار کا جاننا جو اس کا اہل ہے کس وجہ سے روا نہیں۔ عجیب بات ہے کہ علم نحو جو ایک ہفتے میں حاصل کیا جا سکتا ہے تم نحویوں کو مستند قرار دیتے ہو، اطبا کو معتبر جانتے ہو بلکہ جوتے بنانے اور کپڑے بننے کا علم کفش گر اور جولاہے سے مخصوص کرتے ہو، راہِ خدا کے گرم رو سالکین جو اپنی خواہش اور مقصد سے بے نیاز ہو چکے ہیں۔ جو دنیاوی فائدے اور بشری عوارض کے عیب ترک کرنے کی کوشش میں ہیں۔ جو زمان و مکان میں ہر چیز کی انتہا تک رسائی حاصل کرتے ہیں

---

[1] قیمت پہلے ادا کرنا۔ [2] گرد رکھنا۔ [3] ہمسایہ کی ملک خرید نا۔
[4] مزدوری پر دینا۔

و در طلب قرب حضرت عزت روزگار جوانی و کامرانی در بازند تا در لطایف قبول و اقبال حضرت عزت پرورده شوند و عبارت از روزگار ایشان این سزد بیت :

بسته از جد و جهد و عشق و طلب
بگریباں روز دامن شب

چرا مسلم نداری ؛ حق سبحانه و تعالیٰ همگنان را راه روشن کرامت کناد و اعتقاد پاک همه را از خطا و خطر و خلل و زلل محروس و محفوظ و مصون دارد ، انه قریب مجیب ، و صلی الله علیٰ محمد و علیٰ آله و اصحابه ۔

اور حضرتِ عزّت کے قرب کی طلب میں جوانی اور کامرانی کا زمانہ لٹا دیتے ہیں تاکہ حضرت عزّت کی قبولیت اور اقبال کی مہربانیوں میں پرورش پائیں جن کی حالت پر یہ عبارت صادق آتی ہو۔ بیت:۔

عشق و طلب (الٰہی) کی جد وجہد میں وہ ایسے کمربستہ ہیں کہ ان کے دن کا گریبان رات کے دامن سے بندھا ہوا ہے مراد یہ کہ شب و روز اسی لگن میں ہیں

ان حضرات کے علم کو کیوں مُسلّم نہیں سمجھتے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ ہم سب کو اُن ہی کی طرح راہِ روشن اور اعتقاد پاک عطا فرمائیں ، اور سب کو خطا و خطر ، خرابی اور پستی سے محفوظ اور مصئون رکھیں بے شک وہی قریب ہیں اور قبول کرنے والے ہیں ، وصلی اللہ علیٰ محمد و علیٰ آلہ واصحابہ

تلخیص غایۃ الامکان

از حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ
(متوفی ۷۲۵ھ)

اقتباس از سیر الاولیاء مصنفہ سید محمد بن مبارک علوی کرمانی
المعروف بہ میرخورد کرمانی المتوفی ۷۷۰ھ (ص ۵۷۷ تا ص ۵۸۲)

حضرت سلطان المشائخ می فرمود قدس اللہ سرہ العزیز ہر روزے بعضے بقعہ از بعضے

نکتہ در بیان فضیلت مکان بر مکان و زمان بر زمان و حقیقت زمان و مکان
بزبان حال باز پرسیدند کہ امروز بر تو ذاکرے دیا ہیچ عم ناکے گذشتہ
اگر گوید گذشتہ، آں بقعہ کہ بر دگذشتہ باشد شرف کند بر آں بقعہ کہ بر و نگذشتہ
باشد۔ و مناسب ایں معنی ایں بیت بخط حضرت سلطان المشائخ نبشتہ
دیدہ ام

آسماں سر بہ نہد پیشِ زمینے کہ برو
یک دو کس بہر خدا یک نفسے بنشینند

ہم چنیں زماں از زمانِ دیگر اختصاص کند۔ چناں کہ روزِ عید کہ
از جملہ روز ہا مخصوص است بسیارے و عام را۔ ہم چنیں مکانے ہم باشد کہ
درو راحتے تواں یافت کہ در مکانِ دیگر نیاشد۔ فاما درویش چناں باشد کہ
از زمان و مکان بیروں آمدہ باشد، نہ از ہیچ شادی شاداں گردد،

نہ از ہیچ غمے غمگیں گردد، وآں کسے باشد کہ از ملکِ دنیا گزشتہ باشد
ومی فرمود ، درآنچہ حضرت شیخ شیوخ العالم شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ
درحجاز می رفت ، درتہ درختے فرود آمد وسر برہنہ کرد۔ پرسیدند کہ
حکمت چیست ۔ فرمود کہ بزرگے درتہِ ایں درخت نشستہ بود ،
نظر او درخت افتاد ، سر برہنہ کردہ نشستہ ۔ وگفت شاید از نظرِ آں
بزرگ مرانصیب باشد عرض می دارد کاتب حروف روزے جملہ یاران حضرت
سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز درشہر بہ دعوت رفتند۔ چوں باز
گشتند میاں باغ ساعتے زیرِ درخت سایہ دار بنشتند۔ دراثنائے
آں ایشاں را ذوقے پیدا شد۔ درسماں ورقص شدند ، بسطے وفرحتے حاصل
گشت ہمچناں بخدمت حضرت سلطان المشائخ رسیدند وایں معنی عرض
داشتند۔ فرمود کہ وقتے صاحبدلے درسایہ آں درخت نشستہ باشد ایں ہمہ
تاثیر آنست ومناسب ایں بیتے است کہ برزبان گہربار حضرت
سلطان المشائخ گزشتہ است ایں است

ویجنی کل ارض سترکونہا
کانہم فی بقاع الارض امطار

یعنی ومیوہ می دہد ہر زمینے پوشیدگی بودن آں زمیں گویا کہ
ایشاں درمکان ہائے زمین باراں ہاستند یعنی درایشاں ۔ وبخط مبارک حضرت
سلطان المشائخ قدس اللہ سرہٗ لعزیز ، دیدہ ام ۔ الحمد للہ الذی
لا انہ لمکانہ ولا حین لزمانہ ۔ جمیع ثنا وصفت وحمد ثابت است
مراللہ را کہ نیست اللہ را مکانے وزمانے ۔ قال اللہ تعالیٰ واذا سالک
عبادی عنی فانی قریب ونحن اقرب الیہ من حبل الورید ونحن اقرب الیہ منکم

ولکن لاتبصرون ۔ یعنی گفتہ است اللہ تعالیٰ وقتیکہ سوال کنند ترا اے محمدؐ ، بندہ ہائے من از جائے بودنِ من ، پس بدرستی کہ من نزدیک ترم بایشاں ومن نزدیک ترم بسوئے آں بندہ، از شہ رگ آں بندہ ، ومن نزدیک ترم بسوئے آں بندہ از شمایاں ولیکن نمی بینید شما ۔ ہرچہ وہم بداں رسد وعقل آں را صورت کند وخیال آں را بگیرد وفہم آں را دریابد ۔ ذات وصفات او ازاں منزہ است ۔ و با ایں ہمہ از رگِ جانِ تو نزدیک تر است وا و از بینائی ودانائی چشم تو بتو نزدیک تر ، و از شنوائی گوش تو بتو نزدیک تر از گویائی و دانائی الیٰ آخرہ ۔ وقربِ حقیقی قرب حق تعالیٰ است ، زیراچہ قرب صفتِ اوست وصفت او جُز حقیقت نباشد ۔ قرب حقیقی آں باشد کہ ہیچ حال درو بعد نباشد ۔ قال اللہ تعالیٰ وھو معکم اینما کنتم ونحن اقرب الیہ من حبل الورید مایکون من نجوی ثلثۃ ایہ معلوم یعنی حق تعالیٰ با شماست ہرجا کہ باشید شما ومن نزدیک ترم بسوئے آں بندہ از شہ رگ ۔ نیست از صاحبِ راز مگر حق تعالیٰ است ۔ ظاہر آنست کہ حق تعالیٰ باہم دراں موجودات موجود است ، امّا معیت او نہ چوں معیت اجسام است بہ اجسام و نہ معیت او چوں معیت جوہر است با جوہر ، ونہ چوں معیت عرض است با عرض ۔معیت روح با جسم معیت حق است باکل کائنات نہ خارجِ قالب است ونہ داخل ، د نہ متصل و نہ منفصل عوارض بہ اجسام جائے نیست و با ایں ہمہ ہیچ ذرہ قالب ازو خالی نیست من عرفہ نفسہ ہمیں معنی دارد ۔ قالب درمکان او درمکانے کہ لایق اوست ۔ فامّا اخبار قال علیہ السلام ، قال اللہ تعالیٰ وعزتی

جلالی و وحدانیتی وحاجۃ خلقی الی وعلم عرشی وارتفاع مکانی انی استحی من عبدی و امتی اشیبان فی الاسلام ثم اعذبہما - وعلی وثوبان از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت کردند - قال موسیٰ علیہ السلام یا رب اقریب انت فاناجیک ام بعید فاناديک فانی احس حسن صوتک ولا اریک این انت فقال اللہ تبارک وتعالیٰ خلفک و امامک و عن یمینک وعن شمالک انا جلیس عبدی حین یذکرو انا معہٗ اذا دعانی - مکان بر سہ قسم است - اوّل مکان جسمانیات ، و دوم مکان روحانیات سیوم مکان اللہ تعالیٰ - اول بر سہ قسم است ایں است ۔ مقام جسمانیات کثیف زمین است و مزاحمت مضایقت درو ظاہر است تا یکے فراتر نشود و دیگرے بیشتر نشود وبجائے او نہ نشیند - قرب و بعد درو معلوم ، ایں نزدیک است وا و دور - دریں مکان از جائے بجائے شدن ممکن نبود الّا بہ تقیّد - دوم مکان جسمانیات لطیف ، مکان باد است - دریں ہم مزاحمت است - دلیل آں کہ ، بادے کہ درخانہ است تا آنکہ از منفذے بیروں نشود ، بادے دیگر نتواند آمد - اگر درخانہ است فہم نشود انبار آں - ہرچہ درآں مکان بماہے تواں رفت ، دریں مکاں بہ ساعتے - آوازہا ہم چنیں فرض کند - اما مکان جسمانیات الطف مکان انوار صورے است - آفتاب و ماہتاب در حال بہ مشرق ومغرب نرسند ، دریں حال نور بہ مغرب برسد اما چوں بہ مکان بودے جز مدّتے بہ مغرب نہ رسیدے کہ نور مکاں دیگر ندارد وجز مکان باد درخانہ برود بلے آں کہ بیروں رود نور شمع از خانہ - پس معلوم شد کہ نور را درخانہ مکانے است لطیف تر از مکاں باد دیگر بداں کہ حقیقت

آتش حرارت وخاصیت آں احتراق داشتہ ۔ آب ضد آتش است و
اجتماع ضدین محال ۔ پس بداں کہ دریں مکاں در آب گرم آتش ہست
پس آتش را مکانے است در آں غیر مکان آب و الا اجتماع ضدین باشد
چوں آں دانستی ، بداں کہ دریں مکاں مزاحمت و مضایقہ نیست ۔
دلیل آں کہ اگر شمعے را در خانہ درآری، نور او در ہمہ دیوار خانہ برسد۔
و اگر چند شمع دیگر درآری ، نور او ہم در یک مکان جمع نشود بے آں کہ
نور شمع اول بیروں رود ۔ قسم دوم مکان روحانیات ہر چند ایشاں مکان
شاں لطیف تر۔ روحانیات سہ قسم اند۔ روحانیات ادنیٰ چناں کہ
ملائکہ زمین و دوزخ و دریاہا و کوہ ہا۔ روحانیات اوسط چناں کہ ملائکہ آسمان ہا
دریں ہر دو روحانیات سر انگشتے از مکان خود بیشتر نشوند، وما منا
الّا لہٗ مقام معلوم ، یعنی و نیست از ما ہیچ یکے مگر کہ او را جائے
است معین ۔ اما روحانیات اعلیٰ کہ مقربان حضرت اند و ایشاں را
را لطائف بے حد است ۔ اگر خواہند بر ملائکہ ادنیٰ بگزرند کس ایشاں
را نہ بیند از غایت لطافت از دیوار ہم چناں درآیند کہ از در و در سنگ
صخرہ در روند۔ و در اہلیت ایشاں نوعے است از بعد و ایشاں را حاجت
است ۔ اما روح انسانی از ہمہ لطیف تر است حاجت نیست ۔ زیرا کہ
متصل خارج است نہ داخل و نہ ساکن است و نہ متحرک۔ در لحظہ از
عرش تا ثریٰ برسد و آں کہ اگر روح بہ مبالغت بدولت ریاضت قوت
گیرد تواند کہ قالب کثیف را بگزارد ۔ و بجسمانیات لطیف رساند کہ یک
ساعت دو ملہے راہ برود ۔ و اگر قوتش بیشتر باشد بہ مکان جسمانیات
الطف برسد ۔ و انو اگر در آب رود تر نشود زیرا کہ او در مکان آتش

می رود، آنجا آب نیست، وبیک نفس او بہ مشرق ومغرب برود ولے ہنوز از آبگینۂ جسمانیات نگزشتہ ۔ واگر مکان روحانیات برسد در آتش نسوزد، زیراچہ در مکان روحانیات آتش نیست وآں کہ دوزخ نسوزد، ایں معنی است ہم چناں اندلیشہ تو میان آتش برود وبروں آید ۔

لقد اسمعت او نادیت حیًا

ولکن لاحیاۃ لمن انادی

بنار لو نفخت لہا اضاءت

ولکن کنت ینفخ فی الرماد

زماں برسہ نوع است ۔ زماں جسمانیات وزماں روحانیات و زمان حق تعالیٰ ۔ اول بردو قسم است زماں جسمانیات کہ از حرکات افلاک خیزد۔ چنانچہ دی وامروز وفردا، دریں زماں ماضی وحال ومستقبل است درزماں مضائقہ نمی باشد واجتماع ہرسہ محال ۔ دوم جسمانیات لطیف وایں زماں بزماں آنچہ کار جسمانیات کثیف است بہ ہزار سال ایشاں رابیک نفس باشد ۔ دریں زماں مضایقہ نیست ۔ وماضی آں جزازل نیست ومستقبل ایں جزابد نہ ۔ دریں ہزار سال گزشتہ باہزار سال آیندہ برابراست چناں کہ شب وروز۔ فرمود رایت یونس لبطن الحوت چند ہزار سال بود فرمود رائیت عبدالرحمٰن یدخل الجنّتہ وایں لبعد ہزار سال خواہد بود ۔ بہ زمانے رسیدہ بود کہ ہزار سال آیندہ یک حالت او بود ۔ بداں کہ روح انسانی راہزار قالب بہ زمان جسمانیات کند تا روزے چند آں کار تواں کرد دیگر بسالے خضر گیاہے را از باغ بکند ۔ ایں معنی بود۔ گفت یک شب مارا از ما بستند وجملہ او را دربابرفت ۔ چوں باز آمدیم

ہنوز موے روے ما از آب وضو تر بود و از یاران ما کسے نیست کہ بیک نفس صد بار فراتر حرف ایں آیت برخواند یکے اصحاب جنید در دجلہ در رفت، درے پیدا شد ازاں طرف شدہ بہ ہندوستان رفت، آنجا زن کرد و فرزنداں زاد و سالہا بماندہ پس خود درآب درآمدہ چوں سر برآورد، جامۂ خود را دید کنارہ نہادہ۔

اقتباس

از فصل الخطاب لوصل الاحباب الفارق بین الخطاء والصواب

تصنیف خواجہ محمد پارساؒ متوفی ۸۶۵ھ

نسخہ خطی خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میانوالی پاکستان

من کلام بعض العرفا ایضا رحمہم فی تحقیق لمکان والزمان

فی معرفۃ المکان

بداں کہ یک قسم مکان جسمانیات است و یک قسم مکان روحانیات ۔ وجسمانیات یا کثیف است یا لطیف یا الطف ۔ مکان جسمانیات کثیف ، زمین است و مزاحمت و مضایقت او ظاہر است ۔ تا یکے فراتر نشود دیگرے بجائے او نتواند نشست ۔ و بعد و قرب در و معلوم است نیشاپور مثلاً نزدیک تر است و بغداد دور تر ۔ دریں مکان از جائے بجائے شدن ، بنقل اقدام و قطع مسافت بود ۔ اما مکان جسمانیات لطیف مکان باد است ۔ دریں مکان نیز مزاحمت است ۔ یا بادے کہ در خانہ باشد از منفذے بیروں نشود بادِ دیگر دراں نتواند آمد ۔ لیکن ہر مسافتے کہ بہ مدتِ دراز در مکاں جسمانیات کثیف تواند رفت بہ مدتے کوتاہ در مکاں جسمانیات لطیف تواند رفت ۔ مرغ چوں دریں مکاں می پرد بہ ساعتے چنداں رود کہ بہ مدتے دراز بر زمین نتواند رفت و ایں مکان جسمانیات لطیف را ہم بعد مسافت ہست

چناں کہ اگر در مکان باد خواہند تا مرغ از مشرق بہ مغرب رود مدتے باید
کہ اما مکان جسمانیات الطف، مکان انوار صورتے است، چوں نور آفتاب
و ماہتاب و ستارگاں و آتش و مانند آں۔ و ہر چہ در مکان جسمانیات لطیف
دور است در مکاں جسمانیات الطف نزدیک است۔ و برہاں ایں آنست
کہ چوں آفتاب سر از مشرق برزند ہم در حال نور او بہ مغرب رسد بے درنگ۔
و نور آتش و غیر آں ہمیں حکم دارد تا بد انجا کہ منقطع شود۔ برہانِ دیگر بریں
آنست کہ چوں شمع در خانۂ بری کہ پُر باد است، نور شمع در خانہ منتشر
شود بے آنکہ باد را بیروں باید شد۔ پس بدانستم کہ نور را درمیان باد مکانِ
دیگر است، لطیف تر از مکانِ باد کہ ہرگز باد دراں مکاں نتواند رفت
بہ سبب کثافت و نہ نیز نور در مکاں باد تواند رفت بسبب لطافت،
بر تقدیر خلو مکان باد۔ ولیکن از غایت قرب ایں در مکان بیک دیگر
از یک دیگر تمیز نتواں کرد۔ و باز شناختن ایں جز بہ براہین عقلی و مکاشفات
قلبی و مشاہدات سرّی و معانیات روحی صورت نہ بندد۔ و مثال دیگر
بہ فہم نزدیک تر آنست کہ بگوییم آتش ضد آب است بہ طبیعت و جمع
شدن آب و آتش در یک مکان اجتماع ضدین است۔ و ایں اجتماع
واقع نیست۔ چوں ایں دانستی کہ در آبِ سوزاں آتش موجود است و
آں آتش است کہ دست می سوزد نہ آب۔ آتش را درمیان آب
مکانے دیگر است جز مکان آب۔ و در مکانِ آب آتش نیست و
در مکانِ آتش آب نیست از بہر آنکہ آب و آتش در یک مکاں جمع
نشوند تا اجتماع ضدین لازم نیامد۔ اما ایں در مکان بہ یک دیگر بغایت
نزدیک است۔ ہیچ جزوے از آب سوزاں نیست کہ تواں گفت کہ ایں

آب دست بے آتش، یا ایں آتش است بے آب۔ از غایت قرب ایں دو مکان بیک دیگر از یک دیگر تمیز نتواں کرد۔ و نہ متصل تواں گفت و نہ منفصل۔ و چوں ایں مکان جسمانیات الطف معلوم کردی بداں کہ دریں مکاں مضایقت و مزاحمت نیست بخلاف مکان جسمانیات کثیف و لطیف چناں کہ گذشت و برہان این است کہ اگر یک شمع در خانہ داری نور آں شمع بہ ہمہ زوایائے خانہ و ہوائے خانہ برسد و اگر صد شمع دیگر داری انوار ہمہ در یک مکان جمع شود بے آنکہ شمع اول را بیروں باید برد۔ و بداں کہ ایں مکاں را نیز بعد است و مسافت، از برائے آں کہ نور آفتاب از حجب کثیف در نتواند گزشت۔ و چوں بعد مفرط شود منقطع گردد۔ اما امکنہ روحانیات، انواع آں بسیار است ہر چند روح لطیف تر مکان او لطیف تر۔ و حاصل او بہ چہار نوع باز گردد۔ اول ملائکہ کہ موکل اند بریں زمیں و زمین ہائے دیگر کہ فرود زمین است و فرشتگاں کہ بر دریاہا و کوہ ہا و صحراہا موکل اند از بہر ترتیب و انتظام عالم سفلی۔ و روش ایشاں در صعود تا آسمان اول بیش نیست از انجا البتہ در نگزرند اگرچہ قدرت گزشتن دارند۔ ولیکن از راہ ترتیب ایشاں را بداشتہ اند۔ ہرگز یک سر انگشت بیروں نشوند۔ وما منا الا لہ مقام معلوم۔ و درجات و مقامات ایشاں تفاوت بسیار است۔ ولیکن ہمہ را در درجۂ اول شمردہ شد تا سخن دراز نشود۔ درجۂ دوم ملائکہ آسمانہا اند و اہل ہر آسمانے بر ہماں باشند و ہم چنیں حملۂ عرش و حافین حول العرش کہ فرود عرش اند و تفاوت مقامات ایشاں را نیز نہایت نیست۔ و اما روحانیات اعلیٰ کہ در درجۂ سیوم اند مقربان حضرت ربوبیت اند۔ و از راہ تفاوت صفت و مراتب

ایشاں را نیز نہایت نیست و مقاماتِ ایشاں در عوالم غیبی است و ایشاں
قوی لطیف اند و لطافت ایشاں تا بحدے است کہ اگر خواہند کہ خویشتن را
از مکان ملائکہ کہ فرود ایشانند باز پوشند کہ ہیچگونہ ایشاں را نتوانند دید،
از فرط لطافت در آیند از دیوار ہمچناں کہ از در۔ و امکنہ ایشاں ہم نوعے
است از بعد۔ از بہر آں کہ ایشاں را بہ حرکت حاجت است۔ اگرچہ بیک
چشم زدن بہ مقصد رسند۔ امّا حاجت بہ حرکت منافی کمال ایشاں است
درجۂ چہارم درجہ ارواح است۔ و درجات ارواح ہم متفاوت است
بحسب تفاوت ارواح در لطافت روح انسانی راست و ایں روح
بہ غایت لطیف است۔ و ہیچ مخلوق بہ لطافت بدرجہ او نہ رسد و
ہیچ ذرہ از عرش تا تحت الثریٰ از و دور نیست و اورا بہ حرکت ہیچ حاجت
نیست ہر کجا بجوئی بیابی۔ و او نہ متصل است و نہ منفصل، و نہ داخل
و نہ خارج، و نہ متحرک، و نہ ساکن۔ و ایں ہمہ بہ براہین عقلی معلوم است
و براہین عقلی کسے را بکار آید کہ مکاشفات قلبی، و مشاہدات سری۔
و معانیات روحی ندارد۔ چوں آفتاب معرفت طالع گشت بہ چراغ عقل
حاجت نیفتد۔ روح انسانی چوں بہ کمال رسد، قالب را بہ مکان روحانیات
کشد۔ در آتش شوند و نسوزند۔ و در دوزخ در آیند از بہر راستی وعدہ
و ان منکم الا واردھا و بیروں آیند۔ و از دیوار در آیند چناں کہ از در
و خود را از چشم ہر کس خواہند بپوشند۔ و ایں ہمہ ممکن است و ہست و خواہد
بود۔ امّا ممکن نیست و صورت نہ بندد۔ و روا نباشد کہ حق سبحانہ تعالیٰ در
چیزے ازیں امکنہ جسمانیات و امکنہ روحانیات کہ یاد کردیم فرود آید یا
بداں پیوند دیا برابر آں باشد۔ ہیچ مخلوقے بہ علو مکانت او در درجہ

قدسیت او جل جلاوعلا برسد - ہوسبحانہ مقدس عن کل مالایلیق بجلالہ من النقایص الکونیہ مطلقا ومن جمیع مابعدکما بالغیبتہ الی غیرہ من الموجودات مجردۃ کانت اوغیرہ مجردۃ وہوسبحانہ تعالی وکمالاتہ الذاتیت اعلیٰ کل کمال یدرکہ عقل اوفہم اوخیال - ذات مقدس بےچونش از نسبت زمان ومکان بری ومتعالی است وصفات پاکش ازشائبہ تشبیہ و تمثیل عاری وخالی است -

ذات او نزد عارف و عالم
برتر از ما وکیف از ہل و لم
پاک ازانہا کہ غافلاں گفتند
پاک تر از انچہ عاقلاں گفتند

وآں چہ درحدیث وارد است بروایت انس رض، یقول اللہ تعالیٰ وعزتی وجلالی ووحدانیتی وفاقۃ خلقی الیٰ واستوائی علی العرش وارتفاع مکانی انی استحی من عبدی وامتی یشیبان فی الاسلام ان اعذبہما وآں چہ درحدیث دیگر وارد است من قولہ صلی اللہ علیہ وسلّم یقول اللہ تعالیٰ وعظمتی و جلالی وارتفاع مکانی لایدخل الجنّۃ احد وقلبہ مظلم وغیرآں احادیث کہ عبارت ارتفاع مکانی درآنجا آمدہ است آں مکانے بےمکانیست وآں ارتفاع اشارت است بہ علوذاتی ورفعت مکانت وتقدس ذاتی اشارۃ بہ آں رفعت است قال اللہ تعالیٰ رفیع الدرجات ذوالعرش الآیۃ - مثال معیت روح باجسد مثال معیت حق است سبحانہ باکل کائنات - من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہ - بروح ازاعراض واجسام چوں دخول وخروج واتصال وانفصال وغیرآں جائز نیست فکیف برحق

سبحانہ ۔ و فی کلام بعض العرفا ایضا رحمہم اللہ ۔ قالب آدمی مرکب است
از چہار عنصر متضاد خاک[۱] و باد[۲] و آب[۳] و آتش[۴] ۔ و ایں ہر چہار در قالب
بحقیقت جمع اند ۔ مکان خاک در قالب ظاہر است و عیاں ۔ و در خاک
آب را مکانے دیگر است لطیف و لائق لطافت آب ۔ و دریں آب باد
را مکانے دیگر است لطیف تر از مکان آب ۔ و دریں باد آتش را مکانے
دیگر است لطیف تر از مکان باد ۔ و روح با ہمہ ذرہا در قالب بحقیقت موجود
است بے حلول ۔ در مکان حلول و انتقال از عوارض اجسام است و
ہیچ چیز از عوارض اجسام بروح جائز نیست ۔ پس ہم چنیں می داں کہ ذات
مقدس رب العالمین جل ذکرہ ولا الہ غیرک با ہمہ ذرہا آفرینش بحقیقت
موجود است بے حلول و اتصال و انفصال و بے مماسبت و بے محاذات
با ہمہ بے ہمہ از ہمہ دور و بہمہ نزدیک نہ متصل و دور نہ منفصل ۔ زہے
نزدیکی و دوری ۔ زہے حاضری و غائبی بندہ ۔ زہے جمال باکمال و
نابینائی بندہ ۔ زہے ناگزاراں درمیان دل و جاں زہے حاصل دل و دل
ازو بے حاصل ۔ در حدیث الٰہی است ۔ لم یسعنی ارضی ولا سمائی وسعنی قلب
عبد المومن انا جلیس من ذکرنی وانا معہ اذا دعانی ۔ وعن ابوہریرہؓ انہ
قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ عزوجل انا مع عبدی باذکرنی
وتحرکت بی شفتاہ اخرجہ فی الشرح السنتہ باسنادہ عن الاوزاعی باسنادہ
عن ابی ہریرہؓ الحدیث و فی کلام بعض العرفا ایضا رحمہم اللہ فی قولہ سبحانہ الرحمٰن
علی العرش استوی ۔ بادشاہاں صورت را حرم خاص باشد و بارگاہ عام کہ نواختگاں
را خلعت آنجا بخشند و مجرماں را سیاست آنجا کنند و ترتیب نظام مملکت
دریں بارگاہ عام بود ۔ و در حرم بادشاہی جز خاصاں را بار نبود ۔ عرش مجید

بارگاہ عام است مر بادشاہ بادشاہاں راجل ذکرہ ولفظ استویٰ اشارت
است بہ دوام ظہور بے احتجاب - آفتاب ہمارہ طالع است در نیم روز
دغیر نیم روز ولیکن ومحتاجاں بہرہ از نور او در وقت استوا زنوامیر
بگیرند- استوار امثال بیش ازیں نتواں گفت ولله المثل الاعلیٰ ورراہ
ایں جز ذوق ومشاہدہ نیست - و در حرم خاص جز انبیا و اولیا را بار
نیست - حلّہ حقیقت آنجا پوشانید - بادشاہ عالم جل ذکرہ غیور است
اسرار صمدیت با ہیچ جاحد و معاند درمیاں نہ نہد - وچوں بادشاہ عالم
تعالیٰ وتعظم بہ بندہ خیرے خواہد اورا بخود آشنا و تقرب خودش بینا
گرداند - ونہاک مالاعین رات ولااذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر
واللہ سبحانہ الموفق - فی کلام لبعض کبراء العارفین رحمہم اللہ ماثم الارسم
فماثم الاجسم ولکن الاجسام مختلف النظام فمنہا الارواح اللطائف
ومنہا الاشباح الکثائف ومن لایقلہ مکان لایقیدہ زمان احیل اساس
امرک کلہ علی الایمان والتقوی حتے یتبین لک الامر وایاک ان ینخدع
فان اشبہ ما نظر الابصور البراہین وفی کلام لبعض العرفاء ایضا رحمہم اللہ فی
معرفتہ الزمان ومعرفت معنی قولہ سبحانہ انما امرہ اذا ارادشیا ان یقول کن
فیکون الآیایتہ - زماں نیز زمان جسمانیات است یا زمان روحانیات -
نوع اول کہ زمان جسمانیات است دو مرتبہ وارد - اول زمان جسمانیات
کثیف است وایں زماں از حرکات افلاک خیزد - چناں کہ پارو امسال
ودی وامروز وفردا ودرازی وکوتاہی ایں زمان روشن است - سال
دراز است و ماہ کوتاہ بہ نسبت پارسال - ودریں زماں ماضی وحال و
استقبال بود - دریں زماں مضایقت و مزاحمت باشد - ماوی نہ رفت

امروز نیاید تا امروز نه رود فردا نیاید و مرتبه دوم زمان جسمانیات لطیف
است و آں زماں جنیان است۔ وہرچہ در زمان جسمانیات کثیف دراز
است دریں زمان کوتاه است۔ وہرکہ دریں زمان کارکند بروزے چنداں
کارکند کہ بماہے یا سالے در زمان جسمانیات کثیف نتواں کرد۔ چناں کہ شنودہ
از سرعت کارجن وشیاطین ونیز فرزندان جنیان بسیار است وکوتاه آں
دراز۔ وایں زمان را نیز ماضی وحال استقبال است۔ دی وفردائے
ایشاں پار وامسال آدمیان است۔ وایں معنی بہ طریق قریب است نہ
بہ طریق تحدید وبریں حجت نتواں آورد۔ امّا ارباب بصائر را دریں شکے
نہ باشد۔ وامّا نوع دوم زمان روحانیات وارواح است۔ وایں
را نیز اقسام بسیار است۔ ہرچہ در زمان جنیان دراز است وبسیار، در
زمان ملائکہ کوتاه است واندک۔ ہزار سال دریں زماں یک نفس باشد
وہرکہ دریں زمان کارکند ہزار سالہ کار بیک نفس کند۔ ودریں زمان مضایقت
ومزاحمت نیست۔ ہزار سال گذشتہ با ہزار سال آئندہ دریں زمان جمع
نتواند شد۔ وایں زمان بہ ازل وابد محیط نیست ونتواند بود، از بہرآں کہ
ایں زمان متناہی است ومتناہی بہ نہ متناہی محیط نہ شود۔ وایں زمان
ملائکہ است وبریں اقتصار افتاد، تا ترا نمودار بود۔ وبدانی کہ
جناب مقدس جل ذکرہ کہ وجوب وجود او از سمت بدایت ومنقصت
نہایت منزّہ است۔ وذات بے چون است از نسبت زمان ومکان
متعالی است کہ مضیق زماں کہ از دوران افلاک خیزد۔ خبر دہندہ و
مقدس است سید عالم صلی اللہ علیٰ آلہ واصحابہ وسلم در شب معراج
از تنگنائے زمان ومکان بیروں شد۔ و از مضیق ازل وابد کہ مفہوم

خلق است برتر آمد، عبدالرحمٰن بن عوف را رضی اللہ عنہ دید وبا او
سخن گفت و درحال رفتن او در بہشت حقیقی نہ مجازی درحالتے کہ
ایں حالت از راہ صورت بعد از پنجاہ ہزار تواند بود در قصۂ معراج
فرمودی۔ ایں عبدالرحمٰن بن عوف یدخل الجنۃ حبواً پس فرمود اورا
گفتم چرا دیر آمدی۔ گفت یا رسول اللہ آں سختی ہا کہ بروئے من آمد کودکاں
را پیر گرداند ازاں سختی ہا چناں پنداشتم کہ پیشِ ترا ہرگز نہ بینم
الحدیث۔ حق سبحانہ بیک قدرت بر ہمہ مقدورات نامتناہی قادر است
بہ نسبت قدرت او سبحانہ ازل و ابد کم از طرفۃ العین بنماید منزہ است
از ماضی و مستقبل و گذشتن و آمدن و تعدد و تجدد و ایں چاشنی عالم
قدم است۔ اہل بدعت چوں از اسرار انوار الٰہی محجوب ماندند منکر
قدم قرآن شدند و گفتند۔ و آنگاہ موسیٰ علیہ السلام نبود کوہ طور نبود
خداوند عز وجل با او چوں می فرمود کہ فاخلع نعلیک انک بالواد
المقدس طوی۔ اگر از مضیق زماں ہیچ گزشتہ بودندے و از تنگنائے
عالم صورت بیک نفس باز رستہ بودندے و بہ ازمنہ روحانیات
ہرگز ایشاں را سفرے وگزرے شبہ و خیالے بہ ایں کسے کہ راہ ایماں
بر ایشاں نزدے۔ و بداں کہ اگر روح انسانی قوت گیرد و بہ انواع تصفیہ
و تزکیہ در متابعت صاحب شریعت صلوات اللہ و سلامہ علیہ موصوف
شود تواند کہ بزودی قالب کثیف را بہ زمان جسمانیات لطیف کند و
بروزے چنداں کار کند کہ دیگرے بسالے نتواند۔ در قصہ حضرت صلوٰۃ
اللہ وسلامہ علیٰ نبینا منقولست کہ دراں صورت بندگی در یک روز آں
پارہ کوہ را برکند و تنک اورا زمین راست و ہموار گردانید و خاک آن

را بجائے دیگر بردد۔ ایں قصہ درا واخر نوادر الاصول بطولہا منقولست و از شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ منقولست کہ فرمود یک شب ما از ماستاند جملہ اورا دِما برما برفت وچوں مارا بما بازدادند، روے ما از آب وضو ہنوز تر بود وصاحب ایں مقالات وحالات میگوید کہ از یاران ما کسے ہست کہ درکم از یک ساعت صد بار ہمہ قرآن را ختم کردہ است۔ حرف حرف وآیتہ آیتہ خواندہ وایں حالت اورا افتادہ۔ و اگر روح بہ کمال برسد تواند کہ قالب را بہ زمان روحانیاں کشد و دریک ساعت کار صد ہزار سالہ بکند۔ وقصہ معراج سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم دریں مقام بود کہ دریک ساعت از تفاصیل مملکت لیکان لیکاں بروے عرض فرمودند و نود ہزار کلمہ از حق شنود وچوں باز آمد بستر ہنوز گرم بود۔ منقولست کہ یکے از اصحاب جنید قدس اللہ روحہ بہ کنارہ دجلہ رفت تا غسل کند۔ وجامہ بیروں کرد و درمیانِ آب شد وہم دردم بہ ہندوستان رفت وآنجا متاہل شد وفرزندش در وجود آمد وسالہا بسیار آنجا بماند۔ پس دیگر بار خود را درمیان آب دید در دجلہ وجامہ خود ہم آنجا کہ نہادہ بود یافت وپوشید وبخانقاہ رفت و اصحاب را دید کہ ہماں نماز را وضوی کردند۔ وچوں رونده بایں مقام رسد وریک [illegible] ہزار سالہ طاعت تواند کرد۔ وازیں جا بزرگان طریقت قدس اللہ ارواحہم فرمودند یک نفس ہزار سالہ عامہ ارزد وآنچہ گفتہ آمد از اسرار زمان ومکاں قطرہ ایست ازاں دریائے بیکراں وبسیار درشاہوار در قعر بحر بماند۔ کم من خبایا فی الزوایا۔ وبدانکہ حق تعالیٰ تقدس ازلی وابدیست وسخن او سبحانہ یکے است کہ تعدد وتجدد نہ پذیرد واو از ازل بے اول وتا ابد بے آخر بہ آں سخن متکلم است بے انقطاع۔ وجملہ مکنونات را بیک کلمہ کن فیکون ایجاد کردہ است وایں کلمہ را بہ ازل وابد محیط است۔

کتابیات

۱- احوال و آثار عین القضاۃ ابوالمعالی عبداللہ بن محمد المیانجی الہمدانی ڈاکٹر رحیم فرمنش طہران سنہ ۱۳۳۸ش

۲- الاعلام جلد ۱-۲ خیرالدین زرکلی مصر سنہ ۱۹۲۷ء

۳- المذاہب الاسلامیہ ابوزہرہ مصری ترجمہ غلام احمد حریری لاہور سنہ ۱۹۷۰ء

۴- تاریخ نظم و نثر در ایران سعید نفیسی طہران سنہ ۱۳۴۲ش م

۵- تکمیل الاذہان شاہ رفیع الدین دہلوی گوجرانوالہ سنہ ۶۳

۶- دائرۃ المعارف اسلامیہ جلد ۴-۸-۱۲ لاہور

۷- رسالہ قشیریہ ابوالقاسم قشیری ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن اسلام آباد سنہ ۱۹۸۰ء

۸- سرچشمہ تصوف در ایران سعید نفیسی طہران سنہ ۱۳۴۳ش

۹- سیرالاولیاء میر خورد کرمانی لاہور سنہ ۱۹۷۸ء

۱۰- سیرالصحابہ جلد ہفتم شاہ معین الدین ندوی اعظم گڑھ سنہ ۱۹۳۳ء

۱۱- شدالازار ابوالقاسم معین الدین جنید شیرازی طہران سنہ ۱۳۲۹ش

۱۲- غایۃ الامکان فی درایۃ المکان عین القضاۃ ہمدانی شائع کردہ ڈاکٹر رحیم فرمنش طہران سنہ ۱۳۳۸ش

۱۳- غایۃ الامکان فی معرفۃ الزمان والمکان شائع کردہ نذر صابری اٹک کیمبل پور سنہ ۱۹۶۸ء

۱۴- فوائدالفواد حسن علاء سجزی لاہور سنہ ۱۹۶۶ء

۱۵- کشف المحجوب علی بن عثمان ہجویری داتا گنج بخش لاہور سنہ ۱۹۶۸ء

۱۶- لوائح عین القضاۃ ہمدانی طہران سنہ ۱۳۳۸ش

۱۷- معجم المؤلفین جلد ششم و سیزدہم عمر رضا کحالہ دمشق سنہ ۱۹۶۱ء

۱۸- نفحات الانس من حضرات القدس عبدالرحمٰن جامی لکھنؤ سنہ ۱۹۱۵ء طہران سنہ ۱۳۳۶ش

۱۹- وفیات الاعیان جلد ہفتم ابن خلکان بیروت سنہ ۱۹۶۹ء

۲۰- یزدان شناخت عین القضاۃ ہمدانی طہران سنہ ۱۳۲۷ش

مولف کا تعارف

نام : ـــــــــ لطیف اللہ

تعلیم : ـــــــــ ایم اے (اردو)

مشغلہ : ـــــــــ تدریس، شعبہ اردو
گورنمنٹ کالج ناظم آباد کراچی

زیرِ طبع تصانیف : ـــــــــ غالب شخصیت و کردار،
اُردو کی صوفیانہ شاعری ۔